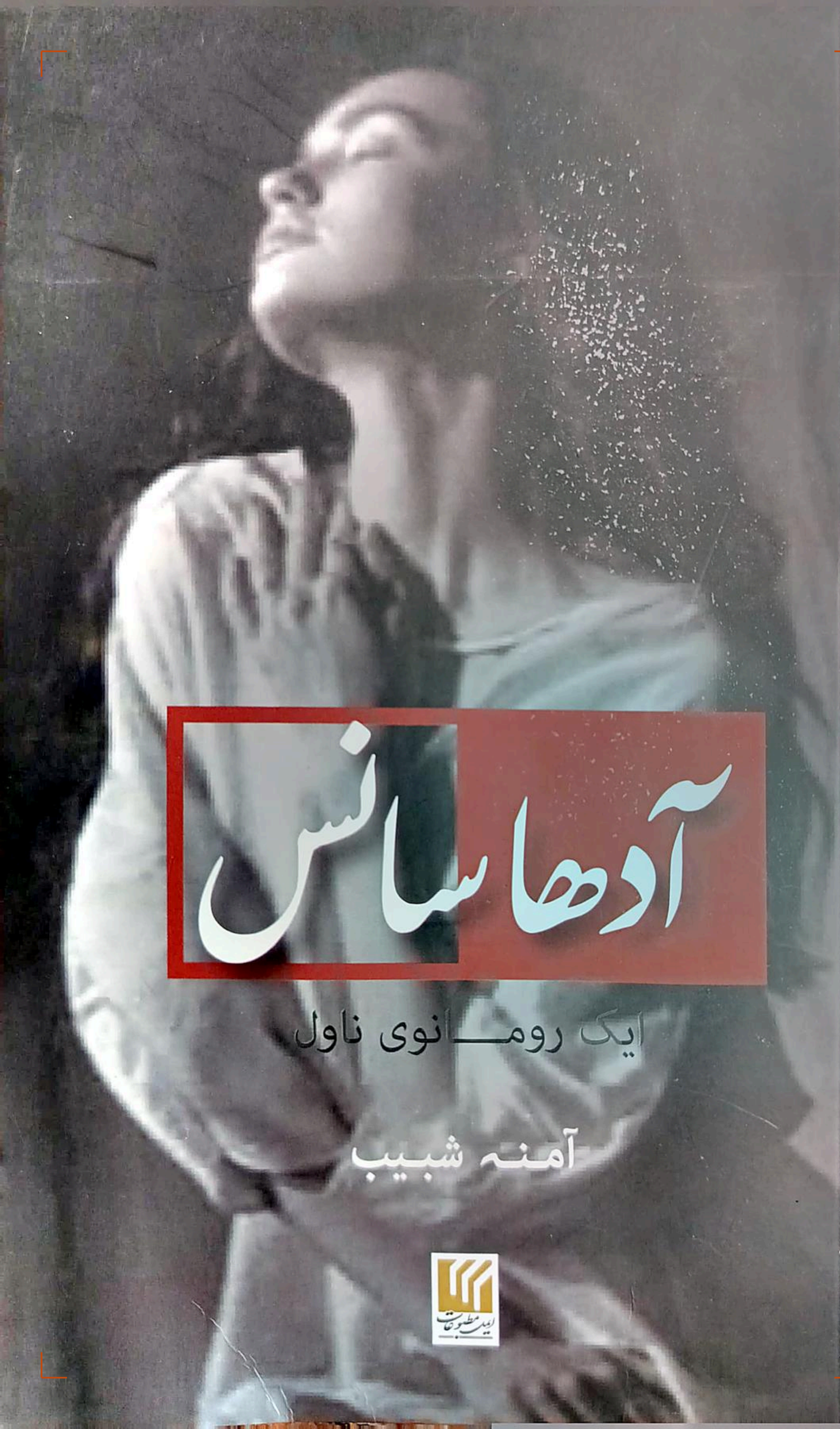

# آدھا سانس

ایک رومانوی ناول

آمنہ شبیب

ایمل مطبوعات

DIGITAL EDITION

# آدھا سانس

*Aadha Saans · A Novel*

Amna Shabib · آمنہ شبیب

This digital copy has been prepared for **your personal reading only**. Please don't share, resell or upload it elsewhere — if you know someone who'd love this story, send them to the source instead.

MORE FROM AMNA SHABIB

**amnashabib.com**

@amna.shabib

# آدھا سانس

آمنہ شبیب

ایمل مطبوعات

# انتساب

میں اپنی یہ پہلی کتاب اپنی والدہ فرزانہ شاہین
کے نام کرتی ہوں جن کی وجہ سے میں آج اس
مقام پہ ہوں کہ اپنے مشاہدات کو کتابی شکل
دے سکوں۔

## {آدھا سانس}

اوائل عمری کا وہ وقت مجھے کبھی نہیں بھولتا جب میرے اردگرد کی خواتین اور لڑکیاں سلمیٰ کنول، رضیہ بٹ اور بشریٰ رحمٰن کے نئے آنے والے ناول کا انتظار کیا کرتی تھیں۔ پھر میرے لکھنے کے وقت میں نے یہ خاصہ عمیرہ احمد میں دیکھا۔ یقیناً کئی اور معتبر لکھنے والیاں بھی ہوں گی لیکن میرا حاشیہ ان چاروں کے گرد کھچا رہا۔ عمیرہ احمد ناول نگاری کے بعد ڈرامہ نگاری کی طرف آئیں تو یہاں بھی اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ دیے۔

یہ تو میرے تجرباتی سفر کے مشاہدات تھے لیکن کچھ روز پہلے مجھے ایک نئی لکھنے والی کے ناول کو پڑھنے کا موقع مِلا۔ تحریر میں شگفتگی، شستگی واردات اور جنون کو دیکھ کر لگا کہ کوئی دل والی ہے۔ خود چوٹ کھائی ہے یا چوٹ مارنے والی ہے۔ وہ ہے آمنہ شبیب اس نے ''آدھا سانس'' لکھا ہے۔ اس کا ناول پڑھ کہ پتہ چلا محبتوں کو گنوا کر بیٹھے ہوئے جنونی لوگ پورا سانس کہاں لیتے ہیں۔ تحریر میں پختگی ہے لیکن وقت عمر تجربہ قلم کو نیا روپ دینے کی اساس مانی جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ تحریر اور لہجے کی سلوٹیں اُترنے لگتی ہیں۔

اور ایک دن اللہ کی مہربانی سے حرفِ قلم یکتائی کی معراج تک جا پہنچتا ہے۔ تحریر میں نیا پن یہ بھی دیکھا کہ آمنہ شبیب باہمی گفتگو کو مکالمے کی طرز پر لکھتی ہے جیسے ہم ڈرامہ نگار لکھتے ہیں۔ کردار کا نام اور پھر اس کے سامنے مکالمہ۔ یہ شاید اس بات کی نوید ہے کہ آج کی یہ ناول نگار کل کی ایک مایہ ناز ڈرامہ نگار بنے گی۔

دُعا ہے ناول نگاری میں ایک دن اسے سلمیٰ کنول، رضیہ بٹ اور بشریٰ رحمٰن کے احاطے میں

دیکھوں اور ڈرامہ نگاری میں اسے بھی عمیرہ احمد جیسا امتیاز نصیب ہو۔

آخر میں آمنہ شبیب سے کہوں گا یاد رکھنا لکھنے والا سب سے بڑا بھکاری اور چور ہوتا ہے۔لیکن اس بات میں اعزاز یہ ہے کہ وہ مانگتا اپنے پروردگار سے ہے اور چوری لوگوں کے دُکھ اُن کی تڑپ اور اُن کے جذبات کی کرتا ہے۔

خلیل الرحمان قمر

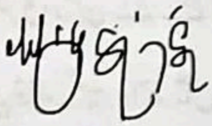

# {آدھا سانس}

؎ اے محبت تجھے پھر کون محبت کہتا

تیرے مارے بھی جو آسانی سے مارے جاتے

میں اس ناول کے کہانی کے بارے میں کچھ نہیں لکھوں گا، کرداروں پر بھی کسی کی قسم کی بحث یا رائے زنی نہیں کروں گا کیونکہ اس سے شاید قاری میری سوچ سے کہانی کو پرکھنے، میری نظر سے کرداروں کو جانچنے پر مجبور ہو جائے۔ جو میرے نزدیک قلم کار اور قاری دونوں سے زیادتی ہے۔

کتاب اور قاری کا رشتہ براہ راست ہونا چاہئے کہ یہ کوئی فلم، اسٹیج یا ڈرامہ نہیں ہے کہ جسے بیان کرنے کے لئے کسی ڈائریکٹر کی ضرورت ہے۔ کتاب کا ڈائریکٹر خود کتب بین ہوتا ہے۔ کتاب یا ناول کی یہی خوبی تا قیامت اسے داستان گوئی کے باقی ہر صنف سے ممتاز رکھے گی۔

آدھا سانس بھی شاید کسی قاری کو سراسر محبت، کسی کو جنون، کسی کو دیوانہ پن یا ہوسکتا ہے کسی کو نرا پاگل پن، حماقت، وحشت محسوس ہو۔ دیکھا جائے تو یہ سب ایک ہی جذبے کے مختلف نام یا درجات ہیں۔ آپ یہ ناول پڑھ کر اسے کوئی بھی نام دیں میں اسے محبت ہی کہوں گا، جنون ہی کہوں گا۔ آدھا سانس لیکر کون جی سکتا ہے، آدھے سانس کو ہمیشہ باقی آدھے سانس کی ضرورت رہتی ہے، یہی آدھے سانس کو پورا کرنے کی جستجو محبت ہے، اگر آپ کو آدھے سانس کا یہ فلسفہ سمجھ آجائے تو پھر آپ سمجھیں گے کہ محبت انسان کی کتنی بڑی مجبوری ہے۔۔

سچ کہوں تو یہ ناول پڑھتے ہوئے مجھے یہ احساس بارہا ہوا کہ آدھا سانس لینے والوں کا حال وہی ہوتا ہے جو جل بن مچھلی کا ہوتا ہے۔ وہی تڑپ، وہی بے قراری، وہی حالتِ نزع۔

محترمہ آمنہ شبیب کا آدھا سانس اس حبس زدہ ادبی ماحول میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ ناول

پڑھتے ہوئے یہ خیال بھی آیا کہ ضروری نہیں کہ شاعر ہی دو مصرعوں میں کوئی لافانی حقیقت بیان کر سکتا ہے، یہ کام نثر نگار بھی اپنے ایک یا دو جملوں میں بخوبی کر سکتا ہے۔۔ جیسے محترمہ آمنہ شبیب کو ہی دیکھیے۔۔۔ لکھتی ہیں۔

''میری نظر ٹھہر گئی ہے، لگتا ہے مجھ پہ نزع کا وقت آ گیا ہے''، ''ریت اور ہوا کا رشتہ، جیسے ہوا کے آتے ہی ریت خوشی سے اُڑنے لگتی ہے''،

''محبت انگارے کی طرح ہوتی ہے، جو جلتا بھی ہے اور جلاتا بھی ہے''

مجھے یقین ہے آپ بھی آمنہ شبیب کے قلم کو سراہے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

**اتباف برک**

## {آدھا سانس}

آمنہ شبیب کا پہلا ناول ہے جو قارئینِ ادب کے لیے کسی تحفہ سے کم نہیں۔ آمنہ شبیب ایک صاحبِ دل مصنفہ ہیں۔ ان کا اندازِ تحریر نہایت وسعت اور انفرادیت کا حامل ہے۔ جوان فکر و احساسات کی مالک ہونے کی وجہ سے ان کے ہاں حسبِ روایت وحسبِ حصول محبت، نفرت، جنون وحساسیت بدرجہ اتم موجود ہیں۔ معاشی اور معاشرتی موضوعات کا تسلسل تحریر کا خاصہ ہے۔ اتنی کم عمری میں آمنہ شبیب نے اپنا فکری سفر بے پناہ محبت، مشاہدہ کی گہرائی، فکر کی پختگی اور حُسنِ تحریر سے شروع کیا۔ بے شک ان کو اپنی بات نہایت خوبصورت انداز میں تحریر کرنے کا ڈھنگ آتا ہے۔ حالات و واقعات کا نہایت باریک بینی سے مشاہدہ کرتے ہوئے جو محسوس کرتی ہیں اُسے محتاط اور نپے تلے پیرائے میں تحریر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اگر یہ سفر اِسی شد و مد سے جارہ رہا اور آئندہ بھی اسی احساسِ ذمہ داری کے ساتھ ناول نگاری، افسانہ اور ڈرامہ نگاری کے فنِ تحریر کی آبیاری کرتی رہیں تو مجھے قوی اُمید ہے کہ آمنہ شبیب خواتین مصنفین کے درمیان ایک مایہ ناز مقام بنا پائیں گی اور ادب میں خوبصورت اضافہ کا باعث بنیں گی۔

کتاب ''آدھا سانس'' کا مطالعہ کرنے کے بعد میں پُراُمید ہوں کہ یہ کتاب قارئینِ ادب سے بے حد خراجِ تحسین سمیٹے گی۔

**انجم سجاد گوہر**

**پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹ**

**اسلام آباد**

# حرفِ آغاز

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے خواست گزار ہیں۔ ہمیں صراط المستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما ان لوگوں کے راستے پر جن کو تو نے انعام یافتہ بنایا۔ نہ کہ ان لوگوں کے راستے پر جو گمراہ ہو کر تیرے غضب میں مبتلا ہوئے۔

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا اور نہایت پاک، آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اُسی کی تعریف کرتے ہیں بے شک وہی عزت اور حکمت والا ہے۔

اے اللہ ہمارے لیے ہمارا راستہ آسان بنا اور لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے والا بنا۔ آمین

**آمنہ شبیب**

(سورج کی کرنیں سارے آسماں پر پھیل کے چار سُو اُجالا کیے ہوئے تھیں۔ سڑک پر جیسے گاڑیوں کا ایک سیلاب اُمڈ اُمڈ کر آ رہا تھا۔ ہر کوئی جلد سے جلد اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے بے تاب دکھائی دے رہا تھا۔ کریم بابا کی بھی یہی کوشش تھی کہ وہ جلد سے جلد بی بی جی کو اُن کے آفس تک پہنچا دیں۔ کسی بھی کام میں دیر تو بی بی جی کو کسی صورت قبول نہیں تھی۔ گاڑی کی رفتار تھوڑی تیز تھی۔ اتنے میں کریم باب گاڑی کو زور دار بریک لگاتے ہیں۔

گاڑی چرررر کی آواز سے رُک جاتی ہے۔ کریم بابا سامنے آتے ہوئے ایک موٹر سائیکل سوار کو بچانے کی بھرپور کوشش میں بھی موٹر سائیکل سوار کو اپنی گاڑی سے ٹکر مار دیتے ہیں۔ گاڑی میں بیٹھی اِزنیٰ ''Izna'' ایک جھٹکے سے سیٹ کے ساتھ لگتی ہے۔ اپنے خوبصورت ہاتھوں سے اپنی نازک سی ناک پہ پڑے چشمے کو بالوں میں لگاتے ہوئے وہ کافی نرم لہجے میں کریم بابا سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: کریم بابا کیا ہوا ہے؟

(کریم بابا پریشانی سے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے جواب دیتے ہیں)

کریم بابا: بی بی جی میں ذرا اس لڑکے کو دیکھ کے آتا ہوں۔

(اِزنیٰ اپنی نازک سی کلائی میں مہنگے برانڈ کی گھڑی پہ وقت دیکھتی ہے۔ گھڑی 9 بج کے 15 منٹ بجا رہی ہوتی ہے۔ اِزنیٰ جھنجھلا کے گاڑی کا شیشہ اتارتی ہے۔ سورج کی کرنیں اُس کی ہلکی بھوری آنکھوں سے ٹکرا کے اُنہیں اور روشن کر دیتی ہیں۔ وہ اپنی دراز پلکیں جھپکا کے سورج کی کرنوں کو اپنی آنکھوں

تک پہنچنے سے روکنے کی ناکام کوشش کرتی ہے۔ ازنیٰ جھنجھلا کے پوچھتی ہے)

ازنیٰ: کریم بابا کیا ہوا ہے؟اور کتنا وقت لگے گا؟

(موٹر سائیکل سوار تیزی سے گاڑی کی طرف آتا ہے۔اور شیشے سے ازنیٰ سے مخاطب ہوتا ہے)

موٹر سائیکل سوار: دیکھیں میڈم ! میں انہیں بھی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ غلطی ان کی ہے۔(مگر ازنیٰ لڑکے کی بات کاٹتے ہوئے کریم بابا سے مخاطب ہوتی ہے)

ازنیٰ: کریم بابا کچھ دے دلا کے اِسے فارغ کریں آپ کو پتہ ہے نہ کہ میں میٹنگ کے لیے لیٹ ہو رہی ہوں۔

(وہ بیگ میں سے چند ہزار ہزار کے نوٹ نکال کر کریم بابا کو تھماتی ہے۔موٹر سائیکل سوار ہاتھوں میں چند نوٹ پکڑے مسلسل بُڑبڑاتا رہ جاتا ہے۔)

---

(شاہی ناشتے کے میز پہ طارق اور تبسم بیگم بیٹھے ناشتہ کر رہے ہیں۔ملازمہ کیوں میں چائے ڈال رہی ہے۔تبسّم بیگم ملازمہ سے پوچھتی ہیں)

تبسّم بیگم: میراب صاحب، ابھی تک اُٹھے نہیں ہیں؟

(اس سے پہلے کہ ملازمہ کوئی جواب دیتی میراب سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اپنے کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے بشاش آواز میں کہتا ہے۔)

میراب: Good morning mom & Dad

(طارق صاحب مسکرا کے جواب دیتے ہیں۔)

طارق: میرا بیٹا Good morning

تبسّم بیگم: ملازمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ میراب صاحب کو فریش جوس دو

(ملازمہ میراب کو جوس پکڑاتی ہے)

(تبسّم بیگم میراب سے مخاطب ہوتے ہوئے۔)

تبسّم بیگم: آج میرا بیٹا آفس سے لیٹ نہیں ہو گیا؟

(میراب جوس کا ایک سِپ Sip لیتے ہوئے جواب دیتا ہے۔)

میراب: جی مام (Mom) بس رات کو کام کی وجہ سے لیٹ سویا تھا۔

(تبسّم بیگم میراب کو پیار کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہتی ہیں۔)

تبسّم بیگم: تھک جاتا ہو گا میرا بیٹا، آفس کا اتنا کام کرتے ہوئے۔

(طارق صاحب چائے پیتے ہوئے میراب سے مخاطب ہوتے ہیں۔)

طارق: تمہیں Award Ceremony کا invitation تو مل گیا ہو گا۔

(میراب سلائس پہ مکھن لگاتے ہوئے جواب دیتا ہے۔)

میراب: yes dad بالکل مجھے مل گیا ہے۔

(طارق میراب کی طرف رُخ موڑتے ہوئے۔)

طارق: تو پھر تو یہ ایوارڈ ہمیں ہی ملنا چاہیے۔

میراب: جی Dad ہمیشہ کی طرح یہ ایوارڈ ہمیں ہی ملے گا۔

(طارق صاحب چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے۔)

طارق صاحب: جب سے میرے بھائی شہباز کا انتقال ہوا تھا اُس کی کمپنی اُس کے قریبی دوست سکندر کے رحم و کرم پہ تھی جس سے ہمیں کوئی ڈر خطرہ نہیں تھا لیکن اب وہ کمپنی میری بھتیجی ازنی کے ہاتھوں میں ہے جس کو اُس نے تھوڑے سے

وقت میں ہی ہماری کمپنی کے مقابلے میں کھڑا کر دیا ہے۔اور اس بار تو اُسے بھی Top companies میں Nominate کیا گیا ہے۔

(تبسّم بیگم شہباز کے ذکر سے تپتے ہوئے۔)

تبسّم بیگم: کبھی اُس کی مغرور اور خودسر بیٹی نے آپ کو تایا والی عزت دی ہے؟

(طارق صاحب استہزائیہ انداز میں کہتے ہوئے۔)

طارق: تو ہم نے کب اُس کو اپنی بھتیجی سمجھا ہے۔

---

(عالیہ بیگم نے آنکھیں کھولتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھتی ہیں۔صبح کے 10 بج رہے ہوتے ہیں۔عالیہ بیگم نے سائیڈ ٹیبل کا سہارا لے کر اپنا سر بیڈ (Bed) کے ساتھ لگایا اور آنکھیں بند کر لیں۔دروازے پہ دستک ہوتی ہے۔)

عالیہ بیگم: آجاؤ (شہناز کمرے میں داخل ہوتی ہے۔)

شہناز: بی بی جی آپ کی طبیعت کیسی ہے اب۔

(عالیہ بیگم اُس کی بات کا جواب دیئے بغیر اُس سے پوچھتی ہیں۔)

عالیہ بیگم: اِزنیٰ بی بی آفس چلی گئی ہیں؟

شہناز: جی بی بی جی آج وہ آفس جلدی گئی ہیں۔

عالیہ بیگم: دیکھو ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی ہفتہ ہفتہ میں اُس کی شکل نہیں دیکھتی۔

(شہناز عالیہ بیگم کے بال سلجھاتے ہوئے۔)

شہناز: بی بی جی آپ نے بھی تو انہیں صاحب کی وفات کے بعد خود سے دور کر دیا تھا۔اب وہ کیا کریں۔اُنہیں آپ کے بغیر رہنے کی عادت ہوگئی ہے۔

(عالیہ بیگم لمبی سانس لیتے ہوئے۔)

عالیہ بیگم: میں کیا کرتی؟ شہباز کے جانے کے بعد تو میں بھی آدھا سانس ہی لے رہی ہوں۔ میں نے تو خود پہ جینا حرام کر دیا تھا۔

(شہناز کچھ دیر خاموشی کے بعد بولتی ہے۔)

شہناز: لیکن بی بی جی آپ کے سامنے اِزنیٰ بی بی تو تھیں۔ آپ اُن کے لیے ہی جیتیں۔

(عالیہ بیگم نے شہناز کی بات سن کر اپنا سر اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔)

عالیہ بیگم: مجھے کہاں ہوش تھا۔ اور جب اس بات کا ہوش آیا۔ تب تک وہ بڑی ہو گئی تھی۔ میں نے اپنا اور اُس کا بہت بڑا نقصان کر دیا شہناز۔ اُس نے پڑھائی مکمل کر کے سارا بزنس سنبھال لیا۔ لیکن آج تک اُس نے اپنا کوئی دوست نہیں بنایا۔

(شہناز عالیہ بیگم کو سہارا دیتے ہوئے سنبھالنے کے انداز میں کہتی ہے۔)

شہناز: بی بی جی۔ اب یہ سب چھوڑیں یہی سوچ سوچ کر تو آپ ٹھیک نہیں ہوتیں۔ آئیں آپ Fresh ہو جائیں۔ ناشتہ کے بعد آپ نے دوا بھی تو لینی ہے۔

---

(ازنیٰ آفس کے اندر داخل ہوتی ہے۔)

(ایک عالی شان عمارت کے پانچویں فلور پر واقع ہے۔ مذکورہ آفس کی تعمیر میں ۷۰ فیصد گلاس استعمال کیا گیا ہے۔ گویا وہ کسی کانچ کے محل سے کم نہیں ہے)

(گارڈ اُسے دیکھتے ہی سلام کرتا ہے۔)

(اِزنیٰ ایک نظر اپنے اسٹاف پہ ڈالتے ہوئے اپنے آفس میں داخل ہوتی ہے۔ اور اپنی سیٹ

Seat پہ جا کے بیٹھتی ہے۔)

(اسلم صاحب دروازہ Knock کر کے اندر آنے کی اجازت لیتے ہیں۔اسلم صاحب اِزنیٰ کے والد کے ٹائم سے اس کمپنی میں ملازم ہیں۔)

اسلم صاحب: میڈم آج ہماری imperial tower کے مینجر کے ساتھ میٹنگ ہے اور اگر یہ کام ہو گیا اور ہماری Deal اُن کے ساتھ فائنل ہو گئی تو ہماری کمپنی کو بہت بڑا فائدہ ہو گا۔

(اِزنیٰ ٹیبل پر آگے جھکتے ہوئے مغرور انداز میں کہتی ہے۔)

اِزنیٰ: Oh really اسلم صاحب آپ کو لگتا ہے کہ ہمیں اپنی کمپنی کو چلانے اور نام بنانے کے لیے اِن کی deal کی ضرورت ہے۔

(اسلم صاحب دھیمی مسکراہٹ سے کہتے ہوئے۔)

اسلم صاحب: لیکن میڈم ہمیں آگے کام کرنے کے لیے اچھے Contractors کی ضرورت تو ہے نا؟ یہ ایک Fly over کا Project ہے۔

(اِزنیٰ اسلم صاحب کی بات کاٹتے ہوئے۔)

اِزنیٰ: Now you can leave، میٹنگ کے وقت مجھے Inform کر دینا۔

(اسلم صاحب واپس پلٹتے ہوئے۔)

اسلم صاحب: جی میڈم میں آپ کو بتا دوں گا۔

(اسلم صاحب جاتے ہوئے سوچ رہے ہیں۔)

خدا جانے اس عورت کا غرور کب ٹوٹے گا۔شہباز صاحب کا مزاج تو بہت ہی نیک تھا۔پتہ نہیں میڈم کس پر گئی ہیں۔

---

(شاہ میر جو کہ بہت ہینڈسم اور جوان لڑکا ہے)

شاہ میر اپنے کمرے میں تیار ہو کے ہاتھ پہ گھڑی باندھ رہا ہوتا ہے کہ اتنے میں دروازے پہ دستک ہوتی ہے۔

شاہ میر: آجاؤ

(ملازم دروازہ کھول کے اندر داخل ہوتا ہے اور کہتا ہے۔)

ملازم: صاحب نیچے آپ کو بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔

(شاہ میر سر کے اشارے سے ہاں کہتا ہے ملازم چلا جاتا ہے۔)

شاہ میر مسکراتے ہوئے Dinning Room میں داخل ہو کے سکندر صاحب کی گال سے گال جوڑ کے اُنہیں پیار کرتا ہے۔

(سکندر صاحب مسکراتے ہوئے)

سکندر صاحب: تمہارے انتظار میں تو میں ناشتہ کر چکا ہوں۔

(شاہ میر کرسی پہ بیٹھتے ہوئے)

شاہ میر: میں ناشتہ کروں گا بھی نہیں صرف ایک کپ کافی پیوں گا۔

(سکندر صاحب سر ہلاتے ہوئے)

سکندر صاحب: ٹھیک ہے میں اب ذرا فیکٹری جاؤں گا۔ کچھ مشینیں Repair ہو کے آئی ہیں تو میں اُنہیں خود دیکھنا چاہوں گا۔ اگر ملازموں کے سر پہ چھوڑا تو کوئی ٹھیک سے چیک نہیں کرے گا۔

(شاہ میر کافی کا sip لیتے ہوئے۔)

شاہ میر: ٹھیک ہے بابا آپ جائیں میں بھی آتا ہوں۔

(سکندر صاحب نہیں میں سر ہلاتے ہوئے۔)

سکندر صاحب: نہیں نہیں تم فیکٹری نہیں آؤ تم ایسا کرو اِزنیٰ کی پسند کے پھول لے کے اُس کے آفس اُس کی Nomination کی مبارکباد دینے چلے جاؤ۔

(شاہ میر حیرت سے)

شاہ میر: صرف Nomination پہ؟؟

سکندر صاحب: ہاں تم دونوں بچپن سے بہت اچھے دوست رہ چکے ہو تو اُس کی کمپنی اس کی محنت سے پہلی بار ایوارڈ کے لیے Nominate ہوئی ہے۔تو ہمیں اُس کو wish کرنے جانے چاہیے۔

(شاہ میر ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے)

''اُس کی پسند کے پھول''؟

شاہ میر: اُس کی پسند اب بدل گئی ہے بابا۔

(سکندر صاحب معنی خیز انداز میں اُس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے۔)

سکندر صاحب: لیکن تمہاری پسند تو ابھی تک وہی ہے نا۔

(شاہ میر کھل کر مسکراتے ہوئے سر ہلاتا ہے)

(سکندر صاحب شاہ میر کو تنگ کرنے کے انداز میں)

سکندر صاحب: جب پسند اِزنیٰ ہے تو پھر تم نے اتنی زیادہ لڑکیاں دوست کیوں بنا رکھی ہیں؟

(شاہ میر سکندر صاحب کو آنکھ مارتے ہوئے)

شاہ میر: یہ سب تو ٹائم پاس ہیں بابا۔شادی تو میں صرف اِزنیٰ سے ہی کروں گا۔

---

آفس کا دروازہ knock ہوتا ہے۔اسلم صاحب آفس میں داخل ہوتے ہیں۔

ازنیٰ: yes

اسلم: Madam میٹنگ Ready ہے۔

(ازنیٰ سرہلا کے اپنا laptop بند کرتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔
ازنیٰ Meeting Room میں داخل ہوتی ہے۔وہاں بیٹھے ہوئے تمام افراد اُس کے آنے پہ کھڑے ہوجاتے ہیں۔ازنیٰ بشاش آواز میں سب کو سلام کرتی ہے اور Head Chair پہ جاکے بیٹھ جاتی ہے۔)

ازنیٰ: السلام علیکم!

(میٹنگ میں موجود تمام افراد سرہلا کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اپنی اپنی نشستوں پہ بیٹھ جاتے ہیں۔ازنیٰ کے سٹاف میں سے ایک employee آنے والی کمپنی کے آفیسرز کو L.E.D پہ Project کی Detail بتارہا ہوتا ہے۔اُس کی Presentation سننے کے بعد آئے ہوئے دوسری کمپنی کے لوگ خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے ازنیٰ کو اتنی اچھی Presentation پہ سراہتے ہیں۔)

دوسری کمپنی کا فرد: میڈم آپکا کام تو ہماری سوچ سے بڑھ کر ہے آپ کے ساتھ کام کرکے ہمیں اچھا لگے گا۔

(ازنیٰ کے چہرے پہ مغرورسی مسکراہٹ آتی ہے)

(ازنیٰ میٹنگ ختم ہونے کے بعد اپنی کُرسی سے اُٹھ رہی ہوتی ہے کہ اُس کے آفس کا ایک Employee اُسے مخاطب ہوتے ہوئے کہتا ہے۔)

Employee: میڈم اِس پروجیکٹ کے بارے میں، میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ۔۔۔۔۔

(اِزنیٰ اُسے ٹوکتے ہوئے فوراً جواب دیتی ہے۔)

اِزنیٰ: مجھے اِس میں کوئی Interest نہیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں کیا چاہتی ہوں وہ ضروری ہے۔ (یہ کہہ کر اِزنیٰ روم سے نکل جاتی ہے)

(خفت کے مارے employee فائل میں Paper ٹھیک کرنے لگ جاتا ہے اور ساتھ ہی بُڑ بڑاتا ہے۔)

Employee: پھر ہمیں رکھا ہی کیوں ہے۔ جب ہماری کوئی بات سننی ہی نہیں ہے۔

---

(تبسم بیگم ہادی کے کمرے میں داخل ہوتی ہیں۔ وہ اُس کے کمرے کی کھڑکیوں سے پردے ہٹاتے ہوئے اُسے مخاطب کرتی ہیں۔)

تبسّم بیگم: ہادی دوپہر ہونے کو ہے۔ اور تم ابھی تک سو رہے ہو تم نے یونیورسٹی مِس کر دی ہے۔

(ہادی جو اپنے بیڈ پہ اوندھا لیٹا ہوتا ہے کمبل میں منہ دیے ہوئے جواب دیتا ہے۔)

ہادی: Mom پلیز میں رات کو بھی لیٹ آیا تھا۔

تبسّم بیگم: تمہارا باپ پہلے ہی غصے میں ہے نہ تو تم بزنس میں Interest لیتے ہو نہ پڑھائی میں۔ اُن کو پتہ چلا کہ تم رات رات بھر دوستوں کے ساتھ ہوتے ہو تو وہ تمہاری پڑھائی چھڑوا کے تمہیں اپنے ساتھ آفس لے جایا کریں گے۔

(ہادی بمشکل اُٹھ کے بیٹھتا ہے اپنی آنکھیں ملتا ہوا بے فکری سے کہتا ہے)

ہادی: یار mom بھائی ہے نا۔ بابا کی help کرنے کے لیے۔ اور میرا Final year چل رہا ہے۔ پلیز مجھے میری لائف انجوائے کرنے دیں۔ پھر میں

دیکھ لوں گا میں نے کیا کرنا ہے۔

(تبسّم بیگم ڈانٹنے کے انداز میں)

تبسم بیگم: چپ کر جاؤ۔ تمہارے باپ نے سُن لیا تو نئی مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ نیچے آؤ میں تمہارے لیے ناشتہ لگواتی ہوں۔

(ہادی annoying ہوتے ہوئے)

ہادی: ok mom میں آتا ہوں آپ جائیں۔

---

(میراب اپنے آفس میں بیٹھا ہوا ہے اُس کے سامنے اُس کے Senior سٹاف کے کچھ لوگ بیٹھے ہیں اور اُس سے کہہ رہے ہیں۔)

سٹاف ممبر: سر! اس بار ایوارڈ ملنے پر بھی ہم ایک شاندار پارٹی آپ سے لیں گے۔

(میراب غرور سے مسکراتے ہوئے)

میراب: ہاں ہاں کیوں نہیں ہمیشہ کی طرح اپنی اس کامیابی کو بھی ہم بہت شاندار طریقے سے celebrate کریں گے۔

---

(اِزنیٰ آفس کے اپنے روم میں داخل ہوتی ہے تو سامنے شاہ میر سفید پھولوں کا گلدستہ لیے اُس کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ اُسے دیکھتے ہی وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا ہے اور مسکر کے اُس کی جانب گلدستہ بڑھاتے ہوئے کہتا ہے)

شاہ میر: congratulation Izna

اِزنیٰ گلدستہ پکڑ کے انجان انداز میں اُس سے پوچھتی ہے۔

اِزنیٰ: یہ کس لیے؟ (شاہ میر کُرسی پہ بیٹھتے ہوئے)

شاہ میر: یہ تمہاری ایوارڈ nomination کی خوشی میں اتنے کم ٹائم میں تم نے اِس کمپنی کو Top Companies میں جو شامل کر دیا ہے۔

(ازنٰی ادائے بے نیازی سے جواب دیتے ہوئے)

ازنٰی: oh come on Shahmer یہ تو تم award ملنے کے بعد بھی دے سکتے تھے۔

(شاہ میر قہقہہ لگا کے سوالیہ انداز میں)

شاہ میر: ملنے کے بعد؟؟

(جیسے تمہیں پورا یقین ہے کہ ایوارڈ تمہیں ہی ملے گا۔ شاید تم بھول رہی ہو کہ طارق کمپنی بھی اس فہرست میں شامل ہے)

(اِزنٰی استہزائیہ انداز میں کہتے ہوئے)

اِزنٰی: طارق کمپنی؟؟ اُس کو تو میں اپنے مقابلے کے قابل بھی نہیں سمجھتی۔

(شاہ میر اُسے چھیڑنے کے انداز میں)

شاہ میر: لیکن وہ تمہارے تایا کی کمپنی ہے ہمیشہ کی طرح اِس بار بھی وہ ایوارڈ لے سکتی ہے۔

(اِزنٰی کا چہرہ یک دم سے تاریک ہو جاتا ہے وہ سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے)

ازنٰی: میں نے انہیں کبھی اپنا تایا نہیں سمجھا، شاہ میر تمہیں پتہ ہے بابا کے جانے کے بعد اُن کا رویہ ہمارے ساتھ کیسا رہا ہے۔

(شاہ میر اُسے cheer up کرتے ہوئے کہتا ہے۔)

شاہ میر: اچھا چلو ایک کپ کافی تو پلاؤ۔

(ازنی فون پہ کافی کا آرڈر دیتی ہے)

---

(شاہ میر ایک خوبصورت گھر کے سامنے اپنی گاڑی کو روکتا ہے اور ساتھ بیٹھی لڑکی (ایشاء) کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہتا ہے)

شاہ میر: اوکے میری جان۔ آج کا ڈنر بہت اچھا رہا۔ اور آج کی شام بہت خوبصورت بالکل تمہاری طرح۔ (ایشاء ایک ادا سے مسکراتی ہوئے)

ایشاء: اگر تمہیں یہ سب اتنا اچھا لگتا ہے تو پھر تم مجھ سے اتنے دنوں کے بعد کیوں ملتے ہو۔

(شاہ میر چہرے پہ کمینگی مسکراہٹ کے ساتھ سوچتا ہے)

شاہ میر: اگر تمہیں اتنا وقت دوں تو باقی لڑکیوں کا کیا ہوگا۔

ایشاء: شاہ میر میں تم سے بات کر رہی ہوں۔ (ایشاء اُسے ٹوکتے ہوئے)

شاہ میر: تمہیں تو پتہ ہے میں کتنا مصروف رہتا ہوں اتنا بڑا بزنس بابا اکیلے نہیں سنبھال سکتے لیکن میں تم سے پرامس کرتا ہوں کہ ہم بہت جلد ملیں گے۔

(ایشاء اُسے Bye بول کے نیچے اُتر جاتی ہے)

---

(شہناز عالیہ بیگم کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے عالیہ بیگم بیڈ پر نیم دراز لیٹی ہوئی ہوتی ہیں وہ آنکھیں بند کیے ہوئے ہی آواز دیتی ہیں)

عالیہ بیگم: آجاؤ

(شہناز دروازہ کھول کے اندر داخل ہوتی ہے اور اُسے بتاتی ہے)

شہناز: بیگم صاحبہ، آپ سے ملنے سکندر صاحب آئے ہیں۔

عالیہ بیگم: تم جاؤ اور اُنہیں بٹھاؤ میں بس آتی ہوں۔

(سکندر صاحب کا نام سن کے عالیہ بیگم نہ چاہتے ہوئے بھی اُٹھنے کی کوشش کرتی ہیں شہناز آگے بڑھ کے اُنہیں سہارا دیتی ہیں)

(عالیہ بیگم ڈرائینگ روم میں داخل ہوتی ہیں)

(سکندر صاحب اُنہیں دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سلام کرتے ہیں)

(عالیہ بیگم انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے جواب دیتی ہیں)

عالیہ بیگم: وعلیکم السلام بھائی آپ کیسے ہیں؟

(سکندر صاحب بیٹھتے ہوئے جواب دیتے ہیں)

سکندر صاحب: سب شکر ہے ہماری گڑیا کیسی ہے؟

(اِزنیٰ کا نام سن کہ عالیہ بیگم ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: مجھے بھی نہیں پتہ بھائی صاحب کہ وہ کیسی ہے کس قدر بدگمان ہوگئی ہے وہ مجھ سے۔شہباز کے جانے کے بعد میرا تو گھر ہی بکھر کر رہ گیا ہے۔

(سکندر صاحب اُنہیں حوصلہ دینے کے انداز میں جواب دیتے ہیں)

سکندر صاحب: بھابھی آپ پریشان نہ ہوں وہ اب اپنا خود خیال رکھ سکتی ہے وہ بہت سمجھدار ہے میں آپ سے ایک ضروری بات کرنے کے لیے آیا ہوں۔

عالیہ بیگم سکندر صاحب کو (نہ سمجھی کے انداز میں دیکھتے ہوئے)

(ہارن کی آواز پہ چوکیدار بھاگتے ہوئے دروازہ کھولتا ہے گاڑی اندر آ کے رکتی ہے کریم بابا فوراً اس سے نیچے اتر کے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولتے ہیں اِزنیٰ گاڑی سے نیچے اترتی ہے)

(کار پورچ میں سکندر صاحب کی گاڑی کھڑی دیکھ کر وہ اپنا رُخ

Drawing room کی طرف کر لیتی ہے۔)

(اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے سکندر صاحب عالیہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہتے ہیں)

سکندر صاحب: میں اب شاہ میر کی شادی کروانا چاہتا ہوں اور اُس کی دلہن کے روپ میں میں نے ہمیشہ اِزنیٰ کو ہی دیکھا ہے اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں باقاعدہ رشتہ لے کے آؤں گا۔

(عالیہ بیگم سکندر صاحب کی بات سن کے کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: مجھے تو اس رشتہ سے کوئی اعتراض نہیں۔

(اسی وقت اِزنیٰ کی آواز آتی ہے)

اِزنیٰ: لیکن مجھے اعتراض ہے۔

(اِزنیٰ کی آواز پہ سکندر صاحب اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

سکندر صاحب: لیکن کس بات پہ؟

(اِزنیٰ ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے ہوتے حتمی انداز میں کہتی ہے)

اِزنیٰ: مجھے شاہ میر جیسے لڑکے سے شادی نہیں کرنی۔

(سکندر صاحب حیرت سے)

سکندر صاحب: لیکن شاہ میر میں کیا بُرائی ہے؟

(اِزنیٰ غصّے میں اپنا رُخ پھیر لیتی ہے اور اِسی انداز میں کہتی ہے)

اِزنیٰ: کوئی ایک بُرائی ہو تو بتاؤں نا۔

(عالیہ بیگم جو خاموشی سے بیٹھی سب دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ اِزنیٰ کے لہجے سے

شرمندہ ہو کر کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: ازنیٰ تم اپنے کمرے میں جاؤ میں بات کر رہی ہوں نا۔

(ازنیٰ عالیہ بیگم کی آواز پہ پلٹ کے اُن کی طرف دیکھتی ہے۔ وہ چلتے ہوئے اُن کے مقابل آتی ہے اور اپنے دونوں بازوں کو سینے پہ باندھتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہتی ہیں)

ازنیٰ: اوہ اچھا مما۔ کبھی مجھ سے تو بات کرنے کا وقت ملا نہیں آپ کو۔ تو میرے بارے میں بات کرنے کا کیسے مل گیا؟

(ازنیٰ اپنی بات ختم کر کے سکندر صاحب کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور کہتی ہے۔)

ازنیٰ: سکندر انکل آپ ایسے تو سو بار آسکتے ہیں۔ لیکن اِس مقصد کے لیے دوبارہ کبھی نہ آیئے گا۔

(ازنیٰ یہ کہہ کے غصہ میں اپنے کمرے کی طرف نکل جاتی ہے۔ سکندر صاحب حیرت غصّے اور مایوسی کے ملے جلے اثرات لے کے عالیہ بیگم کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ عالیہ بیگم جیسے سکندر صاحب کو یقین دلانے کے انداز میں کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے سمجھاؤں گی۔

---

(شاہ میر لان میں ٹہلتے ہوئے سکندر صاحب کا انتظار کرتے ہوئے سوچ رہا ہے)

شاہ میر: پتہ نہیں بابا ابھی تک نہیں آئے خُدا جانے وہاں کیا چل رہا ہوگا۔

(یہی سوچتے ہوئے وہ سکندر صاحب کا نمبر ملاتا ہے۔ دو، تین بار کوشش کرنے

پہ بھی سکندر صاحب اُس کا فون نہیں اُٹھاتے تو شاہ میر جھنجھلا کے ملازم کو آواز دیتا ہے)

شاہ میر: نبی بخش۔

(شاہ میر کا ملازم (نبی بخش) اُس کی آواز پہ دوڑا ہوا اُس کے پاس آتا ہے)

نبی بخش: جی صاحب! (شاہ میر اُس سے پوچھتا ہے)

شاہ میر: بابا کو گئے ہوئے کتنا وقت ہو گیا ہے؟

نبی بخش: صاحب کو گئے ہوئے کافی وقت ہو گیا ہے۔ (شاہ میر حیرت سے)

شاہ میر: بابا کچھ بتا کے گئے تھے کہ وہ کب تک آئیں گے؟

ملازم شاہ میر کی بات سن کر نفی میں سر ہلا دیتا ہے۔

(شاہ میر بے چینی سے پھر سے لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے سکندر صاحب کو فون ملانے لگ جاتا ہے۔ اتنے میں لان میں کار پورچ میں گاڑی آ کے رُکتی ہے۔ سکندر صاحب کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ وہیں لان میں پڑی کرسی پہ بیٹھ جاتے ہیں۔ اور غصّے میں بولنے لگ جاتے ہیں)

سکندر صاحب: اس قدر خودسر ہو گئی ہے۔ میرے سارے احسان بھول گئی ہے۔ کہ کسطرح شہباز کے انتقال کے بعد میں نے عالیہ اور اِزنیٰ کا خیال رکھا ہے۔ اپنی فیکٹری کو چھوڑ کہ اُن کی کمپنی کو وقت دیا۔

(شاہ میر پریشانی سے سکندر صاحب کو دیکھتے ہوئے پوچھتا ہے)

شاہ میر: کیا ہوا بابا؟ سب ٹھیک ہے؟

سکندر صاحب: اِزنیٰ نے تمہارے رشتے کے لیے میرے منہ پہ انکار کر دیا ہے۔

(شاہ میر آگے بڑھ کے اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور کہتا ہے)

شاہ میر: Don't Worry Baba اِزنیٰ کو تو میں منا ہی لوں گا۔

-------------------------------------

(شہناز اِزنیٰ کے کمرے میں داخل ہوتی ہے)

شہناز: اِزنیٰ بی بی بڑی بی بی آپ کو اپنے کمرے میں بلا رہی ہیں۔

(اِزنیٰ سر ہلا کے پھر سے Laptop میں Busy ہو جاتی ہے۔تھوڑی دیر بعد اِزنیٰ عالیہ بیگم کے کمرے کی طرف آتی ہے۔شہناز عالیہ بیگم کے کمرے کا دروازہ بند کر کے جا رہی ہوتی ہے اِزنیٰ وہاں آجاتی ہے)

(شہناز اِزنیٰ سے کہتی ہے)

شہناز: بی بی جی۔بڑی بی بی آپ کا انتظار کرتے کرتے سو گئی ہیں۔

(اِزنیٰ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے)

اِزنیٰ: وہ میرا نہیں نیند کا انتظار کرتے کرتے سو گئی ہیں۔

-------------------------------------

(طارق صاحب اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑے باہر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔رات کے اس پہر آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔گاڑی کے ہارن کی آواز سے اُن کی توجہ گیٹ کی طرف جاتی ہے۔وہ متجسس ہو کہ کھڑکی کا پردہ تھوڑا اور ہٹا دیتے ہیں۔چوکیدار کے دروازہ کھولنے پہ ہادی کی گاڑی اندر داخل ہوتی ہے۔وہ ہادی کی گاڑی کو دیکھ کے گھڑی پر نظر ڈالتا ہے۔گھڑی رات کے تین (3) بجا رہی ہوتی ہے۔اُن کی نظریں گھڑی سے ہوتے ہوئے تبسم بیگم پر جاتی ہیں جو اپنے بیڈ پر بہت سکون سے سو رہی ہوتی ہیں۔اُن کے پُرسکون چہرے کو دیکھتے ہوئے طارق صاحب بہت مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہیں)

-------------------------------------

(اِزنیٰ بوتیک میں لگے مختلف Dresses کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔ وہاں کا سٹاف اُسے بڑھ چڑھ کر ایک سے ایک Dress سامنے رکھ رہا ہوتا ہے۔ لیکن اِزنیٰ کسی منفرد Dress کو ڈھونڈ رہی ہوتی ہے۔ اچانک اِزنیٰ کی نظر ایک خوبصورت سے pink ڈریس پر پڑتی ہے۔ اِزنیٰ اُس ڈریس کو اپنے لیے پسند کر لیتی ہے۔ وہ وہاں کاؤنٹر پہ جا کے کہتی ہے)

اِزنیٰ: آپ یہ ڈریس Pack کر کے میرے گھر بھجوا دیں۔

(کاؤنٹر پہ موجود شخص ہاں میں سر ہلا کے اُسے خوشدلی سے خُدا حافظ کہتا ہے)

(اِزنیٰ بوتیک سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھتی ہے۔ کریم بابا اِزنیٰ کو گاڑی کی طرف آتا دیکھ کر گاڑی کا دروازہ اُسکے لیے کھول دیتے ہیں۔ گاڑی میں بیٹھ کے اِزنیٰ کے فون کی Bell بجتی ہے۔ وہ سکرین پہ آئے شاہ میر کا نام دیکھ کہ فون اُٹھاتی ہے اور کہتی ہے)

اِزنیٰ: ہیلو!

(شاہ میر اپنے بیڈ پے لیٹے لیٹے اِزنیٰ کو فون کر رہا ہوتا ہے۔ اِزنیٰ کے ہیلو کی آواز سے اُسکی آواز میں فوراً ایک خوشگواریت کا احساس جاگتا ہے)

شاہ میر: اِزنیٰ تم کہاں ہو۔ میں نے تمہیں رات بھی اتنی calls کی ہیں۔

(اِزنیٰ اطمینان سے جواب دیتے ہوئے)

اِزنیٰ: ہاں رات میں میں کچھ بزی (busy) تھی۔ آفس کا کچھ کام کر رہی تھی۔

(شاہ میر بے چارگی سے التجا کرتے ہوئے)

شاہ میر: کبھی کچھ تھوڑا سا وقت ہمیں بھی دے دیا کریں۔

(اِزنیٰ مغرور انداز میں کہتے ہوئے)

اِزنیٰ: دیکھو شاہ میر مجھے کل سکندر انکل کی بات بالکل پسند نہیں آئی۔

شاہ میر: کیا ہو گیا ہے اِزنیٰ؟ تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتی۔

اِزنیٰ: اِزنیٰ شہباز جس کے لیے لوگ منتظر ہیں۔ کسی ایسے لڑکے سے کیسے شادی کر سکتی ہے جس کو کوئی بھی لڑکی با آسانی حاصل کر لے۔

(شاہ میر ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے)

شاہ میر: اِزنیٰ اگر تمہیں اس سب پہ اعتراض ہے تو میں یہ سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں۔

اِزنیٰ: تم یہ سب کچھ نہیں ایسا کرو میرا پیچھا چھوڑ دو۔

(یہ کہہ کے اِزنیٰ فون بند کر دیتی ہے)

(شاہ میر بند فون کو دیکھتے ہوئے کہتا ہے)

شاہ میر: پیچھا تو میں تمہارا مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔

---

(عالیہ بیگم شہناز کو کہتے ہوئے)

عالیہ بیگم: شہناز مجھے اِزنیٰ کے کمرے کی طرف لے جاؤ۔

(شہناز سہارے سے عالیہ بیگم کو اُٹھاتی ہے اور انھیں اِزنیٰ کے کمرے کی طرف لے کے جاتی ہے)

اِزنیٰ اپنے کمرے میں ایوارڈ پہ جانے کے لیے مکمل تیاری کیے کھڑی ہے۔ اُس کی ملازمہ اُس کے جوتے کے اسٹریپ بند کر دیتی ہے۔ اتنے میں دروازے پہ دستک ہوتی ہے۔)

اِزنیٰ: yes

(شہناز عالیہ بیگم کو لے کے اندر داخل ہوتی ہے۔ شنہاز عالیہ بیگم کو اِزنیٰ کے کمرے میں رکھے ہوئے ایک صوفہ پہ بٹھاتی ہے۔ اِزنیٰ اشارے سے

ملازمہ کو باہر جانے کا کہتی ہے۔ دونوں ملازماؤں کے باہر جانے پہ عالیہ بیگم اِزنیٰ کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: میری بیٹی تو آج کسی پری سے کم نہیں لگ رہی۔

(ازنیٰ اُن کی بات سن کے کوئی بھی ری ایکشن نہیں دیتی۔ وہ پلٹ کے اپنا پرس اُٹھاتی ہے۔ عالیہ بیگم پھر سے اُس سے پوچھتی ہیں)

عالیہ بیگم: تم ایوارڈ کی تقریب پہ جا رہی ہو؟ اللہ کرے یہ ایوارڈ تمہیں ہی ملے۔

(اُن کی بات پہ اِزنیٰ اُنہیں دیکھتی ہے اور طنزیہ انداز میں پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: آپ کو میرے بارے میں اتنا معلوم کرنے کا وقت کہاں سے مل گیا۔

(عالیہ بیگم اُسکی بات کا بُرا منائے بغیر ہی کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: تم تو کچھ بتاتی نہیں ہو۔ کل مجھے سکندر بھائی نے اس بارے میں بتایا تھا۔

(اِزنیٰ سر جھٹک کے کمرے سے باہر نکل جاتی ہے۔ اور با آواز بلند سے کہتی ہے)

اِزنیٰ: شہناز! کریم بابا سے کہو گاڑی نکالیں۔

(اِزنیٰ کے کمرے سے نکلنے کے بعد عالیہ بیگم ایک سرد مسکراہٹ کے ساتھ اُس کے کمرے میں بیٹھی رہ جاتی ہیں)

---

(تبسّم بیگم اپنے گھر کے کچن میں داخل ہوتی ہیں۔ اور ملازمائیوں کو حکم دیتے ہوئے کہتی ہیں)

تبسّم بیگم: آج رات کا سارا کھانا میرے بیٹے میراب کی پسند کا بنے گا۔ اُس کو جو جو پسند ہے تم لوگوں نے صرف وہ بنانا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آج اُس کی کامیابی کو ہم بہت شاندار طریقے سے celebrate کریں۔ میں اِس میں کسی قسم کی

کوئی غلطی برداشت نہیں کروں گی۔ میں اب جا کے باقی انتظام دیکھ لوں۔

---

(عالیہ بیگم اپنے کمرے کی کھڑکی میں سے نیلے فلک کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچ رہی ہیں۔ اتنے میں دروازے پہ دستک ہوتی ہے۔ شہناز کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ نثار صاحب اُن کے مرحوم شوہر (شہباز) کے وکیل ہیں)

عالیہ بیگم: آ جاؤ۔ (بیگم صاحبہ نثار صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں)

عالیہ بیگم: شہناز مجھے اس وقت کسی سے نہیں ملنا۔ تم جا کے کہہ دو میں آرام کر رہی ہوں

(شہناز سر ہلا کے دروازہ بند کر کے چلی جاتی ہیں)

---

(ایوارڈ کی تقریب کا اہتمام بہت بڑے پیمانے پہ کیا گیا ہے۔ اِزنیٰ اسلم صاحب کے ساتھ ہال میں داخل ہوتی ہے۔ لوگ اپنی اپنی نشست پہ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ اِزنیٰ بھی ایک صوفہ پہ جا کے بیٹھ جاتی ہے۔ اسلم صاحب صوفے کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ویٹر اِزنیٰ کو جوس سرو کرتا ہے۔ اتنے میں میراب ہال میں داخل ہوتا ہے۔ بلیک ٹو پیس میں بلاشبہ وہ بھی ہینڈسم لگ رہا ہوتا ہے۔ ہال میں ساری طرف نظر دوڑانے کے بعد میراب اِزنیٰ کے سامنے والی نشست میں جا کہ بیٹھ جاتا ہے۔ اِزنیٰ کی نظر میراب پہ پڑتی ہے۔ میراب ایک مغرور انداز میں اِزنیٰ سے نظر ملنے پر آنکھیں پھیر لیتا ہے)

(اِزنیٰ اُس کی اس حرکت پہ طنزیہ مسکراہٹ سے منہ پھیر لیتی ہے)

(ایوارڈ کی تقریب کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہوتا ہے۔ پہلے ایوارڈ کے لیے شہباز گروپ آف کمپنیز کا نام لیا جاتا ہے۔ اِزنیٰ مکمل اعتماد کے ساتھ ایوارڈ لینے کے لیے اسٹیج کی طرف بڑھتی ہے۔ اس کی نظر میراب کی نظروں سے ٹکراتی ہے۔ اُس کی نظروں میں غرور اور چہرے پہ ایک طنزیہ مسکراہٹ

اُبھرتی ہے۔اسکا نام سن کے میراب پہ جیسے سکتہ طاری ہو جاتا ہے وہ حیرت اور بے یقینی کے سمندر میں جا گرتا ہے اِس پہ اِزنیٰ کی جلی کٹی مسکراہٹ جیسے میراب کے تن بدن میں آگ لگا دیتی ہے۔ میراب غصّے سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اُٹھا کے ہال سے باہر نکلتا ہے۔وہ اپنا غصہ گاڑی کو زور سے لات مارنے اور گھونسے مارنے سے اتارتا ہے۔اُس کا بس نہیں چل رہا ہوتا کہ وہ اس ایوارڈ Ceremony کو آگ لگا دے۔وہ گاڑی کا دروازہ کھول کے گاڑی کے اندر بیٹھ کے اپنی ٹائی کی Knot ڈھیلی کرتا ہے۔اور اسٹیرنگ پہ زور سے مکے مارتا ہوا غصّے سے بُڑبُڑا رہا ہوتا ہے)

میراب: یہ نہیں ہوسکتا ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ کل کی آئی ہوئی مجھے یعنی میراب طارق کو ہرا دے۔

(اتنے میں فون کی بیل بجتی ہے۔سکرین پہ طارق صاحب (Dad) کا نام آتا ہے۔وہ غصہ سے اپنا موبائل ساتھ والی سیٹ پہ پھینک دیتا ہے)

---

(اِزنیٰ ایوارڈ لینے کے بعد مائیک ہاتھ میں لیے کہتی ہے)

اِزنیٰ: مجھے اِس ایوارڈ کی سب سے زیادہ اس لیے خوشی ہو رہی ہے کہ یہ میرا پروفیشنل لائف کا پہلا ایوارڈ ہے۔اِس میں میری اور میری ٹیم کی محنت کے ساتھ ساتھ آپ سب لوگوں کی Appreciation بھی شامل ہے۔میں یقین سے کہتی ہوں کہ آج سے ہر سال ایوارڈ میری کمپنی ہی لے گی۔

(اِزنیٰ کے اِس قدر اعتماد اور غرور پہ سارا ہال مسکراتے ہوئے تالیاں بجانے لگ جاتا ہے۔تالیوں کی آواز پورے ہال میں گونج اُٹھتی ہے۔اِزنیٰ ایک ادا سے اسٹیج سے نیچے اُترتی ہے۔آس پاس کے لوگ اُسے ستائشی نظروں سے

دیکھتے ہوئے مبارکباد دے رہے ہوتے ہیں۔مختلف channels سے آئے ہوئے اینکرز اُس سے سوال کر رہے ہوتے ہیں۔ اِزنیٰ خوشدلی سے مبارک وصول کرتے ہوئے اُن کے سوالات کے جوابات دے رہی ہوتی ہے۔اتنے میں ہجوم میں سے ایک خوبصورت آواز آتی ہے)

عازل کی آواز: Excuse me

(اتنی گھمبیر آواز پہ اِزنیٰ بے ساختہ پلٹتی ہے۔ اُس کے پاؤں کا Balance برقرار نہیں رہتا اور وہ گرنے ہی والی ہوتی ہے کہ پیچھے اُسے عازل مضبوط گرفت سے تھام لیتا ہے)

---------------------------------------

(عالیہ بیگم اِزنیٰ کے بارے میں سوچ رہی ہوتی ہیں۔اسی دوران ان کا سانس بند ہونا شروع ہوتا ہے۔وہ مشکل سے بیل بجاتی ہیں۔(Bell) بیل کی آوزسن کر شہناز بھاگتی ہوئی کمرے میں آتی ہے۔شہناز عالیہ بیگم کی حالت دیکھ کر بوکھلا جاتی ہے۔اور اُونچی اُونچی آواز دینا شروع ہوجاتی ہے)

شہناز: غلام رسول، غلام رسول جلد آؤ، بی بی کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔

(غلام رسول بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے شہناز اُسے کہتے ہوئے)

شہناز: غلام رسول ڈاکٹر کو جلدی سے بلاؤ، اُنہیں بتاؤ بیگم صاحبہ سانس نہیں لے پا رہیں۔

(شہناز عالیہ بیگم کے ہاتھ ملتے ہوئے رو رہی ہوتی ہے)

---------------------------------------

(اتنی مضبوط گرفت پہ اِزنیٰ غصے سے پلٹ کر دیکھتی ہے تو مبہوت رہ جاتی ہے۔بھوری آنکھوں والا

خوبصورت اور ہینڈسم نوجوان پہلی نظر میں ہی ازنیٰ کو متاثر کر جاتا ہے۔ ازنیٰ کسی روبوٹ کی طرح خود کو سنبھال لیتی ہے۔ لیکن اُس کی نظریں جیسے عازل میں کھو جاتی ہیں)

(عازل ازنیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: (Hi mam I am Azil, Azil Mustaq)

Mam i am your big fan

(عازل کی آواز پہ اِزنیٰ جیسے ایک دم چونکتی ہے)

عازل: میں آپ کے بزنس rules کو آپ کی طرح فالو کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ کی طرح کامیاب ہوسکوں۔

(عازل مسلسل اُس سے بولے جارہا ہوتا ہے)

میری ایک، نئی اور چھوٹی سی کمپنی ہے۔ ابھی دو سال ہی ہوئے ہیں۔ M.K constructions کے نام سے میری کمپنی ہے میں آپ کو ایوارڈ کی مبارکباد دینے کے لیے آیا ہوں۔

(اِزنیٰ عازل کو دیکھے جارہی ہوتی ہے۔ وہ اُسے کوئی جواب نہیں دے پارہی ہوتی)

(ازنیٰ اُسے مسلسل دیکھے جارہی ہوتی ہے۔ زندگی میں پہلی بار اُسے کوئی اتنا بھا جاتا ہے۔ وہ بمشکل اتنا ہی بول پاتی ہے)

(اِزنیٰ مسکراتے ہوئے کہتی ہے)

اِزنیٰ: Thank You

عازل: Thank to you Mam۔ آپ نے مجھے اتنا وقت دیا۔

(عازل وہاں سے چلا جاتا ہے۔ ازنیٰ وہیں سکتہ کے عالم میں کھڑی رہتی

ہے۔ اسلم صاحب گھبرا کے پوچھتے ہیں)

اسلم صاحب: میڈم! آپ ٹھیک ہیں؟

(اِزنیٰ اُسی کیفیت میں کھڑے سرگوشی کے انداز میں کہتی ہے)

اِزنیٰ: "لگتا ہے میری نظر ٹھہر گئی ہے۔ مجھ پہ نزع کا وقت آ گیا ہے"

(اسلم صاحب نہ سمجھنے والی نظروں سے اُسے دیکھتے رہ جاتے ہیں)

---

(ازنیٰ گھر داخل ہوتے ہی شہناز کو آواز دیتی ہے)

ازنیٰ: شہناز ماما کیسی ہیں۔ (شہناز جلدی سے آتے ہوئے)

شہناز: بیگم صاحبہ اب کافی بہتر ہیں۔ آپ کا پوچھ رہی تھیں۔

(اِزنیٰ سیڑھیوں پہ جاتے ہوئے پیچھے مڑ کے دیکھتی ہے)

اِزنیٰ: ok۔ تم ایسا کرو میرے روم میں Black Coffee لے آؤ میں ماما سے مل کے آتی ہوں۔

(اِزنیٰ عالیہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ عالیہ بیگم اسے دیکھتے ہی خوش ہو جاتی ہیں۔

(اِزنیٰ دروازے پہ ہی کھڑی عالیہ بیگم سے پوچھتی ہیں)

اِزنیٰ: اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟

(عالیہ بیگم دونوں بازو پھیلا کہ اُسے پیار سے بلاتے ہوئے)

عالیہ بیگم: میرا بچہ میں بالکل ٹھیک ہوں یہاں میرے پاس آؤ نا۔ بہت مبارک ہو تمہیں ایوارڈ ملنے کی۔

(اِزنُی اُن کی بات اَن سنی کر دیتی ہے)

اِزنُی: ماما آپ اپنا خیال رکھا کریں۔ اور وقت پہ میڈیسن لیا کریں۔

(عالیہ بیگم اپنے بازو نیچے کر کے مسکراتے ہوئے)

عالیہ بیگم: میری بیماری کا سُن کے تم پریشان ہوگئی ہوگی نا۔

(اِزنُی طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے)

اِزنُی: ماما پچھلے پندرہ سال سے آپ کی بیماری کا ہی سُن رہی ہوں۔ اب مجھے پریشانی نہیں ہوتی۔

(عالیہ بیگم کے چہرے سے ایک دم مسکراہٹ غائب ہوجاتی ہے۔ وہ افسردگی سے اُسے دیکھنے لگتی ہیں)

عالیہ بیگم: میں جانتی ہوں اِزنُی۔ میں کچھ بھی کرلوں تمہارے اور اپنے درمیان اس فاصلے کو ختم نہیں کر سکتی۔

(اِزنُی دروازے کی طرف پلٹتے ہوئے)

اِزنُی: جب آپ جانتی ہیں تو پھر تسلیم کیوں نہیں کر لیتیں۔

(اِزنُی عالیہ بیگم کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف چلی جاتی ہے)

---

(اپنے کمرے کی کھڑکی سے اِزنُی رات کے وقت پورے چاند کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔ پھر ٹھنڈی آہ بھر کے اپنے بیڈ پہ بیٹھتی ہے۔ اور Laptop آن کرتی ہے۔ اُس کا کہیں دل نہیں لگ رہا ہوتا۔ اُسے کوئی بے چینی ہو رہی ہوتی ہے۔ اُسے عازل کا خیال بار بار آ رہا ہوتا ہے وہ سوچتی ہے۔ ایسا بھی کیا ہے اُس میں کہ میں اُس کے بارے میں اتنا سوچ رہی ہوں)

(اِزنُی Laptop بند کر کے لیمپ آف کر کے لیٹ جاتی ہے۔ وہ بے چین ہو کے پھر سے اُٹھ

بیٹھتی ہے اور لیمپ آن کرتی ہے۔ پھر آف کرتی ہے۔ کمرہ لیمپ کی روشنی سے کبھی روشن اور کبھی تاریک ہو رہا ہوتا ہے۔ اُس کے لبوں پہ مسکراہٹ ہوتی ہے اور عازل کا چہرہ اُس کی آنکھوں کے سامنے۔ ایوارڈ شو میں جس طرح عازل اور اِزنی کا آمنا سامنا ہوا تھا وہ سارا منظر اِزنی کی نظروں کے سامنے آجاتا ہے)

---

(طارق صاحب، تبسّم بیگم اور ہادی اپنے گھر کے Sitting Room میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تبسّم بیگم پریشانی کے عالم میں طارق صاحب سے کہتی ہیں)

تبسّم بیگم: آپ میراب کو فون تو کریں۔ پوچھیں تو سہی کہ وہ کہاں رہ گیا ہے۔

(طارق صاحب جھنجھلاتے ہوئے)

طارق صاحب: پچھلے 2 گھنٹے سے میں اُسے فون ہی تو کر رہا ہوں۔ لیکن اُس سے کوئی رابطہ ہی نہیں ہو رہا۔

(تبسّم بیگم پریشانی میں ہاتھ ملتے ہوئے)

تبسّم بیگم: ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اتنا وقت تو وہ کبھی گھر سے باہر نہیں رہا اور نہ ہی اتنا غیر ذمہ دار کہ وہ ہمیں بے خبر رکھے۔ اپنا بتائے بھی نہ اور ہمارا فون بھی نہ اُٹھائے۔

(طارق صاحب صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کے اپنے ایک ہاتھ سے سر دبانے لگتے ہیں۔ ہادی اس ساری پریشانی سے بے خبر اپنے موبائل پہ کوئی ویڈیو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ دیکھتے دیکھتے وہ تبسّم بیگم کو آواز دیتا ہے)

ہادی: ماما پلیز بہت ٹائم ہو گیا ہے اب کھانا لگوا دیں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔

(تبسّم بیگم اُسے آنکھ کے اشارے سے تنبیہ کرتے ہوئے)

(اتنے میں گاڑی کے ہارن کی آواز آتی ہے۔تبسم بیگم خوشی سے کہتے ہوئے)

تبسم بیگم: شکر ہے میراب آ گیا۔

(اتنے میں میراب اندر داخل ہوتا ہے۔ طارق صاحب اُسے دیکھتے ہی پوچھتے ہیں)

طارق صاحب: میراب تم کہاں رہ گئے تھے (تمہارا فون بھی نہیں لگ رہا تھا)

(میراب جواب دیے بغیر اپنا کوٹ اتار کے صوفے پہ پھینکتا ہے۔اور غصے سے طارق صاحب سے کہنے لگتا ہے)

میراب: ایسا نہیں ہوسکتا Dad۔ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟

(طارق صاحب نہ سمجھنے والے انداز میں)

طارق صاحب: کیا نہیں ہوسکتا؟ ایسا کیا ہوا ہے؟

(میراب صوفے پہ بیٹھتے ہوئے)اور غصّے سے چلاتے ہوئے

میراب: مجھے یقین نہیں آرہا Dad کے وہ اِزنیٰ میری آنکھوں کے سامنے ہمارا ایوارڈ لے گئی۔اور اُس کی آنکھوں میں اتنا غرور تھا کہ میرا دل کر رہا تھا کہ میں اُس کی آنکھیں نوچ لوں۔

(میراب ہاتھ کے اشارے سے جیسے سچ میں کسی کے آنکھیں نوچ رہا ہو)

(طارق صاحب جیسے چونکتے ہوئے)

طارق صاحب: کیا مطلب یہ ایوارڈ ہمیں نہیں ملا؟

(تبسّم بیگم شدید حیرت اور غصّے میں بولتے ہوئے)

تبسّم بیگم: یہ تم کیا کہہ رہے ہو میراب؟ وہ کل کی لڑکی اِزنیٰ وہ ایوارڈ لے گئی؟ وہ اِزنیٰ اب میرے بیٹے کا مقابلہ کرے گی؟

(طارق صاحب غصّے میں سر جھٹکتے ہوئے)

طارق صاحب: وہ چھٹا نک بھر کی اِزنی کی یہ مجال؟؟؟

(ہادی اِس سارے منظر سے لاتعلق اپنے موبائل پہ مصروف ہوتا ہے۔ طارق صاحب غصّے سے اُس پہ ایک نظر ڈالتے ہیں۔ میراب غصّہ میں اُٹھ کے اپنے کمرے میں جاتا ہے)

(طارق صاحب ہادی سے کہتے ہیں)

طارق صاحب: ہادی اُٹھو اور جا کے بھائی کو دیکھو۔

(ہادی نہ چاہتے ہوئے بھی اُٹھتا ہے اور منہ میں بڑ بڑاتا ہے)

ہادی: لگتا ہے آج رات کھانا نہیں ملے گا۔

---

(اِزنی بلیک ڈریس میں نیچے اُترتی ہے۔ شہناز اِزنی کو دیکھتے ہی ناشتے کی میز کے پاس آ کھڑی ہوتی ہے۔ اور سوچتی ہے)

شہناز: بی بی جی کتنی خوبصورت ہیں۔ لیکن پھر بھی اکیلی ہیں۔ خدا کرے کہ ان کی زندگی بھی مکمل ہو جائے اور اِن کا اکیلا پن بھی ختم ہو۔

(اِزنی ناشتے کی ٹیبل پہ آ کے بیٹھتی ہے)

(شہناز اِزنی کے لیے گلاس میں جوس ڈالتی ہے۔ اِزنی جوس کا سِپ Sip لیتے ہوئے شہناز سے پوچھتی ہے)

اِزنی: شہناز ماما کی طبیعت اب کیسی ہے؟

(شہناز اِزنی کے آگے پلیٹ رکھتے ہوئے)

شہناز: بی بی جی بیگم صاحبہ تو ابھی تک سو رہی ہیں۔

(اِزنیٰ سر ہلاتے ہوئے)

اِزنیٰ: ماما کی طبیعت اگر ذرا سی بھی خراب ہوئی تو مجھے کال کر لینا۔اور زیادہ سے زیادہ ٹائم اُن کیساتھ گزارو۔

(شہناز سر ہلاتے ہوئے)

شہناز: جی بی بی جی۔

اِزنیٰ: اچھا کریم بابا سے کہو گاڑی نکالیں۔

(اِزنیٰ گاڑی میں بیٹھتی ہے۔کریم بابا اُسے آفس کے لیے لے جا رہے ہوتے ہیں راستے میں کریم بابا اِزنیٰ سے کہتے ہیں)

کریم بابا: بی بی جی مجھے کل کی چھٹی چاہیے تھی۔

(اِزنیٰ جو کہ باہر دیکھ رہی ہوتی ہے کریم بابا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: وہ کیوں کریم بابا؟

کریم بابا: وہ بی بی جی کل جمعرات ہے نا۔تو میں نے مزار پہ جا کے اپنی مَنّت اتارنی ہے۔

(اِزنیٰ دلچسپی سے پوچھتے ہوئے)

اِزنیٰ: کریم بابا آپ بھی اِن باتوں پہ یقین رکھتے ہیں کہ مزاروں پہ جانے سے منتیں پوری ہوتی ہیں؟

کریم بابا: جی بی بی جی۔اُس مزار پہ جانے سے ہر منّت پوری ہوتی ہے۔

(اِزنیٰ ہولے سے مسکراتے ہوئے)

ازنیٰ: ٹھیک ہے کریم بابا لیکن پھر وقت پہ واپس آ جانا۔ آپ کو پتہ ہے مجھے پھر بہت پریشانی ہوتی ہے۔ (کریم بابا جواب میں سر ہلاتے ہوئے کہتے ہیں)

کریم بابا: جی بی بی جی۔ آپ فکر نہ کریں۔

---

(ازنیٰ کے آفس میں داخل ہوتے ہی سٹاف کے تمام افراد اُس کے اعزاز میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ ازنیٰ کو سلام کے بعد ایوارڈ ملنے کی مبارکباد دیتے ہیں۔ ازنیٰ خوش دلی سے اُن کی مبارکباد وصول کرتے ہوئے کہتی ہے)

ازنیٰ: آپ سب کا بہت شکریہ۔ اِس ایوارڈ کے ملنے کی خوشی میں کمپنی نے اِس Weekend پہ بہت بڑی پارٹی کا اہتمام کیا ہے۔ ہم اس خوشی کو بہت اچھے سے celebrate کریں گے۔ کیونکہ یہ ہمارا پہلا ایوارڈ ہے۔ اور Hopefully آپ سب اسی طرح محنت کرتے رہیں گے۔ تو ہم ہر سال اِس خوشی کو اسی طرح سے celebrate کرتے رہیں گے۔

(یہ کہتے ہوئے ازنیٰ اپنے آفس کی طرف جانے لگتی ہے۔ جاتے ہوئے اُس کی نظر اُس کے سٹاف کی ایک لڑکی پہ پڑتی ہے جو کہ بہت اچھے سے تیار ہو کے آفس آئی ہوتی ہے۔ ازنیٰ اُسے دیکھ کے رک جاتی ہے۔ اور اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہے)

ازنیٰ: آپ کسی شادی پہ آئی ہوئی ہیں۔

(لڑکی فوراً گھبرا کے کھڑی ہو جاتی ہے)

ازنیٰ: (بات کو جاری رکھتے ہوئے) یہ چوڑیاں اور جھمکے؟؟؟ آفس کو آفس کی طرح رکھیں Professionalism بھی کوئی چیز ہے۔

(لڑکی شرمندگی سے زمین میں گڑی جا رہی ہوتی ہے۔ وہ نظر اُٹھا کے سٹاف میں سے کسی کو نہیں دیکھ پاتی۔ اپنے آفس میں جا کے ازنیٰ اپنی سیٹ پہ جا کے بیٹھتی ہے۔ اور اسلم صاحب سے کہتی ہے)

ازنیٰ: اسلم صاحب آپ ہمارے سرکل میں آنے والی تمام companies کو پارٹی کا Invitation بھیج دیں۔

(ازنیٰ اپنا pen اُٹھاتی ہے اور اُس سے کھیلنے لگتی ہے)

ازنیٰ: اسلم صاحب کل ایوارڈ میں ایک عازل صاحب آئے ہوئے۔ M.K کنسٹرکشن سے۔

اسلم صاحب: Yes میڈم۔ مجھے بالکل یاد ہے۔

(ازنیٰ کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے)

ازنیٰ: اسلم صاحب آپ اُن کو بھی Invitation بھیج دیں۔

(اسلم صاحب حیرت سے)

اسلم صاحب: میڈم آپ اُس کمپنی کو کیوں Invite کرنا چاہتی ہیں۔ اُسے تو کوئی جانتا بھی نہیں ہے۔

(ازنیٰ اپنے الفاظ پہ دباؤ ڈالتے ہوئے)

ازنیٰ: اسلم صاحب آپ سے جتنا کہا ہے آپ اتنا کریں۔

اسلم صاحب: جی میڈم۔

(ازنیٰ کی نظر اپنے ٹیبل پہ پڑی شہباز صاحب کی تصویر پہ پڑتی ہے۔ جو کہ اُس کے بائیں سائیڈ پر رکھی ہوتی ہے)

اِزنیٰ: اسلم صاحب آپ کو کتنی بار کہا ہے کہ اِس بات کا خیال رکھا کریں کہ بابا کی تصویر left سائیڈ پہ نہیں بلکہ right سائیڈ پہ ہونی چاہیے۔(اِزنیٰ تصویر کو right side پہ رکھتی ہے)

---

(طارق صاحب اور تبسّم بیگم اپنے گھر کے لاؤنج میں ہوتے ہیں۔ ملازمہ اُنہیں چائے serve کررہی ہے۔ اتنے میں میراب داخل ہوتا ہے۔ ٹریک سوٹ میں اُس کا حلیہ کافی رف لگ رہا ہوتا ہے۔ تبسّم بیگم اُسے دیکھتے ہی کہتی ہیں)

تبسّم بیگم: یہ تم نے اپنا کیا حال بنایا ہوا ہے۔ تم نے صبح سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں صبح سے اب تم کمرے سے نکل رہے ہو۔

(میراب ملازمہ کو کافی لانے کا کہتا ہے اور وہیں صوفے پہ بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے)

میراب: میں اپنے ہارنے کا ماتم منارہا ہوں۔

(طارق صاحب چائے کا sip لیتے ہوئے کہتے ہیں)

طارق صاحب: کوا اگر ایسی ایک چال چل گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ باز کا مقابلہ کرے گا۔ کیا ہوا اگر اِزنیٰ ایک ایوارڈ لے گئی تو۔ Just take it easy. میرا بیٹا

(تبسم بیگم تمسخرانہ انداز میں کہتے ہوئے)

تبسّم بیگم: اس کے باپ کو بھی لمبی لمبی چھلانگیں لگانے کی عادت تھی۔ اِزنیٰ خود ہی منہ کے بل گرے گی۔

(میراب چڑتے ہوئے کہتا ہے)

میراب: وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن اتنی Embarrasment ہو رہی ہے مجھے آفس

جاتے ہوئے۔

طارق صاحب: کیا ہو گیا تمہیں ؟ اب اِس بات کو لے کے کیا تم گھر بیٹھ جاؤ گے؟ لوگوں کو face کرو اور کل سے آفس جاؤ۔

---

(عالیہ بیگم اپنے کمرے میں بہت پریشان بیٹھی ہوئی ہیں۔ وہ بار بار اِزنیٰ کے رویہ کو یاد کر رہی ہیں۔ کس طرح اِزنیٰ ہر کسی سے بدگمان ہوگئی ہے۔ سوچتے سوچتے عالیہ بیگم صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کے آنکھیں موند لیتی ہیں۔ پرانا وقت گویا اُن کی نظروں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنا شروع ہو جاتا ہے)

(عالیہ بیگم اِزنیٰ کی پیدائش کے بعد اپنے کمرے میں داخل ہو رہی ہیں)

(شہباز عالیہ بیگم کے ساتھ ہے۔ خوشی اُن کے چہرے کے ہر حصّہ سے چھلک رہی ہے۔ وہ عالیہ بیگم کو بیڈ پہ بٹھاتا ہے۔ اِزنیٰ عالیہ بیگم کی گود میں ہوتی ہے۔ شہباز جھک کر اِزنیٰ (جو کہ نومولود بچی ہے) کا ماتھا چومتا ہے اور عالیہ بیگم سے کہتا ہے)

شہباز: بیوی کے روپ میں مجھے تم سے محبت تھی ہی۔ لیکن اب اپنی بیٹی کی ماں کے روپ میں تو تم میرے دل کے اور قریب ہوگئی ہو۔

(شہباز محبت سے اپنا ہاتھ عالیہ بیگم کے ہاتھ پہ رکھتا ہے)

شہباز: سچ میں عالیہ تم نے میری زندگی مکمل کر دی ہے۔

(شہباز کا اتنا کہنا تھا کہ دروازے پہ دستک ہوتی ہے۔ شہباز بلند آواز میں کہتا ہے)

شہباز: آجاؤ۔

(ملازم اندر داخل ہو کے اُسے دو ملازموں کے آنے کی اطلاع دیتا ہے)

شہباز: ٹھیک ہے۔تم انہیں کام سمجھا دو۔

(ملازم سر ہلا کے کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔عالیہ بیگم یہ سن کے حیرت سے پوچھتی ہیں)

عالیہ بیگم: شہباز مزید دو ملازموں کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟

(شہباز مسکراتے ہوئے اِزنیٰ (جو کہ عالیہ کی گود میں ہے) کو پیار کرتے ہوئے کہتا ہے)

شہباز: اِزنیٰ اور تمہارے لیے۔اب تم پہ میری بیٹی کی بھی تو ذمہ داری ہے۔

عالیہ بیگم: مجھے ان سب آسائشوں کی عادت نہیں ہے۔میں آپ کا اور اِزنیٰ کا کام خود کرنا چاہتی ہوں۔

(شہباز نفی میں سر ہلاتے ہوئے)

شہباز: نہیں عالیہ۔اب تم نے سارا دھیان میری بیٹی کو دینا ہے۔تم نے اس کی بہت اچھی تربیت کرنی ہے۔اسے اچھا انسان ہونے کے ساتھ ساتھ خوش اخلاق اور رحم دل بنانا ہے۔وعدہ کرو مجھ سے کہ چاہے میں رہوں یا نہ رہوں تم اِزنیٰ کی اچھی تربیت کرو گی۔

(عالیہ بیگم کی آنکھ ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کھلتی ہے۔اُن کا چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔وہ بہت کرب سے سوچتی ہیں)

عالیہ بیگم: (سوچتے ہوئے) مجھے معاف کر دینا شہباز۔میں آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کر سکی۔

---

(شاہ میر اور سکندر صاحب کھانے کی ٹیبل پہ بیٹھے ہیں۔سکندر صاحب اپنی پلیٹ میں کھانا ڈالتے

ہوئے شاہ میر سے پوچھتے ہیں)

سکندر صاحب: تمہیں اِزنیٰ نے اپنی پارٹی میں Invite کیا ہے؟

شاہ میر: جی بابا۔ مجھے اُس کا Invitation ملا تھا۔

سکندر صاحب: ٹھیک ہے پھر تم چلے جانا۔ میں نہیں جاؤں گا۔

(شاہ میر چاول ڈالتے ڈالتے رُک جاتا ہے)

شاہ میر: کیوں؟

سکندر صاحب: کیوں کہ مجھے ابھی تک اُس کی کی ہوئی بدتمیزی نہیں بھولی۔

(شاہ میر مسکراتے ہوئے کہتا ہے)

شاہ میر: Don't worry Baba اِزنیٰ اب میری ضد بن چکی ہے۔ اُسے میں اب آپ کی بہو بنا کے ہی دم لوں گا۔

سکندر صاحب: شاہ میر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تمہارے لیے لڑکیوں کی کمی ہے کیا۔ اِزنیٰ نہیں مانتی تو نہ مانے۔

(شاہ میر پانی کا گلاس اُٹھاتے ہوئے)

شاہ میر: نہیں بابا وہ میری بچپن کی چاہت ہے۔

(سکندر صاحب چڑتے ہوئے)

سکندر صاحب: ٹھیک ہے جو دل میں آتا ہے کرو۔

---

(شہناز عالیہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ اور عالیہ بیگم سے پوچھتی ہے)

شہناز: بی بی جی۔ آپ کے لیے کھانا لے آؤں۔

**عالیہ بیگم:** نہیں شہناز آج میں کھانا اِزنیٰ کے ساتھ کھاؤں گی تم ایسا کرو باہر ٹیبل پہ کھانا لگوادو۔اور اِزنیٰ کو بھی بلالاؤ۔

(شہناز آگے بڑھ کے عالیہ بیگم کو سہارا دیتے ہوئے)

**شہناز:** جی بی بی جی آئیں میں آپ کو ٹیبل تک چھوڑ آؤں۔

(شہناز عالیہ بیگم کو ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پہ بٹھاتی ہے۔اور اِزنیٰ کو بلانے اُس کے کمرے کی طرف جاتی ہے۔اِزنیٰ اپنے بیڈ پہ بیٹھی کسی گہری سوچ میں گُم بیٹھی ہے۔اتنے میں دروازے پہ دستک ہوتی ہے)

**عالیہ بیگم:** آجاؤ۔

(شہناز دروازہ کھول کے اندر داخل ہوتی ہے اور کہتی ہے)

**شہناز:** جی بی بی جی۔بڑی بیگم صاحبہ آپ کو کھانے کی میز پہ بلا رہی ہیں۔وہ آپ کے ساتھ کھانا کھانا چاہتی ہیں۔

**اِزنیٰ:** مجھے بھوک نہیں ہے۔

(شہناز ڈرتے ڈرتے)

**شہناز:** بی بی جی ایک بات کہوں؟اگر آپ بُرا نہ مانیں۔

**اِزنیٰ:** ہاں بولو۔

**شہناز:** عالیہ بیگم آپ کو کھانے کی ٹیبل پہ دیکھ کے کھل جائیں گی اور آپ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے کھانا بھی ٹھیک سے کھالیں گی۔

(اِزنیٰ شہناز کی بات سن کر چڑ کر جواب دیتے ہوئے)

**اِزنیٰ:** تمہیں ایک بات کی سمجھ نہیں آرہی؟
تمہیں اگر اُن کی اتنی فکر ہو رہی ہے تو تم جا کے اُن کے ساتھ کھانا کھالو۔جب

کہہ دیا ہے کہ مجھے بھوک نہیں ہے تو بس نہیں ہے۔ مجھ سے مزید کوئی فالتو بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم جا سکتی ہے اور دوبارہ مجھے Disturb مت کرنا۔

(شہناز خاموشی سے چلی جاتی ہے اور دروازہ بند کرتے ہوئے سوچتی ہے)

شہناز: اِزنیٰ بی بی اور عالیہ بیگم کی دوریاں تو خدا ہی دور کرے۔

(شہناز عالیہ بیگم کے پاس آتی ہے۔ عالیہ بیگم اُس سے پوچھتی ہیں)

عالیہ بیگم: اِزنیٰ نہیں آئی؟

شہناز: نہیں بی بی جی۔ اُنہیں بھوک نہیں ہے۔

(شہناز عالیہ بیگم کی پلیٹ میں تھوڑے سے چاول ڈالتے ہوئے کہتی ہے)

شہناز: آپ تو کھانا کھالیں بی بی جی۔ آپ کی دوا کا وقت ہو گیا ہے۔

---

(اِزنیٰ مکمل تیار ہونے کے بعد بہت خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے۔ قد آور آئینے کے سامنے جیسے کوئی مورت کھڑی خود کو دیکھ رہی ہو۔ اِزنیٰ جیسے ہی اپنے آپ کو شیشے میں دیکھتی ہے اُس کی آنکھوں کے سامنے عازل آجاتا ہے۔ وہ دھیرے سے مسکرانے لگتی ہے۔ وہ شیشے کے تھوڑا اور قریب آتی ہے اور اپنے آپ کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے سوچتی ہے)

اِزنیٰ: (سوچتے ہوئے) میں اتنی مکمل ہوں کہ کسی بھی چیز کو باآسانی حاصل کر سکتی ہوں۔

(ایک آخری نظر خود پہ ڈال کے وہ اپنا پرس اُٹھاتی ہے اور شہناز کو آواز دیتی ہے)

اِزنیٰ: شہناز، شہناز، شہناز!

(ازنیٰ کی دو تین آوازوں پر شہناز بھاگتی ہوئی اُس کے کمرے میں آتی ہے)

شہناز: جی بی بی جی۔

ازنیٰ: کہاں تھی تم۔ کب سے تمہیں آوازیں دے رہی ہوں۔ گھر میں کوئی آیا ہوا ہے کیا؟

(شہناز ہانپتے ہوئے)

شہناز: جی بی بی جی۔ عالیہ بیگم کے ڈاکٹر صاحب آئے ہوئے ہیں۔

ازنیٰ: کیوں سب خیریت ہے؟

شہناز: جی بی بی جی روٹین کا چیک اپ ہے بس۔

(اِزنیٰ گہری سانس لیتے ہوئے)

اِزنیٰ: اچھا تم کریم بابا سے کہو گاڑی نکالیں۔ اور پلیز ماما کا بہت خیال رکھنا۔

(شہناز سر ہلا کے وہاں سے چلی جاتی ہے۔ وہ کریم بابا کے پاس جاتی ہے اور اُس سے گاڑی نکالنے کو کہتی ہے)

شہناز: کریم بابا۔ گاڑی نکالیں۔ چھوٹی بی بی جی نے جانا ہے۔

(کریم بابا شہناز سے پوچھتے ہیں)

کریم بابا: یہ ڈاکٹر صاحب کیوں آئے ہیں۔ بی بی جی کو کیا ہوا ہے؟

شہناز: ہاں وہ بس بی بی جی کا روٹین کا چیک اپ کرنے آئے ہیں۔ باقی بی بی جی بے چاری تو جیسی تھیں ویسی ہی ہیں۔

کریم بابا اور شہناز دونوں افسردہ ہوتے ہیں اتنے میں اِزنیٰ کار پورچ میں داخل ہوتی ہے۔ کریم بابا فوراً اُس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہیں۔

(اِزنیٰ اپنی دی گئی ڈنر پارٹی میں جیسے شہزادی بن کے ادھر سے اُدھر لوگوں سے مبارکباد وصول کر رہی ہے۔ اتنے میں شاہ میر ہال میں داخل ہوتا ہے اُس کے ہاتھ میں سفید پھولوں کا گلدستہ ہوتا ہے۔ شاہ میر چلتے ہوئے اِزنیٰ کے مقابل آ کے کھڑا ہوتا ہے۔ اور گلدستہ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بہت رومنیٹک آواز میں کہتا ہے)

شاہ میر: "نہیں چاہیے مجھے تیری چاہتوں کی بارش، میں تو تیری محبت کی اِک بوند سے نکھر جاؤں گا"

(اِزنیٰ اُس سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: سکندر انکل نہیں ہیں؟

(شاہ میر اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے تھوڑا سا اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔)

شاہ میر: بابا تم سے تھوڑا سا خفا ہیں۔ کیونکہ تم نے اُن کے بیٹے کا دل جو توڑ دیا ہے۔

اِزنیٰ: اوہ! میں سکندر انکل کو کال کر کے سوری بول دوں گی۔ ویسے شاہ میر مجھے لگا تھا تم بھی نہیں آؤ گے۔

(شاہ میر اِزنیٰ کی طرف جھکے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اپنی پینٹ کی جیبوں (pockets) میں ڈالتے ہوئے مزید رومینٹک انداز میں کہتا ہے)

شاہ میر: ایک آپ کو ہی تو ادا کرتے ہیں ہم باقی کوئی قضا ہو بھی جائے تو ہمیں فرق نہیں پڑتا۔

(اِزنیٰ اکتاہٹ سے بھرے لہجے میں کہتی ہے)

اِزنیٰ: پھر سے فلرٹ۔

(شاہ میر اُسے یقین دلانے والے انداز میں کہتا ہے)

شاہ میر: ایک تمہارے ساتھ ہی تو فلرٹ نہیں کر رہا۔ ایک تمہارے ساتھ ہی تو سیریس

ہوں ہیں۔ آخر تم کب سمجھو گی ازنیٰ؟

(اِزنیٰ سر نفی میں ہلاتے ہوئے اُسے وارننگ والے انداز میں کہتی ہے)

اِزنیٰ: شاہ میر!! لاحاصل کے پیچھے مت بھاگو تھک جاؤ گے۔

شاہ میر: "میں اس قدر جوش سے بھاگ رہا ہوں کہ مجھے تھکنے کا احساس نہیں ہو رہا۔"

(ازنیٰ شاہ میر کی بات سن کے اکتاہٹ سے آنکھیں گھماتی ہے۔ شاہ میر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے)

شاہ میر: ایک دن تمہیں بھی میرے جوش کی قدر ہو گی۔

(اِزنیٰ اُس کی بات سن کے تمسخر سے مسکرا دیتی ہے۔ اور کہتی ہے)

اِزنیٰ: وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔

شاہ میر: تو دیکھتے ہیں۔

(اتنے میں اسلم صاحب اِزنیٰ کے پاس آتے ہیں اور اُسے بتاتے ہیں)

اسلم صاحب: میڈم اقبال گروپ آف کمپنیز کے اونر اقبال صاحب آ چکے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

(اِزنیٰ شاہ میر سے excuse کر کے گلدستہ اسلم صاحب کو پکڑاتے ہوئے آگے بڑھ جاتی ہے)

---

(ڈاکٹر صاحب عالیہ بیگم کا مکمل چیک اپ کرنے کے بعد اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ عالیہ بیگم انجکشن کے زیر اثر گہری نیند سو رہی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنا بیگ اُٹھاتے ہیں اور دروازے کی طرف چلنے لگتے ہیں۔ شہناز ڈاکٹر صاحب کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ باہر نکل کے شہناز آرام سے عالیہ بیگم کے کمرے کا دروازہ بند کرتی ہے اور ڈاکٹر صاحب سے پوچھتی ہے)

شہناز: ڈاکٹر صاحب سب ٹھیک ہے نا؟

(ڈاکٹر صاحب نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیتے ہیں۔ اُنکے لہجے میں فکر ہوتی ہے)

ڈاکٹر: نہیں۔ یہ تو اچھی خاصی Improvement کی طرف جاتے جاتے پھر سے اُسی stage پہ آ گئی ہیں۔ کیا یہ medicines اپنے ٹائم پہ لے رہی ہیں نا؟؟؟

شہناز: جی جی ڈاکٹر صاحب۔ میں انہیں تمام دوائی وقت پر دیتی ہوں اور اِن کا بہت زیادہ خیال رکھتی ہوں۔

(ڈاکٹر صاحب سوچتے ہوئے)

ڈاکٹر: پھر ایسی کیا وجہ ہے کہ یہ دوبارہ سے ذہنی طور پہ پیچھے کی طرف جا رہی ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ پھر سے stress لے رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے اِن کی یہ حالت دوبارہ ہو رہی ہے۔ آپ پلیز ان کے دوائی کے ساتھ ساتھ اِن کی خوراک کا بھی بہت زیادہ خیال رکھیں اور اِنہیں خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ تاکہ یہ اپنے mental stress سے نکل سکیں۔

شہناز: جی ڈاکٹر صاحب آپ تو فیملی ڈاکٹر ہیں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ وہ اِز نئی بی بی کے رویے کی کتنی ٹینشن لیتی ہیں۔

ڈاکٹر: لیکن اب اِن کی یہ حالت نہیں ہے کہ وہ مزید کوئی ٹینشن لے سکیں۔ آپ اِز نئی بی بی سے بات کریں کہ وہ انہیں ٹائم دیں اِنہیں خوش رکھیں تاکہ پھر سے یہ Improve کرنا شروع کریں۔

(ڈاکٹر صاحب prescription شہناز کی طرف بڑھاتے ہوئے کہتے

ہیں۔شہنازنسخہ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہتی ہے)

شہناز: جی ڈاکٹر صاحب میں ان کا بہت خیال رکھوں گی آئیں میں آپ کو دروازے تک چھوڑ آؤں۔

---

(ازنیٰ کی نظر ہال کی main enterance پہ ہوتی ہے۔وہ صرف عازل کا انتظار کررہی ہوتی ہے۔اُس کی بے چینی بڑھتی جارہی ہوتی ہے۔اتنے میں عازل ہال میں داخل ہوتا ہے۔بلیک ٹو پیس مین بلاشبہ وہ بہت ہینڈسم لگ رہا ہوتا ہے۔اُس کے ہاتھوں میں گلدستہ ہوتا ہے۔اِزنیٰ کی نظر جیسے ہی اُس پہ پڑتی ہے۔بے اختیار اُس کے قدم عازل کی جانب اُٹھنے لگتے ہیں۔ابھی وہ دو قدم ہی چلتی ہے تو ایک دم رک جاتی ہے اور سوچتی ہے)

اِزنیٰ: (سوچتے ہوئے) میں اس کی طرف کیوں جارہی ہوں۔عازل کو میرے پاس آنا چاہیے۔

(وہ وہیں سے پلٹ جاتی ہے اور سامنے کھڑی مسز خواجہ سے ملنے لگتی ہے)

اِزنیٰ: مسز خواجہ کیسی ہیں آپ؟

Thanks for Coming آپ کو یہاں دیکھ کے بہت اچھا لگ رہا ہے۔

(مسز خواجہ مسکرا کے اُس کا ہاتھ تھامتی ہیں۔اتنے میں عازل اِزنیٰ کے پاس آتا ہے۔اور اُسے مخاطب کرتا ہے)

عازل: Excuse me Mam

(اِزنیٰ چونکنے کے انداز میں کہتے ہوئے)

اِزنیٰ: Hi

عازل: کیسی ہیں آپ؟

اِزنیٰ: فائن۔ آپ کیسے ہیں؟

عازل: الحمدللہ۔ i am good

(عازل گلدستہ اِزنیٰ کی جانب بڑھاتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: Thanks for inviting me here and thanks for remembring me as well

(اِزنیٰ سرگوشی کے سے انداز میں کہتی ہے اور گلدستہ اُس سے لیتی ہے)

اِزنیٰ: ایک آپ ہی تو یاد ہیں۔

(عازل نہ سمجھنے والے انداز میں)

عازل: جی؟

اِزنیٰ: Thanks کس بات کا؟ اب آپ بھی تو ہماری کمیونٹی کا حصہ ہیں۔ Anyways آپ پلیز پارٹی انجوائے کریں۔

(اِزنیٰ آگے بڑھ جاتی ہے لیکن اُس کی نظر مسلسل عازل کے دیے ہوئے گلدستے پر ہوتی ہے۔ وہ بہت پیار سے انہیں چھوتی ہے۔ اتنے میں اسلم صاحب اِزنیٰ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں)

اسلم صاحب: میڈم آپ پلیز آئیں اور پارٹی کا باقاعدہ آغاز کریں۔

(اِزنیٰ گلدستہ اسلم صاحب کو پکڑا کے آگے سٹیج کی طرف بڑھتی ہے۔ اِزنیٰ سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہے)

اِزنیٰ: Asslam o alaikum Everyone! And welcome to all of you i am very happy to see all of you

here to celebrate my success with me. i hope we will celebrate this success every year. And i want to announce one more thing that we are going to start work with M.K Constructions

( اِزنیٰ کی بات ابھی مکمل ہی ہوئی تھی کہ ہال میں موجود تمام افراد ایک دوسرے کو نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھنے لگتے ہیں۔ کیونکہ M.K کو ابھی کوئی constructions اتنا نہیں جانتا تھا۔ عازل اپنی کمپنی کا نام سن کے بے اختیار اپنی سیٹ سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اُسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا ہوتا۔ وہ تھوڑا conscious ہو کے اپنی ٹائی ٹھیک کرنے لگتا ہے۔ اِزنیٰ کے چہرے پہ مسکراہٹ ہوتی ہے )

---

( طارق صاحب لاؤنج میں صوفہ پہ بیٹھے اپنا فون use کر رہے ہیں۔ اتنے میں تبسّم بیگم آتی ہیں اور پوچھتی ہیں)

تبسّم بیگم: کھانا لگوادوں؟

(طارق صاحب فون ایک طرف رکھتے ہوئے جواب دیتے ہیں)

طارق صاحب: ہاں لگوادو۔ اور میراب کو بھی بلاؤ۔ ہادی تو جانے کب آئے گا۔

(تبسّم بیگم ملازمہ کو میراب کو بلانے کا کہتی ہیں۔ اتنے میں میراب لاؤنج میں داخل ہوتا ہے۔ اُس کا موڈ سخت خراب ہوتا ہے۔ تبسّم بیگم اُس سے پوچھتی ہے)

تبسّم بیگم: کھانا لگوادوں میراب؟ (میراب چڑ کر جواب دیتا ہے)

میراب: آپ کو پتہ ہے Dad اپنی کامیابی کی خوشی میں اِزنیٰ نے کتنی بڑی پارٹی دی ہے۔

(طارق صاحب اُس کی بات سن کر پُرسکون انداز میں مسکراتے ہیں اور کہتے ہیں)

طارق صاحب: کوئی بات نہیں بیٹا۔ منانے دواُسے۔ یہ اُس کی پہلی اور آخری کامیابی ہے۔ دل بھر کے منانے دو۔

تبسّم بیگم: دیکھو زارا۔ اتنی بڑی پارٹی دی ہے تو تایا کو بلانا بھی گوارہ نہیں کیا اُس نے۔

(میراب شدید حیرت اور غصے کے ملے جلے اثرات سے جواب دیتا ہے)

میراب: For God Sake ماما۔ اگر وہ بلاتی بھی تو کیا ہم جاتے؟ آپ کو اُس کے بلانے کی فکر ہو رہی ہے۔ اور یہاں میرا غصے سے بُرا حال ہو رہا ہے۔

تبسّم بیگم: کیا ہو گیا ہے۔ تھوڑا صبر سے کام لو۔

(تبسّم بیگم ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے ہوئے)

تبسّم بیگم: ہونہہ۔ پہلے اُسکا باپ اپنی کامیابی سے ہمارے سینے پہ مونگ دلتا رہا ہے اور اب بیٹی آگئی ہے۔

(طارق صاحب دلاسہ دینے کے انداز میں کہتے ہیں)

طارق صاحب: کوئی بات نہیں۔ میں نے کہا نا کہ یہ اُس کی آخری جیت ہے اِس کے بعد میں اِزنیٰ کو اس فیلڈ میں ٹکنے نہیں دوں گا۔

(میراب غصے میں سر جھٹکتا ہوا صوفے پہ جا کے بیٹھ جاتا ہے)

---

(اِزنیٰ اپنی بات مکمل کر کے چلتی ہوئے آگے کی طرف آتی ہے۔ عازل اِزنیٰ کی طرف تیز

قدموں سے چلتے ہوئے جاتا ہے اور اُس سے کہتا ہے)

عازل: Thank you so much Mam! i will never disappoint you.

Thank you so much Mam! i will never disappoint you.

(ازنیٰ اُس کی بات پہ مسکراتی ہے اور کہتی ہے)

اِزنیٰ: جی بالکل۔ I hope کہ ہم دونوں کا ایک ساتھ کام کرنے کا experiance اچھا رہے گا۔

اِزنیٰ: اور ہاں کل آپ سے آفس میں ملاقات ہوگی۔ contract کی detail پہ ہم کل آفس میں ہی بات کرتے ہیں۔ میرے P.A آپ کو میٹنگ کا ٹائم بتا دیں گے۔

عازل: Thank You!

(عازل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خوشی کے مارے وہیں پہ جھومنے لگ جائے۔ اُس کے چہرے کی خوشی اِزنیٰ کو جیسے کوئی سکون دے رہی تھی۔ وہ مسلسل مسکرا کے اُسے دیکھے جارہی تھی۔ عازل بے حد مشکور ہو رہا تھا۔ وہ بار بار اِزنیٰ کا شکریہ ادا کرتا رہا)

(عازل کے جاتے ہی شاہ میر اِزنیٰ کی طرف آتا ہے وہ بہت پریشانی میں اِزنیٰ سے کہتا ہے)

شاہ میر: یہ تم نے کیا حرکت کی ہے اِزنیٰ؟ اتنی چھوٹی سی کمپنی کے ساتھ اتنا بڑا پراجیکٹ؟ مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی۔

(اِزنیٰ شاہ میر کی طرف دیکھ کے آنکھیں پھیلا کے حیرت سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: میں پہلے کب تمہاری کسی اُمید پہ پورا اُتری ہوں جواب اُتروں گی۔ اور اب

مجھے Dictate کرنا بند کرو۔ مجھے پتہ ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔

(شاہ میر کو ایک دم سے جیسے اپنی انسلٹ فیل ہوتی ہے۔ وہ وہاں سے چلا جاتا ہے۔ اتنے میں اقبال گروپ آف کمپنیز کے اونر اقبال صاحب آتے ہیں)

اقبال: اِزنیٰ آپ نے تو یہ پراجیکٹ ہماری کمپنی کو دینا تھا۔ مجھے اس احمقانہ فیصلے کی آپ سے اُمید نہیں تھی۔ اتنی بڑی بزنس وومین ہیں آپ۔

(اِزنیٰ جیسے چونکتے ہوئے حیرت سے سرد لہجے میں جواب دیتی ہے)

اِزنیٰ: اچھا اب آپ مجھے سکھائیں گے کہ مجھے کیا کرنا ہے یا کیا نہیں۔ مجھے بہتر پتہ ہے کہ مجھے کس کمپنی کیساتھ کام کرنا ہے اور کس کمپنی کے ساتھ نہیں۔

(اقبال صاحب اِزنیٰ کا جواب سن کے حیران رہ جاتے ہیں۔ اِزنیٰ مسلسل بولے جارہے ہوتی ہے۔ اُس کا لہجہ اونچا اور تلخ ہوتا ہے)

اِزنیٰ: میری کمپنی ہے میں جس جس کے ساتھ چاہوں کام کروں۔ اور وہ آپ کی کمپنی ہے آپ جس کے ساتھ چاہیں کام کریں۔

(اسلم صاحب اِزنیٰ کی طرف آتے ہیں اور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہتے ہیں)

اسلم صاحب: میڈم کیا ہو گیا ہے پلیز سب لوگ دیکھ رہے ہیں۔

(اِزنیٰ اسلم صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہتی ہے۔ جس کا دل کرتا ہے وہ مجھے dictate کرتا ہے)

---

(اِزنیٰ نائٹ ڈریس میں ملبوس عالیہ بیگم کے کمرے کا دروازہ کھولتی ہے۔ عالیہ بیگم نیم دراز اپنے

بیڈ پہ ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔اُن کی آنکھیں بند ہیں۔ اِزنیٰ کو لگا جیسے عالیہ بیگم سو رہی ہیں۔اِزنیٰ انہیں سوتا دیکھ کہ دروازہ دوبارہ بند کرنے ہی والی ہوتی ہے کہ عالیہ بیگم کی آواز آتی ہے)

عالیہ بیگم: اِزنیٰ بچے اندر آجاؤ۔

(اِزنیٰ دروازہ کھول کے اندر آتی ہے)

اِزنیٰ: مجھے لگا آپ سو رہی ہیں تبھی میں جا رہی تھی۔

(عالیہ بیگم مسکرا کے جواب دیتی ہیں)

عالیہ بیگم: نہیں سو نہیں رہی تھی بس ایسے ہی لیٹی ہوئی تھی۔تم یہاں آؤ نہ بیٹھو میرے پاس۔

(عالیہ بیگم دونوں ہاتھ پھیلا کے اُسے اپنے پاس بلاتی ہیں اور پوچھتی ہیں)

عالیہ بیگم: کیسی رہی تمہاری پارٹی؟

(اِزنیٰ عالیہ بیگم کے پاس جا کے بیٹھ جاتی ہے وہ اُن کی بات اَن سنی کر کے اُن سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آپ کوئی Improvment نہیں کر رہیں۔آپ پلیز ٹائم سے میڈیسن لیں اگر ایسا ہی چلتا رہا تو۔۔۔۔۔۔

(عالیہ بیگم اُس کی بات کاٹتے ہوئے)

عالیہ بیگم: improvement کیسے ہو گی میری بیٹی میرے پاس ہوتے ہوئے بھی میرے پاس نہیں ہے۔

(اِزنیٰ چڑتے ہوئے منہ پھیر لیتی ہے اور اُٹھ کے اپنے کمرے میں جانے لگتی ہے۔جیسے ہی اِزنیٰ کھڑی ہوتی ہے۔عالیہ بیگم اُسکا ہاتھ پکڑ لیتی ہے اور کہتی ہے)

عالیہ بیگم: بس کردو ازنیٰ۔ میں تھک گئی ہوں۔ مجھ میں اب اور ہمت نہیں ہے۔

(ازنیٰ اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے)

اِزنیٰ: کیا آپ نے بس کیا تھا؟ جو میں بس کر دوں؟ اور پلیز ماما میں اپنے ماضی کو یاد نہیں کرنا چاہتی اور نہ ہی یاد رکھنا چاہتی ہوں اور اب یہ آپ بھی وہ سب بھول جائیں۔

(عالیہ ازنیٰ کی بات سن کے افسردہ لہجے میں پوچھتی ہیں)

عالیہ بیگم: کیا تم مجھے کبھی معاف نہیں کروگی؟

اِزنیٰ: ماما پلیز جو gap ہم دونوں کے بیچ آچکا ہے وہ اب کبھی fill نہیں ہوسکتا۔ اور مجھ سے جھوٹی محبتوں کے دعوے بھی مت کیا کریں۔ مجھے اب عادت ہوگئی ہے ایسے رہنے کی۔

(اِزنیٰ یہ کہہ کے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ عالیہ بیگم اِزنیٰ کو جاتے ہوئے دیکھ کے نم آنکھوں سے مسکرانے لگتی ہے)

---

(اپنے گھر کے چھوٹے سے لاؤنج میں عابدہ (عازل کی والدہ) بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی ہیں۔ اتنے میں ہارن کی آواز آتی ہے۔ عابدہ اونچی سی آواز لگاتی ہیں)

عابدہ: دعا بیٹا دیکھنا باہر دروازے پہ کون ہے۔

(دعا اندر کچن سے جواب دیتی ہے)

دُعا: جی اچھا امی۔

(دعا باہر آ کے دروازہ کھولتی ہے۔ عازل کار پورچ میں کھڑی کرتا ہے اور گاڑی سے نیچے اترتا ہے)

دُعا: عازل بھائی آپ؟ آج آپ لیٹ نہیں ہو گئے؟ (دُعا جو کہ عازل کی تیرہ سالہ اکلوتی بہن ہے)

(عازل اندر داخل ہوتے ہوئے جواب دیتا ہے)

عازل: ہاں بتایا تھا نہ کہ آج ایک پروفیشنل ڈنر ہے۔

(دعا چہکتے ہوئے کہتی ہے)

عازل: بھائی آپ اندر تو آئیں۔ آپ کے لیے ایک سرپرائز ہے۔

(دعا اور عازل ساتھ میں چلتے ہوئے)

عازل: اچھا ایک سرپرائز تو میرے پاس بھی ہے۔ بلکہ ایک بہت بڑی گڈ نیوز ہے۔ امی ابو کہاں ہیں؟

دُعا: امی تو اندر لاؤنج میں ہیں۔ اور ابو ابھی تک عشاء کی نماز پڑھ کر نہیں آئے۔

(عازل لاؤنج میں داخل ہوتا ہے)

عابدہ: آ گیا میرا بیٹا۔

عازل: السلام علیکم! جی امی میرے پاس آج ایک بہت بڑی خوشخبری ہے بس ابو آتے ہیں تو آپ دونوں کو سناتا ہوں۔

(اتنے میں مشتاق صاحب (عازل کے ابو) سر پہ ٹوپی رکھے اندر داخل ہوتے ہیں۔ عازل اُنہیں دیکھتے ہی کہتا ہے)

عازل: السلام علیکم! ابو آج میں بہت خوش ہوں۔

مشتاق: وعلیکم السلام۔ کیا بات ہے آج تو میرا بیٹا بہت خوش نظر آ رہا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے؟ (عازل جوشیلے انداز میں)

عازل: آپ کو پتہ ہے کہ آج ہماری کمپنی کو ایک بہت بڑی کمپنی نے اپنے ایک

پراجیکٹ میں شامل کیا ہے۔آپ کو پتہ ہے اب ہماری کمپنی ایک بہت بڑی کمپنی کے ساتھ کام کرے گی۔اور اس سے ہماری کمپنی کا بہت نام بنے گا۔

(اتنے میں ایک ٹرے میں پانی کا گلاس لیے نیہا آتی ہے۔وہ خود سامنے ہوئے بغیر ٹرے بڑھا کے عازل کے سامنے کرتی ہے۔عازل نظر اُٹھائے بغیر ہاتھ کے اشارے سے نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے)

عازل: دعا مجھے ابھی نہیں پینا۔

عازل: ابو آپ کو پتہ ہے میں اِس پراجیکٹ کے ملنے پہ اس قدر خوش ہوں۔

(نیہا پانی کا گلاس ایک بار پھر آگے بڑھاتی ہے۔عازل پھر ہاتھ کے اشارے سے ہٹاتے ہوئے اوپر کی طرف دیکھتا ہے تو سامنے نیہا کھڑی مسکرا رہی ہوتی ہے۔عازل حیرت اور خوش سے کہتا ہے)

نیہا: تم؟؟؟

---

(شاہ میر کلب میں بیٹھا ہے اور بار بار vape کے کش لے رہا ہے۔اُسے اب تک اِزنیٰ کی کی گئی باتوں پہ سخت غصہ اور دُکھ ہے۔میں پہلے کیا تمہاری اُمیدوں پہ پورا اُتری ہوں جواب اتروں گی۔مجھے dictate کرنا بند کرو۔اُسے اِزنیٰ کی باتیں مسلسل یاد آرہی ہیں۔کہ لاحاصل کے پیچھے بھاگنا بند کرو۔تو کیا وہ لاحاصل کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔(سوچتے ہوئے) کیا اِزنیٰ کو وہ کبھی حاصل نہیں کر پائے گا؟ کیا اِزنیٰ اُس کی محبت کو کبھی سمجھ نہیں پائے گی؟ ایسی بہت سی باتیں شاہ میر کے دماغ میں گھوم رہی ہیں۔وہ بہت الجھا ہوا vape کے کش لے رہا ہوتا ہے۔کہ اتنے میں ایک لڑکی آتی ہے۔اور کہتی ہے)

لڑکی: شاہ میر تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ تمہیں پتہ ہے نہ کہ آج ماہا کا برتھ ڈے ہے۔

اُس کے لیے ہم سب مل کے Arrangment کر رہے ہیں۔تم بھی آؤ نا۔

(شاہ میر چڑتے ہوئے)

شاہ میر: پلیز آج میرا کوئی موڈ نہیں ہے۔

(لڑکی پریشانی سے کہتی ہے)

لڑکی: کیوں کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے نا؟

شاہ میر: ہاں تم جاؤ۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔

(لڑکی کے جانے کے بعد شاہ میر پھر سے اِزنیٰ کی اُنہی باتوں میں الجھ جاتا ہے۔اور vape کے کش لگاتا رہتا ہے)

---

(عازل نیہا کو وہاں دیکھ کے حیران رہ جاتا ہے۔وہ حیرت سے پوچھتا ہے)

(نیہا ایک سمپل اور سٹائلش لڑکی تھی۔ جسے ہاتھوں میں چوڑیا پہننا اور آنکھوں میں کاجل کی دھار بہت پسند تھی اور شاید عازل کو اُس کے ہاتھوں میں کھنکتی ہوئی چوڑیوں کی آواز۔اُس کے سادے سے حُسن میں کوئی تو ایسی کشش تھی جس نے عازل جیسے انسان کو بھی اپنی طرف راغب کر دیا۔نہیں تو عازل تو اپنے کام سے کام رکھنے والا انسان تھا۔ نیہا عازل کو دوسری لڑکیوں سے منفرد لگتی تھی۔ اُس کے لمبے سلکی بال، ہاتھوں میں کانچ کی چوڑیاں، کالی سیاہ آنکھوں میں کاجل اُسے آج کل کی ماڈرن لڑکیوں سے الگ رکھتے تھے۔تبھی شاید یونیورسٹی کی اتنی لڑکیاں چھوڑ کے عازل کی نظر اُس پہ جا ٹھہری تھی اور عازل نے نیہا کے دل کی خالی دیواروں پہ پہلی بار اپنا نام لکھ ڈالا)

عازل: تم؟ تم یہاں کب آئیں؟

(نیہا چہکتے ہوئے)

نیہا: کیوں میں یہاں نہیں آ سکتی؟ میں یہاں آنٹی، انکل اور دعا سے ملنے آئی

ہوں۔ تمہیں کیا لگا منگنی ہو گئی تو کیا اب نہیں آسکتی؟

(عابدہ نیہا کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے)

عابدہ: نہیں بیٹا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم پرانے خیال کے لوگ نہیں ہیں۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ تمہارا جب دل کرے تم آیا کرو

(عازل خوشی سے مسکرا رہا ہوتا ہے)

عازل: چلو اچھا ہے نا اِس خوشی کے موقع پہ تم بھی ہمارے ساتھ ہو۔ میں بہت خوش ہوں نیہا مجھے بہت بڑی کمپنی کے ساتھ پراجیکٹ ملا ہے۔

عابدہ: ماشاءاللہ۔

(عابدہ نیہا کا ماتھا چومتے ہوئے کہتی ہے)

عابدہ: ابھی تو میری بہو اِس گھر میں آئی نہیں ہے اور آپ دیکھو کیسے ہمارے گھر میں خوشیاں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ اللہ اِس کے قدم ایسے ہی مبارک رکھے۔

(مشتاق صاحب عازل اور نیہا کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں)

مشتاق صاحب: ''اللہ پاک تم دونوں کو ایک ساتھ ایسے ہی خوش رکھے''

(عازل مشتاق صاحب سے)

عازل: ابو اب اتنی بڑی ڈیل ہو گئی ہے۔ تو بس آپ اپنی جاب چھوڑ کے گھر میں آرام کریں۔

(مشتاق صاحب عازل کا کندھا پیار سے تھپتھپاتے ہوئے)

مشتاق: بیٹا جاب تو میں نہیں چھوڑوں گا چاہے تم Prime minister بھی لگ جاؤ۔ (مشتاق صاحب کی بات سن کر سب ہنسنے لگ جاتے ہیں)

(نیہا عازل کو مخاطب کر کے کہتی ہے)

میں نے آپ کی پسند کا کھانا بنایا ہے۔

نیہا:

عازل: اوہ۔لیکن کھانا تو میں کھا کے آیا ہوں۔

(نیہا عازل کی بات سن کے افسردہ ہو جاتی ہے)

عازل: لیکن پھر بھی میں ضرور کھاؤں گا۔

(مشتاق صاحب اُسے ڈانٹنے کے انداز میں کہتے ہیں)

مشتاق: عازل میری بیٹی کو تنگ نہ کرو۔

عابدہ: بیٹا کھانا کھا کے نیہا کو اُس کے گھر ڈراپ کر دینا۔

(عازل اور نیہا ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے پیار سے مسکرانے لگتے ہیں)

---

(اِزنیٰ رات کے وقت اپنے لان میں ٹہل رہی ہے۔اُس کے ہاتھ میں کافی کا کپ ہے۔عازل کا سوچتے ہوئے اُس کے چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہوتی جا رہی ہے۔چلتے چلتے وہ لان میں پڑی کرسی پہ جا بیٹھتی ہے۔کافی کا کپ ٹیبل پہ رکھ کے وہ کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کے آنکھیں بند کر لیتی ہے۔اُس کی نظروں کے سامنے عازل کا چہرہ ہے۔اور عازل کی ایک ہی بات اُسے یاد آ رہی ہے)

عازل: Thank you Mam I will never disappoint you.

(اِزنیٰ آنکھیں کھول کے مسکراتی ہے اور سوچتی ہے)

اِزنیٰ: میں ازنیٰ شہباز جس کی محبت میں کوئی بھی گرفتار ہو سکتا ہے۔تو عازل کیوں نہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں عازل کو پسند کرنے لگی ہوں۔لیکن میں ایسے حالات بنا دوں گی کہ عازل خود میری طرف قدم بڑھائے گا۔اور میں تو ایسی ہوں کہ کوئی بھی میرے ساتھ چلنے کا خواہش مند ہو سکتا ہے۔تو پھر عازل کیوں نہیں۔

(اِزنیٰ کے چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہوجاتی ہے۔)

---

(عازل نیہا کو گھر ڈراپ کرنے جارہا ہے۔ نیہا عازل سے کہتی ہے)

نیہا: دیکھو عازل مجھے تمہارے پیسے اور تمہاری شہرت سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ مجھے صرف تم سے محبت ہے۔ گھر چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ مجھے صرف تمہارا ساتھ چاہیے۔

(عازل بہت پیار سے نیہا کی طرف دیکھتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: میں جانتا ہوں کہ تمہیں اِس سب کا کوئی لالچ نہیں ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہیں زندگی کی تمام آسائشیں دوں۔ میں تمہیں ایک اچھا لائف سٹائل دینا چاہتا ہوں تاکہ ہم ایک سکون والی زندگی گزاریں۔

(نیہا عازل کو سمجھانے کے انداز میں)

نیہا: ایک اچھا لائف سٹائل اور سکون زندگی میں دولت سے نہیں آتا۔ اُس کے لیے پیار کی ضرورت ہوتی ہے۔

(عازل اُس کی بات سن کے مسکرانے لگتا ہے)

عازل: نیہا میرا یہ ایک بہت بڑا خواب تھا کہ میری کمپنی کا شمار بھی ملک کی بڑی companies میں کیا جائے۔

نیہا: انشاء اللہ عازل۔ اللہ تمہیں اور کامیاب کرے۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

(گاڑی اتنے میں گول گپے کی شاپ کے پاس سے گزرتی ہے۔ نیہا گول گپے دیکھتے ہی چلانا شروع ہوجاتی ہے)

نیہا: عازل، عازل دیکھو گول گپے تمہیں تو پتہ ہے نہ کہ مجھے گول گپے کتنے پسند ہیں۔

(عازل مسکراتے ہوئے)

عازل: ہاں ہاں میں جانتا ہوں۔ یونیورسٹی میں بھی تم گول گپے ہی کھاتی رہتی تھی لیکن پھر بھی تم گول گپہ نہیں بنی۔ ابھی تک ویسی کی ویسی ہی ہو۔

(عازل گاڑی گول گپے کی شاپ کے سامنے روکتا ہے اور لڑکے کو گول گپے لانے کو کہتا ہے۔ عازل نیہا کا ہاتھ پکڑتا ہے)

عازل: نیہا میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ تمہارے بغیر میری زندگی کا ہر سفر ادھورا ہے۔

(یہاں اِزنیٰ آنکھیں بند کر کے عازل کو اپنی یادوں میں دیکھ کے مسکرا رہی ہے۔ اور یہاں عازل نیہا سے اپنی محبت کے دعوے کر رہا ہے)

---

(عازل نیہا کو ڈراپ کرنے اُس کے گھر جاتا ہے۔ عازل نیہا کو دروازے پہ ہی چھوڑ کے جانا چاہ رہا ہوتا ہے کہ نیہا اُسے اندر آنے کی دعوت دے ڈالتی ہے۔ عازل گاڑی لاک کر کے نیہا کے ساتھ گھر میں داخل ہوتا ہے۔ ٹی وی لاؤنج میں نیہا کے والد وہیل چیئر پہ ہوتے ہیں اور اُس کی والدہ سے کسی بات چیت میں مصروف ہوتے ہیں۔ اُن دونوں کو اندر آتے دیکھ کر نیہا کی امّی اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ عازل اندر داخل ہو کے دونوں کو سلام کرتا ہے اور نیہا کے والد کے سامنے جھک کر اُن سے دلاسہ لیتا ہے)

عازل: انکل اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟

نوید صاحب: اللہ کا شکر ہے بیٹا وہ جس حال میں رکھے۔

عازل: بے شک انکل۔ آپ کو ایک خوشخبری بھی دینا تھی۔ آپ کو پتہ ہے مجھے ایک بہت بڑا پراجیکٹ ملا ہے۔ اور اگر یہ پراجیکٹ Successful رہا تو میری کمپنی کا شمار شہر کی بڑی کمپنیوں میں ہو جائے گا۔

نوید صاحب: بیٹا کون سی کمپنی کے ساتھ مِل کے پراجیکٹ کر رہے ہو؟

عازل: انکل شہباز گروپ آف کمپنیز کے ساتھ۔

نوید صاحب: (حیرت سے) کیا سچ میں تمہیں اُس کمپنی نے آفر دی ہے؟

عازل: (خوشی سے) جی جی انکل آپ نے صحیح سُنا۔ مجھے اُسی کمپنی نے آفر دی ہے۔

نوید صاحب: شہباز صاحب خود بھی بہت اچھے انسان تھے۔ بس وقت نے اُنہیں بہت زیادہ مہلت نہیں دی۔ لیکن سنا ہے کہ اب اُن کی بیٹی اِس بزنس کو سنبھال رہی ہے اور وہ بھی اپنے باپ کی طرح بہت قابل ہے۔

عازل: جی انکل! اس سال کا ایوارڈ بھی اُسی کمپنی کو مِلا ہے۔ بے شک اُن کی بیٹی نے کمپنی کو نمبر وَن بنانے کے لیے بہت محنت کی ہے۔

(نیہا کے امّی، ابو سن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ نیہا کے ابّو اُسے ترقی کی ڈھیر ساری دعائیں دیتے ہیں۔ عازل جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ نیہا کی امّی فوراً بولتی ہیں)

ممتاز بیگم: عازل بیٹا کہاں جا رہے ہو؟ کھانا کھائے بغیر تو تم نہیں جا سکتے۔

عازل: نہیں آنٹی پلیز کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی نیہا کے ساتھ گول گپے ہی کھا کے آ رہا ہوں۔ ابھی کھانے کا کوئی موڈ نہیں ہے۔ انشاء اللہ پھر کبھی سہی۔

(عازل جانے کی اجازت لے کے گھر کی طرف واپس آ جاتا ہے)

---

(اِزنیٰ آج آفس پوری تیاری سے آئی ہوتی ہے۔ خوش لباس تو وہ ہمیشہ سے ہی تھی۔ لیکن آج اُس کی خاص تیاری نے اُس کی شخصیت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ بلیک کلر کے ٹو پیس پہ وائٹ کلر کا blazer اور کانوں میں ڈائمنڈ اا ئیر رنگز اُس کے چہرے کی خوبصورتی کو دُگنا کر رہے تھے۔ عازل سے ملنے کی بے چینی اُس کی آنکھوں سے عیاں ہو رہی تھی۔ اُس کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ انٹرکام پہ کال کر کے وہ اسلم صاحب کو آفس میں بلاتی ہے۔ اسلم صاحب اِزنیٰ کے آفس میں داخل ہوتے ہیں)

اسلم صاحب: جی میڈم! آپ نے بُلوایا تھا۔

اِزنیٰ: (بظاہر calm نظر آتے ہوئے اُن سے پوچھتی ہے)۔ آپ نے M.K Construction والوں کو میٹنگ کے لیے کب بلوایا ہے؟

اسلم صاحب: میڈم آج ہی بلایا ہے۔ عازل صاحب آج 12 بجے تک آ جائیں گے۔

اِزنیٰ: (لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے) ہم م م م۔ چلیں ٹھیک ہے۔

اسلم صاحب: میڈم میں میٹنگ روم arrange کروا دوں۔

اِزنیٰ: نہیں نہیں۔ اُن سے میں آفس میں ہی ملنا چاہوں گی۔

(تھوڑے سے توقف کے بعد وہ اسلم صاحب کو وہاں سے جانے کا کہتی ہے۔ اسلم صاحب کے جانے کے بعد وہ لیپ ٹاپ پہ بلا مقصد searching شروع کر دیتی ہے۔ 12 بجنے میں ابھی بھی 20 منٹ ہوتے ہیں۔ وہ بے چینی سے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ اور جیسے خود کو ڈانٹتے ہوئے کہتی ہے۔ ''اِزنیٰ سنبھالو خود کو۔ کیا کر رہی ہو؟ اتنا کمزور پڑ گئی تو محبت جیسی طاقت ور چیز کا مقابلہ کیسے کرو گی؟'')

(فون کی بیل سے اُس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹتا ہے۔ Receptionist

اُسے عازل کے آنے کا بتاتی ہے۔ ازنیٰ کا جیسے دل اُس کی مُٹھی میں آ جاتا ہے۔ وہ Receptionist کو عازل کو پانچ منٹ بعد آفس بھیجنے کی تلقین کرتی ہے۔ فون رکھ کے ازنیٰ ایک گہری سانس لے کے خود کو Compose کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ٹشو پیپر لے کے اپنے چہرے پہ اَن دیکھا پسینہ صاف کر کے پاس پڑے پانی کے گلاس سے دو گھونٹ بھرتی ہے۔ اُسے لگتا ہے جیسے اب وہ عازل کا سامنا کرنے کے قابل ہو گئی ہے۔ اتنے میں آفس کا دروازہ کھُلتا ہے اِزنیٰ عازل کو دروازے پہ دیکھ کے جیسے سانس لینا بھول جاتی ہے۔ بمشکل وہ اُسے اندر آنے کا کہہ پاتی ہے۔ عازل آفس میں داخل ہوتا ہے۔ اِزنیٰ اُسے دیکھ کر ایک نرم سی مسکراہٹ دیتی ہے اور اُسے بیٹھنے کا کہتی ہے۔ عازل اُس کے سامنے ہی کُرسی پہ بیٹھ جاتا ہے۔ ایک گہری سانس لے کے وہ عازل سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: کیسے ہیں آپ؟

عازل: پورے Proffessionalism کے ساتھ اُسے جواب دیتا ہے۔ الحمد للہ۔ I hope میں نے آپ کو انتظار نہیں کروایا ہوگا؟

اِزنیٰ: اُسے گہری نظر سے دیکھتے ہوئے (انتظار ہی تو کروا رہے ہو جب سے ملے ہو تب سے نظریں صرف تمہاری ہی منتظر ہیں) وہ یہ سب سُوچ کے رہ جاتی ہے اور بس اتنا ہی کہتی ہے۔ نہیں بالکل نہیں۔ آپ پورے وقت پہ آئے ہیں۔ اور مجھے اپنے ساتھ کام کرنے والوں میں یہی خوبی چاہیئے ہوتی ہے کہ وہ وقت کا خاص خیال رکھیں۔ خیر آپ بتائیں چائے لیں گے یا کافی؟

عازل: (مسکراتے ہوئے) میڈم بس چائے۔

(وہ انٹر کام پہ اپنے لیے کافی اور عازل کے لیے چائے کا کہہ کے اپنے سامنے پڑی ہوئی فائل کو کھول کے عازل کے سامنے کرتی ہے اور کہتی ہے)

اِزنیٰ: عازل صاحب شاید یہ آپ کی کمپنی کا پہلا بڑا پراجیکٹ ہوگا۔ لیکن میرے لیے یہ معمول کی بات ہے۔ آپ کو یہ کام دینے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مجھے آپ میں وہ potential دکھائی دیتا ہے جس سے مجھے پوری اُمید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔

(عازل فائل پہ نظریں گاڑے اِزنیٰ کو جواب دیتا ہے)

عازل: بالکل میڈم ہماری کمپنی آپ کے معیار پہ پورا اُترنے کی بھرپور کوشش کرے گی۔

اِزنیٰ: اِس فائل میں contract کی ساری details موجود ہیں۔

(اِزنیٰ اپنا لیپ ٹاپ کھول کے عازل کو contract کے بارے میں بتانا شروع کردیتی ہے)

---

(عازل اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ اِزنیٰ سے کی ہوئی میٹنگ کی تفصیل بھی بتا رہا ہوتا ہے۔ عازل کی والدہ اُس کی بات مکمل ہونے کے ساتھ ہی اُس سے پوچھتی ہیں)

عابدہ: بیٹا اب تو تمہاری تعلیم بھی مکمل ہوگئی۔ اپنا کاروبار بھی شروع کردیا اور اب ماشاءاللہ سے تمہیں اتنا بڑا کام بھی مل گیا ہے۔ اب مجھے بتاؤ کہ میں نیہا کے گھر تم دونوں کی شادی کی تاریخ لینے کب جاؤں؟

عازل: اوہ امی ابھی نہیں۔ آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے کہ میں نے کاروبار شروع کر

دیا ہے لیکن ابھی تو یہ پراجیکٹ مجھے ملا ہے۔

(عازل کے والد اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہتے ہیں)

مشتاق صاحب: لیکن بیٹا سلطان صاحب باتوں باتوں میں کئی بار مجھ سے یہ بات کہہ چکے ہیں کہ وہ اپنی اس ذمہ داری کو جلد از جلد پورا کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں پتہ تو ہے کہ اُن کی بڑی بیٹی طلاق لے کے گھر آ بیٹھی ہے۔ خود وہ ایک ایکسیڈنٹ کی وجہ سے اپنی ٹانگیں کھو بیٹھے ہیں تو وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں نیہا کو تو اپنے گھر کا ہوتا دیکھ لیں۔ اور پھر شادی کی تیاریوں کی وجہ سے اُن کے گھر میں بھی کوئی رونق لگ جائے گی۔ میں اُنہیں اور مزید ٹال نہیں سکتا۔ اور اب ٹالنے کا کوئی جواز بھی تو نہیں بنتا نا۔

عازل: جی ابو میں منع نہیں کر رہا۔ بس مجھے تھوڑا سا وقت اور دیں۔ یہ میری زندگی کا پہلا بہت بڑا پراجیکٹ ہے۔ اس میں کامیابی کا مطلب ہے کہ ہماری کمپنی کا ایک نام بن جائے گا۔ بس مجھے فی الحال اپنا فوکس اس پراجیکٹ پہ رکھنا ہے۔ آپ لوگ پلیز میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔

مشتاق صاحب: ٹھیک ہے بیٹا لیکن مجھے جلدی تمہارے جواب کا انتظار رہے گا۔

دُعا: جی بھائی پلیز مجھے بھی آپ کی شادی کی ڈھیر ساری تیاریاں کرنی ہیں۔ اب بس کریں نیہا بھابھی کو گھر لے آئیں۔

عازل: مُسکراتے ہوئے۔ ہاں ہاں ضرور بس تھوڑا سا صبر اور۔

---

(اِزنٰی اپنے کمرے میں پڑے کاؤچ پہ بیٹھی ہوتی ہے۔ اُس کی نظریں کمرے میں لگے وال کلاک پہ ہوتی ہیں۔ گھڑی کی سوئیاں اپنی چال چلتے چلتے رات کے 12 بجاتی ہیں۔ اِزنٰی کے

لبوں پہ ایک گہری مسکراہٹ آتی ہے۔ وہ اپنے کھلے بالوں کو ایک کیچر کی مدد سے باندھتی ہے۔ بلو کلر کے نائٹ ٹراؤزر شرٹ میں سادگی میں بھی وہ حسین لگ رہی ہوتی ہے۔ وہ قد آور شیشے کے سامنے کھڑی اپنے آپ کو دیکھتی ہے اور خود سے بڑبڑاتی ہے۔)

اِزنیٰ: ''اِزنیٰ چلو اب ماما سے ملنا تو بنتا ہی ہے۔''

(وہ سیڑھیاں اُتر کے عالیہ بیگم کے کمرے کی طرف جاتی ہے۔ ہلکے سے دباؤ سے دروازہ کھُل جاتا ہے۔ وہ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ سائیڈ ٹیبل پہ پڑے لیمپ کی زردسی روشنی میں عالیہ بیگم کا زرد چہرہ صاف دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔ وہ دبے قدموں چل کے اُن کے پاس جاتی ہے وہ گہری نیند سو رہی ہوتی ہیں۔ اِزنیٰ کے چہرے پہ ایک تکلیف دہ مسکراہٹ اُبھرتی ہے اور وہ سوچتی ہے کہ اُس نے یہ کیسے سوچ لیا کہ عالیہ بیگم جاگ کے اُس کے آنے کا انتظار کر رہی ہوں گی۔

(اِزنیٰ کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کر کے اپنے کمرے میں آجاتی ہے۔ فون پہ ایک کیک کا آرڈر دیتی ہے اور ایک خوبصورت سا سُوٹ نکال کے پورے دل سے تیار ہوتی ہے۔ پنک کلر کے خوبصورت سے ڈزائینر سوٹ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے۔ لپ اسٹک کا ٹچ دینے کے بعد وہ شیشے کے قریب ہوتی ہے اور خود کو آئینے میں دیکھ کے کہتی ہے۔ ''اِزنیٰ تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔'')

(اتنے میں دروازے پہ دستک ہوتی ہے۔ ملازمہ ایک ٹرے میں کیک اور چھُری لیے اندر داخل ہوتی ہے۔ کیک کے ساتھ ہی ٹرے میں candle اور لائٹر رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ملازمہ ٹرے کاوَچ کے سامنے

والی میز پہ رکھتی ہے اور خاموشی سے باہر چلی جاتی ہے۔ جیسے یہ اُس کا معمول ہو۔ ملازمہ کے جانے کے بعد ازنیٰ کاؤچ پہ جا کے بیٹھتی ہے۔ لائیٹر کی مدد سے موم بتی جلاتی ہے۔ چھری ہاتھ میں لیے وہ موم بتی کو بُجھاتی ہے اور چھری چلاتے ہوئے گانے لگتی ہے)

" Happy Birthday to you

Happy Birthday Dear Izna

Happy Birthday to me"

(اِزنیٰ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے ہیں۔ آنسوؤں کی شدت سے اُس کی آواز کپکپانے لگ جاتی ہے۔ وہ کانپتی آواز سے گنگنائے جاتی ہے۔ اُس کی آواز میں درد ہوتا ہے وہ دیوانہ وار کیک پہ چھری چلانے لگتی ہے اور چیخ چیخ کے رونے لگتی ہے۔ اُس کی آواز کمرے کے چاروں طرف گونج رہی ہوتی ہے۔ وہ چلا چلا کے کہہ رہی ہوتی ہے کیوں بابا آپ کیوں چلے گئے؟ آپ کی اِزنیٰ کتنی اکیلی ہوگئی۔ کیوں بابا کیوں؟ کیوں ازنیٰ تم اتنی تنہا کیوں ہو؟ اُس کے رونے کی آواز ٹکرا ٹکرا کے واپس اُسی تک آ رہی ہوتی ہے۔ اُس کی تنہائی کو بانٹنے والا کوئی بھی نہیں ہوتا حتیٰ کہ اُس کی ماں بھی نہیں۔ بیڈ پہ پڑا فون مسلسل بج رہا ہوتا ہے۔ شاہ میر کا نام موبائل سکرین پہ پچھلے آدھے گھنٹے سے آ رہا ہوتا ہے۔ لیکن اِزنیٰ کو اس وقت کسی کا ہوش نہیں ہوتا۔ بالآخر تنگ آ کر شاہ میر اِزنیٰ کو ایک voice message چھوڑ دیتا ہے۔

"Hapy Birthday Izna"

میں تمہیں کافی دیر سے calls کر رہا ہوں۔ اِس خوبصورت دن کو میں تمہیں

سب سے پہلے wish کرنا چاہتا تھا لیکن ------- اچھا چھوڑو۔''کل تمہاری برتھ ڈے کی خوشی میں ایک پارٹی رکھی ہے۔ پلیز اُس میں ضرور آنا۔''

شاہ میر کے لہجے میں ازنیٰ کے لیے محبت ہی محبت ہوتی ہے۔ لیکن ازنیٰ روتے روتے وہیں اُسی کاؤچ پہ سو جاتی ہے )

---

(ازنیٰ آفس کے لیے تیار ہو کے نیچے جاتی ہے عالیہ بیگم sitting room میں ہی اُس کا انتظار کر رہی ہوتی ہیں۔ اُسے آتا دیکھ کے والہانہ انداز میں اپنی بازوؤں کو پھیلاتی ہیں اور کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: " Happy Birthday "میرا بچہ۔

(اِزنیٰ اُن کی کھُلی بانہوں کو نظر انداز کر کے آگے بڑھنے لگتی ہیں تو وہ اُسے آواز دیتی ہیں)

عالیہ بیگم: اِزنیٰ بیٹا مجھے یاد تھا کہ تمہاری برتھ ڈے ہے۔ میں بھلا یہ کیسے بھول سکتی ہوں۔ بس دواؤں کے زیر اثر مجھے نیند آ گئی تھی۔

اِزنیٰ: اپنی بڑی بڑی آنکھیں حیرت سے پھاڑے ہوئے کہتی ہے۔ Ohreally mamma آپ کو میرا برتھ ڈے یاد تھا؟ ہر سال کی طرح۔ ہے ناں؟ اور ہر سال کی طرح آپ سوتی رہ گئیں؟

عالیہ بیگم: شرمندہ ہوتے ہوئے ایسی بات نہیں ہے اِزنیٰ۔ میں اپنے بس میں ہوں ہی کہاں۔ تم سب جانتی تو ہو۔ اچھا دیکھو تم مجھے معاف نہیں کرو گی؟

اِزنیٰ: دُکھ کے تاثرات چہرے پہ لیے اُنہیں دیکھتے ہوئے کہتی ہے۔ آپ کبھی بھی کسی بھی موقع پہ میرے ساتھ نہیں رہیں اور بعد میں ہمیشہ مجھے ایسے ہی صفائیاں دیتی رہیں ہیں۔ تو ایک بار پھر سہی ماما۔

عالیہ بیگم: اچھا یہاں میرے پاس تو آؤ نا۔ اللہ پاک تمہارے لیے یہ سال بہت کامیاب کرے۔ تمہیں ڈھیروں خوشیاں دے۔

(ازنیٰ ایک طنزیہ سی مسکراہٹ لیے وہاں سے چلی جاتی ہے)

---

(اِزنیٰ جیسے ہی آفس پہنچتی ہے سارا اسٹاف اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور تالیوں کی گونج میں اُس کا جنم دن اُسے وِش کرتا ہے وہ مسکراتے ہوئے سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے آفس روم میں پہنچتی ہے۔ (آفس کا کمرہ برتھ ڈے کارڈز اور خوبصورت گلدستوں سے مہک رہا ہوتا ہے)۔ اُس کا سٹاف اُس کی برتھ ڈے ہمیشہ سے ایسے ہی celebrate کرتا تھا۔ cake کاٹنے کی تو کبھی اُن کی ہمت بھی نہیں ہوئی کیونکہ اِزنیٰ کے اچانک موڈ بدل جانے والی عادت سے سب ہی ڈرتے تھے۔ وہ آفس کی کرسی پہ جا کے بیٹھتی ہے اور کافی کا آرڈر دے کے سیٹ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کے جیسے ہی آنکھیں بند کرتی ہے۔ اچانک سے عازل کا مسکراتا چہرہ اُسکی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ وہ بند آنکھوں سے ہی مسکرانے لگ جاتی ہے۔ اتنے میں دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوتی ہے۔ وہ اُسی کیفیت میں آنکھیں موندے ''یس Yes'' کہتی ہے۔ دروازہ کھلتے ہی شاہ میر اندر داخل ہوتا ہے)

شاہ میر: کیا بات ہے جناب سوچوں میں کسی کو دیکھ کے مسکرایا جا رہا ہے؟ کہیں وہ خوش نصیب میں تو نہیں ہوں؟

(شاہ میر کی آواز سُن کے اِزنیٰ فوراً سے آنکھیں کھول دیتی ہے۔ اُس کا سارا موڈ جیسے خراب ہو جاتا ہے۔ اِس ٹائم اُس کا دل چاہ رہا ہوتا ہے کہ آس پاس کے سارے مناظر کہیں غائب ہو جائیں اُسے بس نظر آئے تو وہ عازل کی صورت ہو لیکن اپنے سامنے شاہ میر کو دیکھ کے وہ بمشکل مسکراتے ہوئے کہتی ہے)

اِزنیٰ: تم؟

شاہ میر: (خوبصورت سا سُرخ گلابوں کا گلدستہ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہتا ہے) جی میں۔ آج کے دن تو کم از کم میرے آنے پہ اتنا حیران نہ ہو۔ میرا حق بنتا ہے کہ میں اپنے بچپن کی دوست کو اُس کی برتھ ڈے وِش کر سکوں۔

اِزنیٰ: (شاہ میر کے ہاتھ سے گلدستہ لیتے ہوئے) ہاں کیوں نہیں۔ بیٹھو میں تمہارے لیے بھی کافی منگواتی ہوں۔

(شاہ میر اُس کے سامنے والی کُرسی پر بیٹھ کے اُسے گہری نظر سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ بلاشُبہ اِزنیٰ کے مسکراتے چہرے کے پیچھے کی کہانی وہ بہت اچھے سے جانتا ہے اُس کی آنکھوں کا خالی پن شاہ میر سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ان آنکھوں کی تنہائی کو کہیں دور چھپالے اور اِزنیٰ اس کی دل کی حالت کیوں نہیں سمجھ پا رہی۔ وہ ایک گہری سانس بھر کے رہ جاتا ہے)

اِزنیٰ: کیا سوچ رہے ہو؟

شاہ میر: تم اچھے سے جانتی ہو اِزنیٰ۔

اِزنیٰ: (اُس کی بات کاٹتے ہوئے) اِزنیٰ پھول بہت خوبصورت ہیں۔

شاہ میر: تم نے رات بھی میری کال نہیں attend کی۔

(اِزنیٰ اُس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیتے ہوئے)

اِزنیٰ: ہاں مجھے پتہ ہی نہیں چلا کب میری آنکھ لگ گئی۔

(شاہ میر اُس کے جھوٹ کو جانتا تھا لیکن بس اتنا ہی کہتا ہے۔)

شاہ میر: اچھا لیکن آج شام کی پارٹی میں ضرور آنا۔ پھر سے کہیں آنکھ نہ لگا لینا۔

اِزنیٰ: (مسکراتے ہوئے کہتی ہے) نہیں شاہ میر اِس کی ضرورت نہیں ہے۔

شاہ میر: دیکھو اب مجھے شرمندہ نہ کرنا میں already سب کو invite کر چکا ہوں۔

(اتنے میں receptionist اُسے عازل کے آنے کی اطلاع دیتی ہے وہ اُسے اندر بھیجنے کا کہتی ہے۔ عازل کے آفس میں آتے ہی اِزنیٰ کی آنکھوں کے بُجھے چراغ جیسے ایک دم سے جل اُٹھتے ہیں۔ عازل آفس میں داخل ہو کے تھوڑا شرمندہ ہوتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: Happy Birthday Mam اور extreamly sorry مجھے آپ کی برتھ ڈے کا پتہ نہیں تھا نہیں تو ایسے خالی ہاتھ نہ آتا۔

اِزنیٰ: (گہری مسکراہٹ لیے) اچھا تو آپ میرے لیے کیا لاتے؟

عازل: (ایک دم سے کنفیوژ ہوتے ہوئے) آپ کی Choice کا کچھ زیادہ آئیڈیا تو نہیں ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ تو لے آتا۔

اِزنیٰ: اچھا چلیں پھر گفٹ اُدھار رہا۔ لیکن یاد رکھیئے گا میں آپ سے جو بھی مانگوں گی آپ مجھے دیں گے۔

(شاہ میر نہ سمجھ آنے والے انداز میں اُن دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا وہ کبھی حیرت سے اِزنیٰ کی طرف دیکھتا اور کبھی عازل کی طرف۔ لیکن جب عازل اِزنیٰ کے سامنے ہوتا ہے تو اِزنیٰ کو اپنے اردگرد کا ہوش ہی کب رہتا ہے۔ وہ یک تلک عازل کی طرف دیکھے جا رہی ہوتی ہے یہ سُوچے بغیر اُس وقت شاہ میر کے دل پہ کیا گزر رہی ہے۔ عازل اِزنیٰ کی بات سُن کر حیرت سے اپنی آنکھیں پھیلا کر اُس سے پوچھتا ہے)

عازل: آپ مجھ سے مانگیں گی؟

اِزنیٰ: (لفظوں کی گہرائی میں اُترتے ہوئے) ہاں عازل آپ سے

(شاہ میر ایک دم سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اُس کے صبر کا پیمانہ جیسے لبریز ہو جاتا ہے۔ وہ اِزنیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے)

شاہ میر: او کے اِزنیٰ میں اب چلتا ہوں آج شام کی پارٹی میں ضرور آنا۔ خاص تمہارے لیے ہے۔ (وہ اپنے الفاظ پہ زور دیتا ہوا کن اکھیوں سے عازل کی طرف دیکھتا ہے)۔

(اِزنیٰ کو جیسے ایک دم سے ہوش آتا ہے۔ وہ ایک دم سے چونکتے ہوئے کہتی ہے)

اِزنیٰ: اوہ سوری میں تو آپ دونوں کا تعارف کرانا بھول ہی گئی۔ وہ شاہ میر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عازل سے کہتی ہے۔ عازل یہ شاہ میر ہیں ہمارے فیملی فرینڈ اور۔۔۔۔۔۔۔۔شاہ میر اِزنیٰ کی بات کاٹتے ہوئے کہتا ہے۔

شاہ میر: اور your only friend۔ (اب کہ شاہ میر ایک ایک لفظ چھبا کے بولتا ہے) اِزنیٰ ایک لمحے کے لیے چپ ہوتی ہے۔ عازل اپنا ہاتھ شاہ میر کی طرف بڑھاتا ہے۔ اِزنیٰ ایک دم کھڑی ہو جاتی ہے اور جیسے ہی کچھ بولنے لگتی ہے۔ شاہ میر عازل کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کرتے ہوئے اِزنیٰ سے کہتا ہے۔

شاہ میر: اِن سے ایوارڈ cermony میں مِل چُکا ہوں۔

(اتنا کہہ کہ وہ گاڑی کی چابی ٹیبل سے اُٹھا کے باہر چلا جاتا ہے۔ عازل اپنا بڑھا ہوا ہاتھ واپس لے کے جاتے ہوئے اِزنیٰ کی طرف نہ سمجھنے والے انداز سے دیکھتا ہے۔ اِزنیٰ خاموشی سے بند دروازے کو دیکھتی رہ جاتی ہے۔)

---

(شاہ میر گاڑی میں آ کے بیٹھتا ہے۔ سٹیئرنگ پہ اُس کی مضبوط گرفت اِس بات کا پتہ دے رہی ہوتی ہے کہ اُسے اِزنیٰ کا عازل سے اس طرح بے تکلف ہونا بالکل پسند نہیں آیا۔ وہ ہونٹ بھینچ کر اپنے غصّے کو ضبط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اُس کا دل اُسے اِزنیٰ کی طرف سے خبردار کر رہا ہوتا ہے۔ عازل کی آنے پہ اِزنیٰ کی آنکھوں کی چمک کو وہ کیسے بھول سکتا تھا۔ اُس کے لہجے کی کھنک تو عرصہ سے جیسے کہیں غائب ہوگئی تھی تو عازل کو سامنے دیکھ کر کیسے لوٹ آئی تھی؟ وہ اِزنیٰ کے بارے میں یہ سب سوچ نہیں سکتا اور سوچتا بھی کیسے؟ اِزنیٰ کا بچپن، اُس کی جوانی کا ہر پل تو اُس کے سامنے تھا۔ اُسے کسی سی محبت ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ تو محبت سے نفرت کرتی تھی۔ محبت؟ شاہ میر کا دل زور سے دھڑکا۔ نہیں نہیں۔ اُس نے اپنے دل کو ڈپٹ کر چُپ رہنے کو کہا لیکن دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور اُسے جیسے warn کر رہا تھا کہ کہیں تو کچھ ہے۔ شاہ میر جیسے ایک دم سے خوفزدہ ہوگیا)

---

(اِزنیٰ عازل کے ساتھ site visit کے لیے جاتی ہے۔ site کے visit دوران وہ مسلسل اپنے contract پہ ہی بات کر رہے ہوتے ہیں۔ عالیہ بیگم اِزنیٰ کا انتظار کر رہی ہوتی ہیں۔ رات کے سات بجے بالآخر وہ اُسے کال کرنے لگتی ہیں۔ اِزنیٰ چونکہ عازل کے ساتھ contract کے بارے میں بات کرنے میں مصروف ہوتی ہے تو اُن کے فون کا کوئی جواب نہیں دیتی۔ عالیہ بیگم دوسری بار، تیسری بار اُسے کال مِلائے جاتی ہیں۔ آخر کار تنگ آ کر اِزنیٰ اپنا سیل فون silent کر دیتی ہے۔ فون کا جواب نہ آنے پہ عالیہ بیگم افسردہ ہو جاتی ہیں۔ ڈائننگ ٹیبل پہ اِزنیٰ کے پسند کے کھانے موجود ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اِزنیٰ کی پسند کا ریڈ ویلوٹ کیک بھی ہوتا ہے۔ وہ سوچتی ہیں آج اِزنیٰ پورے 26 برس کی ہوگئی ہے۔ عالیہ بیگم ایک سرد آہ بھر کر ملازمہ کو آواز دیتی ہیں۔ اور اُسے کہتی ہیں کہ اُنہیں کمرے میں لے جائے۔ ملازمہ اُنہیں کھانے کا کہتی رہتی ہے لیکن وہ اُس کی کسی بات کا بھی جواب نہیں دیتی۔ site سے فارغ ہو کے اِزنیٰ اپنی کلائی میں بندھی گھڑی پہ

وقت دیکھتی ہے۔ رات کے آٹھ بج رہے ہوتے ہیں وہ عازل سے کہتی ہے)

اِزنیٰ: عازل کیا خیال ہے کھانا نہ کھالیا جائے؟ مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے۔

(اِزنیٰ کا دِل چاہ رہا ہوتا ہے کہ آج کے سپیشل دن کا کھانا وہ صرف اور صرف عازل کے ساتھ کھائے۔ اُس سے ڈھیر ساری باتیں کرے اور اُس کے ساتھ کو انجوائے کرے)

(عازل ایک لمحے کے لیے خاموش ہو جاتا ہے پھر کچھ سوچتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: جی میڈم جیسے آپ کہیں۔

(اِزنیٰ کھلکھلا کے ہنس پڑتی ہے اُس کی ہنسی میں جیسے صدیوں کی خوشی شامل ہوتی ہے۔ عازل ایک پل اُسے دیکھتا ہے اور ہلکا سا مسکرا جاتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اِزنیٰ تو بالکل بھی ویسی نہیں جیسے اُس نے سُنا تھا۔ یہ تو اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ بھرپور تعاون کرتی ہے۔ غرور تو اُسے چھو کر بھی نہیں گزرا)

(اِزنیٰ اور عازل ایک اچھے سے ریسٹورنٹ میں جاتے ہیں۔ اِزنیٰ اور عازل کھانے کا آرڈر دیتے ہیں)

---

(شاہ میر نے اِزنیٰ کے لیے بہت خوبصورت سی پارٹی کا اہتمام کیا ہوتا ہے۔ سب مہمان آچکے ہوتے ہیں۔ اب صرف اِزنیٰ کا انتظار ہو رہا ہوتا ہے۔ شاہ میر بھی گرے اور بلیک سوٹ مین بہت ہینڈسم لگ رہا ہوتا ہے۔ اِزنیٰ کا انتظار کرتے کرتے رات کے 9 بج جاتے ہیں۔ وہ اِزنیٰ کو کال کر کے پوچھنا چاہتا ہے کہ وہ کب تک آئے گی؟

شاہ میر اِزنیٰ کو مسلسل کالز کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اِزنیٰ کا فون silent پہ ہوتا ہے اور وہ مکمل طور پہ

بھول چکی ہوتی ہے کہ شاہ میر نے اُس کی برتھ ڈے پلان کی ہوئی ہے۔ پارٹی میں آئے دوست اب شاہ میر سے پوچھنے لگ جاتے ہیں کہ جس کی خوشی میں یہ پارٹی رکھی گئی ہے وہ ہے کہاں؟ لیکن اِزنیٰ کا کچھ پتہ نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اُس کا فون اُٹھاتی ہے۔ شاہ میر آئے ہوئے مہمانوں سے معذرت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اِزنیٰ کی والدہ کی طبیعت خراب ہوجانے کی وجہ سے وہ نہیں آسکی لیکن پلیز آپ سب کھانا کھا کے جایئے گا۔ مہمانوں کے جانے کے بعد وہ غصّے سے اپنے کمرے میں آتا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اِزنیٰ اُس کے ساتھ ایسا کرے گی۔ وہ خود سے بڑبڑانے لگتا ہے)

شاہ میر: اِزنیٰ آخر کب تک؟ کب تک اِزنیٰ؟ تمہیں میری محبت دکھائی کیوں نہیں دیتی؟ کب تک تم میری محبت کا دوسروں کے سامنے ایسے تماشہ بناتی رہو گی؟

(وہ غصّے اور بے بسی میں اپنی بھینچی ہوئی ہتھیلی دیوار پر ہی مار کے رہ جاتا ہے)

---

(عازل اور اِزنیٰ ڈنر کر رہے ہوتے ہیں۔ عازل کھانا کھا رہا ہوتا ہے۔ اِزنیٰ مسلسل عازل کو دیکھے جا رہی ہوتی ہے۔ اپنے چہرے پہ اِزنیٰ کی نظروں کو محسوس کرتے ہوئے عازل اِزنیٰ کی طرف دیکھتا ہے اور اُس سے پوچھتا ہے)

عازل: میڈم کچھ ہوا ہے؟

اِزنیٰ: اوہ پلیز عازل۔ مجھے میڈم کہنا تو بند کرو۔ میرا نام اِزنیٰ ہے۔ اور میں تم سے اِتنی بڑی نہیں ہوں بلکہ ایک دو سال چھوٹی ہی ہوں گی۔ تم مجھے اِزنیٰ ہی کہو تو اچھا لگے گا۔

عازل: نہیں نہیں میڈم یہ مجھے نہیں اچھا لگے گا۔

اِزنیٰ: کیا ہو گیا ہے عازل تم میرے employe نہیں ہو۔ میرے پاس نوکری

نہیں کرتے ہم دونوں برابری کی سطح پر ہی کام کر رہے ہیں۔ ایک ہی cotract پہ کام کر رہے ہیں۔ اس لیے تم مجھے ازنیٰ ہی کہو۔

عازل: تھوڑا کنفیوژ ہوتے ہوئے مسکراتا ہے اور کہتا ہے۔ جی ٹھیک ہے ازنیٰ۔

اِزنیٰ: (اِزنیٰ کے چہرے پہ بھرپور مسکراہٹ اُبھرتی ہے اپنا نام اُس کے منہ سے سننا اُسے جیسے خواب لگ رہا ہوتا ہے وہ اُسے کہتی ہے) بڑی جلدی بات مان لیتے ہو۔

عازل: (ہنستے ہوئے) اب آپ کی بات تو ماننی ہی ہے نا۔

اِزنیٰ: (چمچ پلیٹ میں رکھ کے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھتے ہوئے اپنی ٹھوڑی کو سہارا دیتے ہوئے پوچھتی ہے) تو کیا میری ساری باتیں ایسے مان لو گے؟

عازل: میم مم ساری؟ جو ماننے والی ہوں گی وہ ساری مان لوں گا۔

(اِزنیٰ ٹیبل پہ تھوڑا جھکتے ہوئے عازل کے قریب ہوتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: اور جو نہ ماننے والی ہوں وہ؟

عازل: (مسکراتے ہوئے) بھلا جو نہ ماننے والی ہوں گی وہ آپ مجھے کیوں کہیں گی؟

اِزنیٰ: (عازل کو دیکھتے ہوئے ٹھہرے ہوئے انداز میں) کیا پتہ میں تمہیں کچھ ایسا کہہ دوں جو نہ ماننے والا ہو۔

عازل: نہیں فکر نہ کریں میں آپ کی ہر بات مان لوں گا۔ میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ (اِزنیٰ عازل کی بات سن کے نچلا ہونٹ اپنے دانتوں تلے دبا کر مسکرانے لگ جاتی ہے)

---

(گھر آ کے اِزنیٰ اپنا موبائل فون چیک کرتی ہے۔ شاہ میر کی پوری 25 کالز آئی ہوتی ہیں۔ اُسے ایک دم سے یاد آتا ہے کہ شاہ میر نے تو اُس کے لیے آج پارٹی رکھی تھی۔ وہ شاہ میر کو کال بیک کرتی ہے۔ شاہ میر پہلی ہی بیل پہ کال اُٹھا لیتا ہے)

اِزنیٰ: ہیلو شاہ میر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شاہ میر: (اِزنیٰ کی بات کاٹتے ہوئے) اِزنیٰ یہ تم نے آج میرے ساتھ کیا کیا۔ میں تو تمہاری خوشی ہی منانا چاہ رہا تھا اور تم نے سب کے سامنے میرا ہی مذاق بنا ڈالا۔

اِزنیٰ: شاہ میر میں نے تمہیں ایسا کچھ بھی کرنے کو نہیں کہا تھا۔ پھر میں بھی busy ہو گئی مجھے یاد ہی نہیں رہا۔

شاہ میر: busy ہو گئی، یاد نہیں رہا۔ بس اِزنیٰ اب یہ بہانے بنانا چھوڑ دو۔

اِزنیٰ: شاہ میر مجھ پہ اپنی زبردستی کی پارٹیاں تھوپنا چھوڑ دو۔ اور میری خوشی منانے کا تمہیں کس نے کہا تھا؟ میں بزی ہوں یا نہ ہوں تم ہوتے کون ہو مجھے یہ سب سنانے والے۔

(اِزنیٰ چڑ کے شاہ میر کو جواب دے کے فون بند کر دیتی ہے۔ فون بیڈ پہ پھینکتے ہوئے اُس کا موڈ سخت خراب ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ شاہ میر کے بارے میں بس اتنا ہی سوچتی ہے)

''پتہ نہیں یہ میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا۔ عذاب بن گیا ہے یہ میری زندگی کا''

---

(طارق صاحب اور تبسّم بیگم لان میں بیٹھے چائے پی رہے ہوتے ہیں۔ ہادی اُن کے ساتھ ہی بیٹھا فون میں Busy ہوتا ہے۔ اتنے میں میراب چلتا ہوا وہاں آتا ہے۔ وہ ہادی کے سر پہ ایک چپت

لگاتے ہوئے اُس کے سامنے والی کُرسی پہ جا بیٹھتا ہے اور اُس سے پوچھتا ہے)

میراب: آج کل تم بہت زیادہ گھومنے پھرنے نہیں لگ گئے؟

ہادی: (فون پہ سے نظریں ہٹاتے ہوئے) کہاں بھائی۔ یونیورسٹی لائف ہے۔ یہ لائف تو انجوائے کرنے دو۔

طارق صاحب: جب تمہارا بھائی میراب یونیورسٹی میں تھا تو ٹائم سے جاتا اور ٹائم سے آتا تھا۔ سارا دھیان اُس کا پڑھائی پہ تھا۔ تمہاری طرح آوارہ گردیوں میں نہیں۔

ہادی: (Non Serious انداز میں) اوہو تو مطلب بھائی نے اپنی لائف انجوائے نہیں کی۔ (پھر دونوں ہاتھ اوپر اُٹھائے ہوئے کہتا ہے) لیکن میں تو ضرور انجوائے کروں گا۔

تبسّم بیگم: (بات کو ختم کرنے کے انداز میں) آپ اور میراب ہیں نا بزنس سنبھالنے کے لیے۔ ہادی کی پڑھائی مکمل ہو جائے تو یہ بھی آپ لوگوں کو جوائن کرے گا۔

ہادی: Thanks Mamma۔ شکر ہے کسی کو تو میری بات سمجھ میں آئی۔

(تبسّم بیگم اُسے آنکھیں دِکھا کے چُپ رہنے کا اشارہ کرتی ہیں۔ طارق صاحب سر جھٹک کے میراب سے مخاطب ہوتے ہیں)

طارق صاحب: اور بیٹا آفس میں کیا چل رہا ہے؟

میراب: بابا پوری کوشش ہے کہ Next Tendor ہمیں ہی ملے۔

طارق صاحب: ہاں ہاں بیٹا انشاءاللہ۔ اس بار تم نے اِزنی کو ضرور شکست دینی ہے۔

ہادی: (بات کے بیچ میں کودتے ہوئے) بھئی مجھے تو آپ اس سیاست سے دور ہی رکھیں۔

طارق صاحب: Shut up جب بڑے بول رہے ہوں تو بیچ میں نہیں بولنا چاہیئے۔

(ہادی فوراً سے چپ ہو جاتا ہے۔ میراب ابھی تک اِزنیٰ کے بارے میں یہی سوچ رہا ہوتا ہے اور دل میں سوچتا ہے کہ ہارتا تو میں اِس بار بھی نہیں۔ لیکن خدا جانے وہ کیسے مجھ سے بازی لے گئی ہے)

---------------------------------------------

(عازل آفس میں اِزنیٰ کے لیے بہت خوبصوت بُکے لے کے آتا ہے۔ اِزنیٰ اُس سے پوچھتی ہے۔)

اِزنیٰ: عازل یہ کیوں؟

عازل: وہ میں کل آپ کے لیے کچھ لا نہ سکا تو مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

(بُکے اِزنیٰ کو پکڑاتے ہوئے وہ اُس سے پوچھتا ہے کہ وہ بھی site پہ اُس کے ساتھ چل رہی ہے یا نہیں)

اِزنیٰ: نہیں عازل میری کچھ meetings ہیں میں آپ کو بعد میں جوائن کرتی ہوں۔

(عازل کے جانے کے بعد اِزنیٰ گلدستہ میں لگے سفید پھولوں کو بہت نرمی سے چھوتے ہوئے سوچتی ہے۔ ''تو عازل تم تک بھی میری محبت کی شدت پہنچ ہی گئی''۔ پھر وہ خود پسندی سے مسکراتی ہے اور جیسے خود سے کہتی ہے۔ ''اِزنیٰ تم ہو ہی اتنی خوبصورت کہ کوئی بھی تمہاری طرف متوجہ ہو سکتا ہے'')

(دروازے پہ دستک سے اُس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹتا ہے)

(اسلم صاحب اسے میٹنگ کے لیے بُلانے آتے ہیں)

---------------------------------------------

(عازل اور نیہا آئس کریم شاپ میں بیٹھے آئس کریم کھا رہے ہوتے ہیں۔ نیہا ایک چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے عازل سے کہتی ہے)

نیہا: عازل ہم شادی کب کر رہے ہیں۔

عازل: (کھاتے کھاتے رُکتا ہے) اور پورے یقین سے نیہا سے کہتا ہے بہت جلدی نیہا۔ بس میرا یہ پراجیکٹ ختم ہونے دو۔

نیہا: پھر کیسی جلدی عازل۔ یہ پراجیکٹ تو کافی time taking ہے۔

عازل: ہاں نیہا میں اپنا سارا فوکس اسی پراجیکٹ پہ رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر یہ پراجیکٹ succesful رہا تو تمہیں پتہ ہے مارکیٹ میں ہماری کمپنی کا ایک نام بن جائے گا اور پھر شہباز کنسٹرکشن کے ساتھ کام کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر تم دیکھنا میں کتنے دھوم دھام سے تمہیں اپنے گھر لے کے جاؤں گا۔ بس کچھ وقت کی مہلت اور دے دو۔ بلکہ تم ایسا کرو تب تم ماہین باجی (نیہا کی بڑی بہن) کے ساتھ مل کے آہستہ آہستہ تیاری شروع کرو۔

نیہا: (پریشان ہوتے ہوئے) عازل تمہیں پتہ ہے نہ کہ اب مزید میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔

عازل: نیہا تم پلیز پریشان نہ ہو۔ یہ جو بھی کچھ کر رہا ہوں وہ ہمارے فیوچر کے لیے ہی تو ہے۔ اور عازل تمہارا ہے اور مرتے دم تک تمہارا ہی رہے گا۔

نیہا: (مسکراتے ہوئے) ہاں اس بات کا تو مجھے پتہ ہے کہ دنیا میں چاہے سب بدل جائیں لیکن میرا عازل کبھی نہیں بدل سکتا۔

عازل: (نیہا کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے) ہاں نیہا بس میرے پہ ایسا ہی یقین رکھنا تمہارا عازل کبھی نہیں بدلے گا۔

---

(عازل اِزنیٰ کے سامنے اُس کے آفس میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اِزنیٰ عازل کے سامنے ایک چیک رکھتی ہے اور کہتی ہے)

اِزنیٰ: عازل یہ ایڈوانس پے منٹ ہے پراجیکٹ کی۔

(عازل سامنے رکھے ہوئے چیک کو اُٹھاتا ہے اور جیسے ہی اُس کی نظر چیک پہ پڑتی ہے وہ شدید حیرت سے اِزنیٰ کی طرف دیکھتا ہے اور کپکپاتی آواز میں اُس سے پوچھتا ہے)

عازل: 50 کروڑ! آپ مجھے پچاس کروڑ کا چیک دے رہی ہیں؟ وہ جیسے اُس سے تصدیق چاہ رہا ہوتا ہے۔

اِزنیٰ: pen کو اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں گھماتے ہوئے اُس کی حیرت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہتی ہے۔ ہاں یہ پچاس کروڑ کا چیک ہے۔ مطلب پراجیکٹ کا 50 فیصد۔

عازل: (نہ سمجھنے والے انداز میں) لیکن کیوں آپ مجھے 50% ایڈوانس کیوں دے رہی ہیں؟ ابھی تو میں نے کام شروع بھی نہیں کیا۔

اِزنیٰ: اس لیے کہ مجھے آپ سے اُمید ہے کہ آپ اچھا کام کریں گے۔

عازل: لیکن اِزنیٰ (اُسے سمجھ نہیں آ رہی ہوتی کہ وہ اُس سے کیا کہے)۔

اِزنیٰ: کیا ہوا؟ عازل مجھے آپ پہ ٹرسٹ ہے۔

عازل: (حیرت کے سمندر سے نکلتے ہوئے) جی اِزنیٰ ٹھیک ہے۔ عازل عجیب سی کشمکش میں چیک لے کے آفس سے نکل جاتا ہے۔

(عازل کے نکلتے ہی accounts سے خلیل صاحب اِزنیٰ کے آفس کا دروازہ ناک کرتے ہیں)

ازنیٰ: جی آ جائیں۔

خلیل: میڈم آپ نے M.K Construction کے نام کا پچاس کروڑ کا چیک بنوایا تھا تو میں صرف یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ یہ تو پراجیکٹ کی 50٪ ایڈوانس پے منٹ ہے۔ جہاں تک ہماری کمپنی کی policy ہے ہم جن کمپنیوں کے ساتھ کام کرتے ہیں اُنہیں 25% Pay کیا جاتا ہے۔

ازنیٰ: (آنکھیں گھماتے ہوئے تھوڑا تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے) تو خلیل صاحب آپ کو کوئی اعتراض؟

خلیل: (بڑبڑاتے ہوئے) نہیں میڈم بس صرف کنفرم کرنا تھا۔

(اِزنیٰ سر ہلاتے ہوئے اُنہیں کہتی ہے۔)

اِزنیٰ: اب کنفرم ہو گیا نا؟ آپ اب جا سکتے ہیں۔

(خلیل صاحب حیران ہوتے ہوئے آفس سے نکل جاتے ہیں)

---

(عازل جیسے ہی گاڑی میں بیٹھتا ہے اپنے کوٹ کی جیب میں رکھا چیک نکالتا ہے وہ دوبارہ سے آنکھیں پھاڑ کے چیک پہ لکھی amount کو پڑھتا ہے وہ واقعی پچاس کروڑ کا چیک ہوتا ہے۔ اُسے یقین نہیں آ رہا ہوتا۔ وہ فوراً سے نیہا کو کال ملاتا ہے۔ نیہا کے فون اُٹھاتے ہی وہ بولنے لگ جاتا ہے)

عازل: نیہا نیہا مجھے یقین نہیں آ رہا۔ (اُس کی آواز خوشی اور حیرت میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے) نیہا مجھے اتنا بڑا چیک ملا ہے۔

نیہا: کیا ہوا عازل آرام سے بتاؤ نا۔ تم ٹھیک تو ہو نا۔ (نیہا پریشان ہوتے ہوئے)۔

عازل: (خوشی سے چہکتے ہوئے) نیہا مجھے پچاس کروڑ کا چیک ملا ہے۔

نیہا: (تقریباً چیختے ہوئے) کیا؟ پچاس کروڑ کا؟؟؟

عازل: ہاں نیہا۔ اب میں اپنی نیہا کو دُنیا کی ہر آسائش دوں گا۔ جو تم سوچ بھی نہیں سکتی۔

نیہا: (خوشی کے مارے جیسے بولنا ہی بھول جاتی ہے) عاعا-----عازل۔ مجھے لگ رہا ہے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔

عازل: ہاں نیہا جب اِزنیٰ نے مجھے چیک دیا مجھے بھی نہیں لگا کہ میں بھی کوئی خواب ہی دیکھ رہا ہوں۔ اچھا اب فون رکھو میں گھر پہنچ کے یہ خوشخبری امیّ ابو کو بھی دوں۔

---

(عالیہ بیگم اپنے بیڈ پہ آنکھیں موندے لیٹی ہوتی ہیں۔ آنسو اُن کی بند آنکھوں سے نکل نکل کے اُن کے تکیے کو بھگو رہے ہوتے ہیں۔ وہ منظر آج بھی اُن کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے کمرے میں قد آور شیشے کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی ہوتی ہیں۔ شہباز فون پہ بات ختم کر کے اُن کے پاس آتے ہیں اور شیشے میں اُنہیں دیکھتے ہوئے کہتے ہیں)

شہباز: تم آج بھی اُتنی ہی حسین ہو جتنی تب تھیں جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا اور اپنے ہوش گنوا بیٹھا تھا۔

عالیہ بیگم: (مسکراتے ہوئے)۔ شہباز آپ بھی ناں۔ بس کر جایا کریں۔

شہباز: اچھا تم جلدی سے تیار ہو جاؤ اور اِزنیٰ کو بھی ready رکھو۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ میں بس یوں گیا اور یوں آیا۔ (وہ چٹکی بجاتے ہوئے کہتے ہیں)

عالیہ بیگم: چلیں ٹھیک ہے۔ آپ جائیں آپ کے آنے تک ہم دونوں آپ کو ریڈی ملیں گے۔

عالیہ بیگم تیار ہونے کے بعد اِزنیٰ کے کمرے کی طرف جاتی ہیں۔ اُنہیں ازنیٰ کے رونے کی آواز باہر تک آ رہی ہوتی ہے۔ وہ کمرے میں جاتی ہیں تو ازنیٰ اپنے بیڈ پہ کپڑوں کا ڈھیر لگائے اُن پہ بیٹھی ہوتی ہے جب کہ شہناز ایک ہاتھ میں اُس کی خوبصورت سی فراک لیے کھڑی ہوتی ہے۔ عالیہ بیگم کو دیکھتے ہی اِزنیٰ روتے ہوئے بولتی ہے)

اِزنیٰ: ماما دیکھیں میں اِن سے کہہ رہی ہوں مجھے یہ فراک نہیں پہننی بلکہ بلیو والی پہننی ہے۔

عالیہ بیگم: (شہناز کو کہتے ہوئے) شہناز تم اسے وہ فراک پہنا دو جو یہ کہہ رہی ہے۔ تمہیں پتہ ہے نہ اُس کا موڈ خراب دیکھ کر شہباز صاحب کو کتنا غصّہ آتا ہے۔ اُن کی تو جان بستی ہے اِس میں۔ (وہ اِزنیٰ کو بیڈ سے اُٹھا کے اپنے قریب کرتے ہوئے کہتی ہیں)

شہناز: بیگم صاحبہ میں تو بس اس لیے کہہ رہی تھی کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ویسے شہباز صاحب کی جان تو آپ میں بھی بستی ہے۔

عالیہ بیگم: شہناز۔۔۔۔۔۔۔ تم بھی بس باتیں بنا لیا کرو۔ اِزنیٰ کو جلدی ریڈی کر کے نیچے لے آؤ۔ میں ذرا شہباز کو کال کرلوں۔ دس منٹ کا بول کے گئے تھے۔ آدھے گھنٹے سے بھی زیادہ ہو رہا ہے۔

(عالیہ بیگم شہباز صاحب کو کال کرتے کرتے sitting room میں آ جاتی ہیں۔ وہ شہباز کو دو تین بار کال مِلانے کے بعد فون ایک طرف رکھ کے سامنے لگی ہوئی فوٹو فریمز کو دیکھنے لگتی ہیں۔ کتنی مکمل فیملی ہے نہ اُن کی۔ ایک

بہت پیار کرنے والا شوہر، خوبصورت بیٹی، عزت، سکون، پیسہ، سب کچھ تو ہے اُن کے پاس۔ اتنے میں اُنہیں اِزنی کی سیڑھیوں سے اُترتے ہوئے بولنے کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ وہ مُڑ کے اُسے دیکھتی ہیں وہ شہناز کو اپنے پیچھے پیچھے بھگاتی نیچے اُتر رہی ہوتی ہے۔ اپنی پسند کی فراک میں بالوں میں چھوٹے چھوٹے کلپ لگائے وہ عالیہ بیگم کی ٹانگوں کیساتھ چمٹ جاتی ہے۔ وہ مسکرا کے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اُس کا ماتھا چوم لیتی ہیں۔ وہ نازک سی خوبصورت سی پری محض سات برس کی ہوتی ہے)

اِزنی: ماما، ماما بابا کیوں نہیں آئے مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔

(اُنہیں ایک دم سے جیسے شہباز کا خیال آتا ہے وہ فون اُٹھا کے دوبارہ سے کال ملانے لگ جاتی ہیں۔

(دروازے پہ دستک سے عالیہ بیگم جیسے واپس ہوش میں آتی ہیں۔)

اپنی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کر کے وہ کہتی ہیں

عالیہ بیگم: آجاؤ۔

---

(عازل اپنے گھر والوں کے بیچ میں بیٹھا اُنہیں چیک ملنے کی روداد سنا رہا ہوتا ہے۔ سب گھر والے خوشی اور حیرت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ عازل اپنے ابو کے گھٹنوں کو چھوتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: ابو جان اب تو آپ دیکھنا اللہ کی مہربانی سے آپ کا بیٹا کتنی ترقی کرے گا۔

(اُس کے ابو پیار اور شفقت سے اُس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اُسے ڈھیر ساری دعائیں دیتے ہیں۔ عازل کی امّی اُسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہتی ہیں)

عابدہ: یہ سب ہماری ہونے والی بہو کا نصیب ہے۔ دیکھو ابھی اس گھر میں آئی بھی نہیں اور اُس کے نصیب کی برکتیں پہلے سے ہی ہمارے گھر میں آنا شروع ہو گئیں۔

عازل: امیّ اب سب سے پہلے میں اپنی گاڑی تبدیل کروں گا۔ اچھی اچھی جگہ جانا ہوتا ہے نا۔ تو اچھا impression نہیں پڑتا۔ اور پھر دیکھتے ہیں کہ فی الحال پراجیکٹ پہ ہم کتنی Investment اِن پیسوں سے کریں اور اگر کچھ بچ جاتا ہے تو میں آپ کو بہت اچھا گھر بھی لے کے دوں گا۔ اور پھر اب اس کو بھی تو گھر سے نکالنا ہے نا۔ (وہ پاس کھڑی اپنی بہن کو سینے سے لگا کے ماتھے پہ پیار دیتے ہوئے کہتا ہے)۔

مشتاق صاحب: (ہنستے ہوئے) سب ہو جائے گا بیٹا۔ سب ہو جائے گا۔ پھر اپنی بیوی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں۔ بھئی اب تو زبردست سی چائے تو بنتی ہے۔ آخر اتنی بڑی کامیابی ملی ہے میرے بیٹے کو۔

---

(اِزنیٰ اپنے کمرے میں بیٹھی Laptop پہ کام کر رہی ہوتی ہے۔ اتنے میں دروازے پہ دستک ہوتی ہے)

اِزنیٰ: آجاؤ۔ شہناز کمرے میں داخل ہوتی ہے۔

شہناز: بی بی آپ کے لیے کھانا لگا دوں؟ اِزنیٰ فوراً سے وال کلاک کی طرف دیکھتی ہے۔ رات کے ساڑھے آٹھ بج رہے ہوتے ہیں۔ کام کرتے کرتے اُسے وقت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ (وہ شہناز سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: ماما نے کھانا کھالیا؟

شہناز: جی! میں نے اُنہیں کھانا کھلا کے دوا بھی دے دی تھی۔

اِزنیٰ: ہم م م م۔۔۔۔اُن کا خیال رکھا کرو۔(اُس کی نظروں کے سامنے عالیہ بیگم کا زرد چہرہ گھوم جاتا ہے)

شہناز: بی بی ایک بات کہوں؟

اِزنیٰ: ہاں بولو۔

شہناز: بی بی جی اُنہیں دوا سے زیادہ آپ کے پیار اور توجہ کی ضرورت ہے

اِزنیٰ: یہ بات اُنہیں تب کسی نے کیوں نہیں بتائی جب مجھے اُن کے پیار اور توجہ کی ضرورت تھی۔ خیر تم زیادہ سوچا نہ کرو۔ جتنا کہا جاتا ہے اُتنا کیا کرو۔ اور جاؤ مجھے کھانا کھانا ہوگا میں کھالوں گی۔(اُسے جیسے کچھ سوچ کے ایک دم سے غصّہ آجاتا ہے۔شہناز خاموشی سے وہاں سے چلی جاتی ہے)

---

(اِزنیٰ ٹراوُزر شرٹ میں کھُلے بالوں کے ساتھ اپنے کمرے کے کاوَچ پہ نیم دراز ہوتی ہے۔ماضی کی تلخ یادیں سارا دن بھٹکنے کے بعد رات ہوتے ہی اُس کے پہلو میں آ کے سو جاتی ہیں۔ وہ لاکھ کوشش کرتی ہے کہ اُن سے پیچھا چھڑا سکے لیکن روز رات کو ایک یاد اُسے اپنے ساتھ ماضی کی دنیا میں لے جاتی ہے اور وہ آنکھیں بند کیے اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگتی ہے۔ اِزنیٰ بند آنکھوں سے مسکرائے جا رہی ہوتی ہے۔ اُسے آج بھی وہ دن پوری طرح سے یاد ہوتا ہے۔ جب وہ اور شہباز کیرم کھیل رہے ہوتے ہیں عالیہ بیگم اُن کے پاس بیٹھی اُن کے کھیل سے لطف اندوز ہو رہی ہوتی ہیں۔شہباز اِزنیٰ سے آنکھ بچا کے فوراً سے کوئین لے اُڑتے ہیں۔ عالیہ بیگم بمشکل اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اِزنیٰ دونوں کی آنکھوں آنکھوں کی گفتگو سمجھ جاتی ہے اور رونے لگتی ہے)

اِزنیٰ: ماما آپ نے دیکھا نہ بابا نے پھر سے cheating کی ہے۔

شہباز: نہیں میرا بچہ میں نے کبھی بھی نہیں کی۔ میں تو اپنی بیٹی سے ہارنے کو تیار رہتا ہوں۔ بس آپ ہی بابا کو ہرا نہیں سکتی۔

عالیہ بیگم: شہباز (وہ آنکھوں سے تنبیہ کرتے ہوئے) آپ ہمیشہ میری بیٹی کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔

(اِزنیٰ فوراً سے ہوش کی دُنیا میں واپس آتے ہوئے۔)

اِزنیٰ: ''میری بیٹی'' کیا وہ واقعی عالیہ بیگم کی سگی اولاد ہے؟ اگر وہ اُن کی سگی اور اکلوتی اولاد تھی تو اُنہوں نے اُس کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟

(ایک دم سے شہناز کی آواز اُس کے کانوں میں گونجتی ہے)

(''بی بی جی اُنہیں آپ کے پیار اور توجہ کی ضرورت ہے'' اور اِزنیٰ نم آنکھوں سے مسکرانے لگتی ہے اور بس یہ سوچ کے رہ جاتی ہے۔)

(''پیار اور توجہ'' ہنسی اور آنسو مل کے اُس کا اِس تنہائی میں ساتھ دینے لگ جاتے ہیں)

-------------------------------------

(اِزنیٰ آج پورے دل سے بہت خوبصورت تیار ہوتی ہے۔ بلیک کلر کی ساڑھی میں جیسے وہ آسمان سے اُتری حور لگ رہی ہوتی ہے۔ تیار ہونے کے بعد وہ عازل کو کال کرتی ہے)

اِزنیٰ: عازل آپ اس وقت کہاں ہیں؟

عازل: اِس وقت میں site پہ ہوں۔ بس کچھ دیر میں گھر کے لیے نکلوں گا۔

(اِزنیٰ اُسے گھر جانے کی بجائے ایک کیفے کا ایڈریس بتاتی ہے اور اُسے کہتی ہے پہلے وہ وہاں آئے پراجیکٹ میں کچھ تبدیلی کرنی ہے جس کی وجہ سے اُس کا ملنا بہت ضروری ہے۔ عازل اُسے ایک گھنٹے میں آنے کا کہہ کے فون بند کر دیتا ہے۔ اِزنیٰ نے شہر کا مہنگا کیفے آج شام کے لیے بُک کروا لیا ہوتا ہے۔

کیفے میں enterance سے ہی ہر جگہ پھولوں کے خوبصورت گلد ستے رکھے گئے ہوتے ہیں۔ کیفے کی مدھم روشنی اس پورے ماحول کو ایک خواب کا منظر دے رہی ہوتی ہے۔ ازنیٰ وہاں بیٹھ کے عازل کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ دس منٹ کے انتظار کے بعد عازل وہاں پہنچ جاتا ہے۔ عازل جب اندر داخل ہوتا ہے تو وہ سارا منظر دیکھ کے بہت حیران ہو رہا ہوتا ہے۔ ازنیٰ جس ٹیبل پہ اُس کے انتظار میں بیٹھی ہوتی ہے اُس کی پشت کی دیوار پہ بہت خوبصورت ''Happy Birthday Azil'' لکھا ہوتا ہے۔ عازل حیرت میں ڈوبا اِزنیٰ کے پاس آتا ہے۔ اِزنیٰ اُسے دیکھ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور مسکراتے ہوئے اُسے وِش کرتی ہے)

عازل: لیکن اِزنیٰ آپ کو کیسے پتہ کہ آج میرا برتھ ڈے ہے اور پھر اتنا اہتمام کیوں؟

(ازنیٰ اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے اُسے کہتی ہے)

اِزنیٰ: عازل شاید آپ بھول رہے ہیں کہ آپ کے سارے Documents ہمارے پاس ہیں۔ عازل جیسے یاد آنے والے انداز میں ''اوہاں''۔

(عازل اِزنیٰ کا بڑھا ہوا ہاتھ تھامنا ہی چاہ رہا ہوتا ہے کہ اُس کے فون کی بیل بجنے لگتی ہے۔ وہ فوراً سے فون اُٹھاتا ہے۔ فون اُسے گھر سے اُس کی بہن کا آتا ہے)

عازل: ہاں دُعا بول کیا ہوا؟

دُعا: بھائی آپ ابھی تک آئے نہیں پلیز جلدی آجائیں امّی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

عازل: (پریشانی سے) کیا ہوا امّی کو؟ میں بس ابھی آتا ہوں۔

(وہ فوراً سے پلٹ جاتا ہے۔ اِزنیٰ اُسے آواز دیتی ہے)

اِزنیٰ: عازل کیا ہوا؟ کہاں جارہے ہو؟

(عازل رک کے اُسے جواب دیتے ہوئے)

عازل: اِزنیٰ مجھے فوری گھر پہنچنا ہے۔

(اِس سے زیادہ وہ اِزنیٰ کو کچھ نہیں بتاتا اور کیفے سے نکل جاتا ہے۔ اِزنیٰ اُسے آوازیں دیتی رہ جاتی ہے)

اِزنیٰ: عازل، عازل کہاں جارہے ہو؟ عازل میری بات سنو

اِزنیٰ: عازل۔۔۔۔۔عازل واپس آؤ میری بات سنو۔ تم مجھے ایسے چھوڑ کے نہیں جا سکتے۔

(لیکن عازل اِزنیٰ کی کسی بھی بات کا جواب دیئے بغیر پریشانی سے باہر نکل جاتا ہے)

(اِزنیٰ غصّے سے بے قابو ہورہی ہوتی ہے۔ ٹیبل پہ پڑا خوبصورت کیک اور بُکے جیسے اُس کی حالت کا مذاق اڑارہے ہوتے ہیں۔ وہ ٹیبل پہ پڑی چھری اُٹھا کے جنونی انداز میں کیک کو کاٹنے لگ جاتی ہے۔ پاس پڑے خوبصورت پھولوں کے گلدستے کو نُوچ کے نیچے پھینک دیتی ہے اور اُسے اپنے قدموں میں روند دیتی ہے۔ لیکن اُس کا غصّہ کسی بھی طرح کم نہیں ہورہا ہوتا۔ آج کے دن کے لیے تو اُس نے بہت کچھ سوچا تھا۔ آج کی شام تو عازل نے صرف اُس کے ساتھ گزارنی تھی۔ پھر وہ اُس کے لیے رُکا کیوں نہیں۔ آج وہ اُس کے لیے خاص تیار ہو کے آئی تھی۔ اتنا اہتمام صرف اُسی کے لیے تو تھا۔ وہ اُس کے لیے آج کا دن بہت خاص بنانا چاہتی تھی۔ اور وہ۔۔۔۔۔۔شدید

غصّے میں اِزنیٰ اپنے سامنے پڑا ہوا سارا ٹیبل پلٹ دیتی ہے۔ٹیبل پہ پڑا نازک سا گلدان چھن کی آواز سے زمین پہ آتا ہے۔ایسے ہی چھن کی آواز اِزنیٰ کو اپنے اندر بھی محسوس ہوتی ہے وہ اپنا بیگ لیے وہاں سے چلی جاتی ہے۔آس پاس کھڑا اسٹاف اُسے خاموشی سے دیکھتا رہ جاتا ہے )

------------------------------------

(عازل اپنی برانڈ نیو V8 گاڑی سے جلدی جلدی اپنے گھر پہنچتا ہے۔وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوتا ہے۔گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔وہ پریشانی سے آوازیں دینے لگ جاتا ہے۔امّی، ابو، امّی، ابو اتنے میں لاؤنج کی لائٹس آن ہوتی ہیں۔کمرہ بہت خوبصورت سے سجایا ہوتا ہے۔وہاں موجود عازل کے امّی، ابو، بہن، نیہا اور اُس کے گھر والے تالیاں بجا کر اُسے برتھ ڈے وِش کرتے ہیں )

"Happy Birthday to you، Happy Birthday dear Azil"

(عازل گہری سانس لے کے رہ جاتا ہے اور کہتا ہے )

عازل: ''او مائی گاڈ یار تم سب نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔تم لوگوں کو پتہ ہے میں کتنی تیز گاڑی چلا کے پہنچا ہوں۔

عابدہ: میں نے اِنہیں منع بھی کیا تھا بیٹا لیکن ---------

دُعا: اچھا بھائی اب آ جائیں نا کیک cut کریں ہم سب کو بہت بھوک لگ رہی ہے۔

(دُعا کے ساتھ کھڑی بلیو ڈریس میں نیہا کو دیکھتا ہے جو بہت پیاری لگ رہی ہوتی ہے۔عازل اپنے گھر والوں کیساتھ اپنی برتھ ڈے منانے میں مگن ہو جاتا ہے اور وہاں اِزنیٰ غصّے کی کیفیت میں اپنے کمرے میں شیشے کے سامنے

کھڑی سوچ رہی ہوتی ہے کہ کیسے عازل اُسے، اُس کی خوبصورتی کو نظر انداز کر کے جا سکتا ہے۔ بے بسی میں شیشے کے پاس رکھا کرسٹل کا ڈیکوریشن پیس اُٹھا کے وہ شیشے پہ دے مارتی ہے۔ کمرے سے ایک چھناکے کی آواز آتی ہے۔ کمرے میں آتی شہناز ڈر کے کمرے کے باہر ہی رُک جاتی ہے)

---

(اگلے دن عازل اِزنیٰ کے آفس جاتا ہے۔ اِزنیٰ عازل کو دیکھ کے زیادہ گرمجوشی نہیں دِکھاتی وہ اُسے آہستگی سے بیٹھنے کو کہتی ہے اور سامنے پڑی فائلز میں مگن ہو جاتی ہے۔ عازل تھوڑا شرمندہ سا دکھائی دے رہا ہوتا ہے وہ آرام سے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: اِزنیٰ وہ میں آپ سے کل کے لیے Sorry کرنے آیا ہوں۔

(اِزنیٰ عازل کی بات کا کوئی جواب نہیں دیتی۔ ایک منٹ کے توقف کے بعد عازل اپنی بات پھر سے شروع کرتا ہے)

عازل: وہ دراصل مجھے گھر سے بہن کی کال آ گئی تھی۔ اور جب میں گھر پہنچا تو میری بہن اور نیہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(اِزنیٰ بہن اور نیہا سن کے تھوڑا چونک جاتی ہے اور اُسی مصروفیت کے انداز میں پوچھتی ہے)

ازنیٰ: بہن اور نیہا؟ نیہا کون ہے؟

(عازل تھوڑا سا مسکراتے ہوئے نظریں جھُکا کے کہنے لگتا ہے) نیہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(نیہا کے نام سے اُس کے چہرے پہ آئی چمک کو صاف محسوس کر لیتی ہے اور بے تابی سے پوچھتی ہے ہاں نیہا۔ کون ہے وہ؟

عازل: ہم میں کبھی اتنی بے تکلفی ہوئی نہیں کہ میں آپ کو نیہا کے بارے میں بتا سکتا۔ جب بھی ملے ہم بس پراجیکٹ کی بات ہی کرتے رہے۔ نیہا اور میں نے یونیورسٹی ایک ساتھ ہی ختم کی۔ وہ میری کلاس فیلو تھی اور ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت پسند کرتے تھے۔ یونیورسٹی کے بعد گھر والوں کی رضامندی سے ہماری منگنی ہوگئی۔ اب ہم بہت جلد شادی کرنے والے ہیں۔

(اِزنیٰ سانس روکے عازل کی بات سُن رہی تھی۔ عازل کے منہ سے نکلا ایک ایک لفظ اُس کے کان میں جیسے پگھلے ہوئے سیسہ کی طرح ٹپکا تھا۔ عازل نہ جانے اُسے کیا کیا بتا رہا تھا لیکن اُس کے دماغ پہ تو جیسے عازل کے الفاظ ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے ''ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے''۔ وہ عازل کی کسی بات کا بھی جواب دیئے بغیر اُسے کہتی ہے۔ اور جب وہ بولتی ہے تو اُس کی آواز جیسے گہرے کنویں سے آرہی ہوتی ہے)

اِزنیٰ: عازل میری کچھ meetings ہیں ہم کل بات کرتے ہیں۔

(عازل اُٹھ کے چلا جاتا ہے۔ اِزنیٰ تھوڑی دیر جیسے بے جان لاش کی طرح بیٹھی رہتی ہے۔ اُسے کچھ سمجھ نہیں آرہی ہوتی۔ تھوڑی دیر میں اسلم صاحب اُسے میٹنگ کے لیے بلانے آتے ہیں۔ وہ ساری میٹنگز کینسل کروا دیتی ہے۔ اُس کے اندر توڑ پھوڑ ہو رہی ہوتی ہے وہ خاموشی سے اُٹھ کر گھر کے لیے نکل جاتی ہے)

---

(طارق صاحب تیار بیٹھے تبسّم بیگم کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ بالآخر وہ تھک ہار کے اونچی اونچی آوازیں دینے لگتے ہیں)

طارق صاحب: تبسّم بیگم اور کتنا ٹائم لگے گا تمہیں؟ ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔

(Dot not Delay تبسّم بیگم گھبرائی ہوئی کمرے سے نکلتی ہیں اور کہتی ہیں)۔

تبسّم بیگم: طارق صاحب میں کب سے اپنی جیولری میں سے ڈائمنڈ کا بریسلٹ اور اپنی گولڈ کی انگوٹھیاں ڈھونڈ رہی ہوں لیکن وہ مجھے پورے لاکر میں نہیں ملی۔

طارق صاحب: کیا مطلب ہے تمہارا؟ (پریشان ہوتے ہوئے)

تبسّم بیگم: میری 3 گولڈ کی رنگز اور ڈائمنڈ کا بریسلٹ جو آپ سنگاپور سے لائے تھے۔ کہیں نہیں ہے۔

(طارق صاحب ڈانٹنے کے انداز میں پوچھتے ہیں)

طارق صاحب: تو تم چیزیں سنبھال کے نہیں رکھ سکتی تھی؟

تبسّم بیگم: کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ ساری زندگی یہیں تو رکھتی آئی ہوں۔ مجھے لگتا ہے ملازموں سے پوچھنا پڑے گا۔

(وہ اتنا کہہ کے ملازموں کو آواز دینے ہی لگتی ہے کہ طارق صاحب اُنہیں ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہتے ہیں)

طارق صاحب: تبسّم تم یہ مت بھولو کہ یہ ہمارے خاندانی ملازم ہیں۔ اِن میں سے کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ تم اپنے بیٹے ہادی پہ نظر رکھو۔

(یہ سُنتے ہی تبسّم بیگم تنگ آ کر جواب دیتی ہیں)

تبسّم بیگم: کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ آپ کو ہر غلطی کہ پیچھے میرا بیٹا ہی کیوں نظر آتا ہے۔

طارق صاحب: میں تمہیں جو کہہ رہا ہوں بس اُس بات پہ دھیان دو۔ اب تم نے جانا ہے یا نہیں؟ جو نقصان ہونا تھا وہ ہو گیا ہے۔ اب تمہارے واویلا مچانے سے کچھ

نہیں ہوگا۔ ہم already کافی لیٹ ہو چکے ہیں۔

تبسّم بیگم: ٹھیک ہے آپ چلیں میں بس بیگ لے کے آتی ہوں۔

---

(اِزنیٰ گھر واپس آ کے عازل کی باتوں کو ہضم نہیں کر پا رہی ہوتی۔ وہ مسلسل سوچ رہی ہوتی ہے کہ یہ نیہا کون ہے؟ کہاں سے آ گئی ہے؟ وہ بے چینی سے اپنے بیڈ پہ آ بیٹھتی ہے۔ بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی اپنی تصویر کو اُٹھاتی ہے اور اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سوچتی ہے کہ "میں تو اتنی مکمل ہوں کیا نہیں ہے میرے پاس؟ اس نیہا کو راستے سے ہٹانا کون سا مشکل کام ہے۔ وہ اپنی تصویر واپس سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کے بیگ میں سے فون نکالتی ہے)

اِزنیٰ: حمید صاحب سے بات ہو سکتی ہے۔

(جواب آنے پر وہ اُن سے کہتی ہے)

اِزنیٰ: مجھے عازل کی منگیتر نیہا کے بارے میں ساری تفصیل چاہیئے۔ اور وہ بھی جلد سے جلد۔

---

(شاہ میر اپنے کمرے میں کھلنے والی بالکونی میں بیٹھا خاموشی سے باہر کی گہما گہمی دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اُس کا دل و دماغ اِزنیٰ کے بارے میں ہی سوچ رہا ہوتا ہے۔ اتنے میں اُسے اُجالا کی کال آنے لگتی ہے۔ شاہ میر نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کا فون pick کر لیتا ہے)

شاہ میر: ہاں کیا ہوا بولو؟

اُجالا: کیا ہو گیا؟ نہ ہائے نہ ہیلو نہ حال چال۔ اِتنے دنوں بعد ہماری بات ہو رہی ہے تم تو میری کالز بھی نہیں اُٹھاتے۔

شاہ میر: ہاں بس کام کی مصروفیت ہی کچھ ایسی چل رہی ہے اور تم بتاؤ کیسی ہو؟

اُجالا: میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ۔

شاہ میر: میں بھی ٹھیک ہوں۔بس جیسے ہی ٹائم ملتا ہے میں ایک دو دن تک تم سے ملتا ہوں۔

اُجالا: اکیلے نہیں آنا اپنے Dad کو لے کے آنا۔

شاہ میر: کیا مطلب اس بات کا۔

اُجالا: میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ ماما پاپا میری شادی میری خالہ کے بیٹے سے کروانا چاہ رہے ہیں۔ وہ next week کینیڈا سے آرہا ہے تو وہ چاہ رہے ہیں کہ ہمارا نکاح ہو جائے تا کہ وہ ویزا پراسس کروا سکے۔

شاہ میر: Oh really!

That's really a good news

اُجالا: شاہ میر کیا مطلب؟ تم مذاق کر رہے ہو اور اگر یہ مذاق ہے تو بہت بُرا مذاق ہے۔

شاہ میر: اِس میں مذاق کیسا؟ اچھا ہے شادی کرو۔ انجوائے کرو۔

اُجالا: But مجھے تم سے شادی کرنی ہے۔

شاہ میر: (چونکتے ہوئے) مجھ سے شادی؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟ میں نے کب تم سے شادی کے دعوے کیے ہیں۔

اُجالا: (روہانسی ہوتے ہوئے) شادی کے نہ سہی لیکن محبت کے تو کیے ہیں نا۔

شاہ میر: تو کہاں لکھا ہے کہ جس سے محبت ہو شادی بھی اُسی سے کی جائے۔

اُجالا: مطلب شاہ میر تم مجھ سے فلرٹ کر رہے تھے؟

شاہ میر: فلرٹ نہیں کر رہا تھا لیکن شادی بھی نہیں کر رہا۔

اُجالا: شاہ میر ہمارے بیچ بہت اچھی understanding ہے۔

شاہ میر: (چڑتے ہوئے) اوہو ایک تو تم لڑکیوں کا یہی مسئلہ ہے۔ تم لڑکیاں ملتی بعد میں ہو لیکن ہنی مون پہلے decide کر لیتی ہو۔

(اتنا کہہ کے شاہ میر فون بند کر دیتا ہے)

---

(عازل اپنے گھر والوں کے ساتھ نیہا اور اُس کے گھر والوں کو بھی pick کرتا ہے۔ نیہا گاڑی میں بیٹھتے ہی پوچھتی ہے)

نیہا: عازل آخر ہم جا کہاں رہے ہیں؟ اب تو بتا دو۔

عازل: جہاں آپ سب نے اتنا انتظار کیا ہے وہاں تھوڑا سا انتظار اور۔

(گاڑی تھوڑی دیر میں شہر کے خوبصورت علاقے سے ہوتی ہوئی ایک عالیشان گھر کے آگے رُک جاتی ہے۔ عازل اُن سب کو وہاں اُترنے کو کہتا ہے۔ اور خود بھی گاڑی لاک کر کے نیچے اُتر جاتا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں کافی زیادہ چابیاں ہوتی ہیں۔ گھر کا بیرونی دروازہ کھول کے وہ اندر داخل ہوتا ہے۔ اور سب کو ہی اندر آنے کا کہتا ہے۔ سب گھر کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ ایک بڑے سے کار پورچ اور اُس کے ساتھ ہی لان سے ہوتے ہوئے سب گھر کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ گھر بہت ہی خوبصورت اور نئی طرز کا بنا ہوتا ہے۔ عازل سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: تو Ladies and Gentlemen یہ آپ لوگوں کا سرپرائز ہے کہ یہ گھر اب ہماری ملکیت ہے یعنی یہ گھر میں خرید چکا ہوں۔

(اتنا سننا ہی تھا کہ سب کا خوشی کے مارے بُرا حال ہونے لگتا ہے)

عازل: آرام سے آرام سے۔ اب آپ لوگ تسلی سے اس گھر کو دیکھیں اور دُعا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتا ہے۔ اور دعا بی اوپر کا ماسٹر روم تو میں ہی رکھوں گا اس کے علاوہ آپ جو بھی روم لے لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

(یہ سُن کے سب مُسکرانے لگ جاتے ہیں)

---

(اِزنیٰ اپنے آفس میں عازل کے ساتھ map کو discuss کر رہی ہوتی ہے۔ اس Discussion کے بعد عازل سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: ٹھیک ہے عازل اب site وِزٹ بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں۔

عازل: نہیں سوری اِزنیٰ آج تو یہ possible نہیں ہو سکے گا۔ میں already نیہا سے کمٹ کر چکا ہوں کہ اُس کے ساتھ شادی کی شاپنگ کے لیے جاؤں گا۔

اِزنیٰ: (چونکتے ہوئے) شادی کی شاپنگ؟

عازل: (مسکراتے ہوئے) ہاں اب سب گھر والوں کا پریشر بڑھتا جا رہا ہے کہ اب ہمیں شادی کر لینی چاہیئے۔ پڑھائی بھی مکمل ہو گئی اور اب تو ماشاءاللہ بزنس اچھا چل رہا ہے تو دیر کرنے کی کوئی وجہ بنتی نہیں ہے۔

(اِزنیٰ اُس کی بات سُن کے جیسے سُن سی ہو جاتی ہے۔ وہ جواب میں اپسے کچھ کہہ نہیں پاتی۔ عازل اُسے اللہ حافظ کہہ کے گاڑی کی چابی اُٹھا کے آفس سے چلا جاتا ہے۔ اُس کے جانے کے بعد اِزنیٰ بھی آفس سے واپس گھر آ جاتی ہے۔ وہ غصّے سے بے قابو ہو رہی ہوتی ہے۔ نیہا، نیہا، نیہا۔ وہ غصّے سے ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑی ساری چیزیں نیچے پھینک دیتی ہے۔ وہیں اُس کی نظر

شیشے پہ خود پہ پڑتی ہے۔ وہ خود کلامی کے انداز میں بولتی ہے )

اِزنیٰ: ''ایسا نہیں ہو سکتا عازل۔ میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔ میں اپنی زندگی میں ایسا نہیں ہونے دوں گی میں تمہیں نیہا کا نہیں ہونے دوں گی'' وہ اپنی ہتھیلی کا مُکّا بنا کے شیشے پہ مارتے ہوئے کہتی ہے۔ ''اِزنیٰ، اِزنیٰ تمہیں جلدی کچھ کرنا پڑے گا۔ سوچو اِزنیٰ۔ عازل صرف تمہارا ہے''

(اُس کے چہرے پہ پھیلے پریشانی اور سوچ کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور ساتھ ہی اُس کے چہرے پہ ایک مسکراہٹ نمودار ہوتی ہے۔ گویا وہ سوچ چکی ہے کہ وہ نیہا کا کیا کرے گی )

---

(عازل اور نیہا شاپنگ کررہے ہوتے ہیں۔ نیہا عازل سے فرمائشی انداز میں کہتی ہے )

نیہا: عازل مجھے اپنا برائیڈل ڈریس شہر کے سب سے بڑے ڈیزائنر سے بنوانا ہے۔

عازل: (ہنستے ہوئے ) ہاں ہاں کیوں نہیں۔ جہاں سے دل کرتا ہے وہاں سے بنواؤ۔ یہ ساری محنت تمہارے لیے ہی تو کررہا ہوں۔

نیہا: ویسے عازل ایک بات تو بتاؤ۔ یہ اِزنیٰ تم پہ اتنی مہربان کیوں ہورہی ہے اتنا بڑا گھر، گاڑی وہ بھی بس ایک دو مہینوں میں ہی۔

عازل: کیا مطلب ہے تمہارا۔ مجھ پہ شک کررہی ہو۔ (عازل اُسے تنگ کرتے ہوئے )

نیہا: نہیں شک نہیں کررہی۔ بس ویسے ہی پوچھ رہی ہوں۔

عازل: پوچھنے تک ہی ٹھیک ہے لیکن کبھی شک نہ کرنا۔ دنیا کی کوئی بھی طاقت مجھے تم

سے چھین نہیں سکتی۔ عازل کو تم سے عشق ہے نیہا۔

نیہا: ہاں وہ تو میں جانتی ہوں۔ لیکن پتہ نہیں کیوں میں کبھی کبھی ڈر جاتی ہوں۔ ماہین باجی بھی تو ہیں کتنی اچھی زندگی گزار رہی تھیں۔ لیکن پھر جیسے سب درہم برہم ہو گیا اور آج وہ گھر بیٹھی ہیں۔ میں ڈرتی ہوں عازل ہماری خوشیوں کو بھی کسی کی نظر نہ لگ جائے۔

عازل: (سمجھاتے ہوئے) کیا ہو گیا نیہا۔ یہ فضول کے خدشات نہ پالو۔ عازل تمہارا تھا اور تمہارا ہی رہے گا۔ دیکھنا ہماری شادی ہوگی اور ہمارے ڈھیر سارے بچے ہوں گے اور تم دیکھنا میں اُن کے ساتھ مل کے تمہیں کتنا تنگ کروں گا۔

نیہا فوراً بھنیچتے ہوئے عازل کو ہاتھ سے پرے کرتے ہوئے کہتی ہے۔

نیہا: کچھ بھی عازل۔

---

(نیہا واپس گھر آ کے اپنی شاپنگ گھر والوں کو دِکھاتی ہے۔ ہر چیز ایک سے بڑھ کے ایک ہوتی ہے۔ چیزوں کو دیکھنے سے ہی اُن کی قیمت کا اچھے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نیہا سب سامان سمیٹ کر اپنے کمرے میں واپس جاتی ہے تو اُس کی امیّ کچھ دیر بعد اُس کے پاس آتی ہیں اور پوچھتی ہیں)

ممتاز بیگم: لگتا ہے کافی تھک گئی ہو۔

(نیہا اپنی امی کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے خوشی سے کہتی ہے)

نیہا: تھکن، کیسی امیّ۔ آج تو سچ میں بہت مزہ آیا آپ کو پتہ ہے میں نے جس جس چیز پہ ہاتھ رکھا عازل نے بغیر کچھ سوچے سمجھے وہ چیز لے کے دے دی۔ ممتاز بیگم اُسے پیار کرتے ہوئے

ممتاز بیگم: ''اللہ تمہاری خوشیوں کو ایسے ہی سلامت رکھے۔''

(نیہا اپنی ماں کے چہرے کو پڑھتے ہوئے کہتی ہے)

نیہا: کیا ہوا امّی؟ آپ مجھے کچھ پریشان لگ رہی ہیں۔کوئی بات ہے کیا؟

ممتاز بیگم: (تھوڑے سے توقف کے بعد بولتی ہیں) ''پتہ نہیں میرے دل میں عجیب عجیب سے اندیشے آرہے ہیں۔وہ لڑکی اُس پہ اِتنی مہربان کیوں ہو رہی ہے؟ پہلے اتنا بڑا کام، پھر چیک اور پھر عازل کی نئی گاڑی، گھر۔۔۔۔۔مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہی۔تم نے دیکھا ہے اُسے؟ کیسی ہے وہ؟

(وہ ایک دم نیہا سے اِزنیٰ کے بارے میں پوچھتی ہیں)

نیہا: نہیں امّی میں نے نہیں دیکھا اُسے۔لیکن عازل کہتا ہے کہ وہ کمال کی خوبصورت ہے۔

ممتاز بیگم: کیا واقعی؟ نیہا تم مجھے اور ڈرا رہی ہو۔

نیہا: (ماں کو تسلی دینے والے انداز میں) اوہو امّی۔عازل ایسا نہیں آپ بے فکر ہو جائیں۔

ممتاز بیگم: (خدشات میں ڈوبے ہوئے) بیٹا کوئی بھی مرد ایسا نہیں ہوتا لیکن پھر مرد کو ایسا ہونے میں دیر نہیں لگتی۔اور ''مٹھائی اگر زبردستی بھی کھلائی جائے تو لگتی میٹھی ہی ہے۔اور اِزنیٰ کسی مٹھائی سے کم نہیں''

(نیہا پریشان ہوتے ہوئے اپنی ماں کے چہرے کی طرف دیکھتی ہے اور کہتی ہے)

نیہا: امّی اب آپ مجھے ڈرا رہی ہیں۔

ممتاز بیگم: نہیں بیٹا میں تمہیں ڈرا نہیں رہی بلکہ خبردار کر رہی ہوں۔عازل سے کہو اب

شادی میں مزید دیر نہ کرے۔ کام کا کیا ہے کام تو ساری عمر ہوتے ہی رہیں گے۔ پھر وہ نیہا کو حوصلہ دینے والے انداز میں کہنے لگی۔ تمہیں پتہ تو ہے ماہین کیساتھ جو کچھ ہوا، پھر تمہارے ابو کا حادثہ۔ بیٹا میں بہت زیادہ ڈر گئی ہوں۔ اب مزید پریشانی کی تو مجھ میں بھی سکت نہیں ہے۔ میں بس تمہیں خوش اور آباد دیکھنا چاہتی ہوں۔

(نیہا کی امّی اُسے حوصلہ دیتے دیتے خود روہانسی ہو جاتی ہیں)

نیہا: امّی اچھا اچھا میں عازل سے بات کرتی ہوں۔ آپ پلیز پانی پئیں۔

(وہ فوراً سائیڈ ٹیبل پہ پڑے جگ سے گلاس بھرتے ہوئے اپنی امّی سے کہتی ہے۔)

---

(میراب اپنے آفس میں اپنے مینیجر کے ساتھ بیٹھا ہوتا ہے)

مینیجر: سر! اب کی بار شاپنگ مال کا پراجیکٹ ملنا نہایت ضروری ہے۔ مارکیٹ میں ہماری Reputation کا سوال ہے۔ کافی اچھے پراجیکٹس ہمارے ہاتھ سے نکلنے کی وجہ سے ہماری کمپنی کا کام سب کے لیے ایک سوالیہ نشان بن کے رہ گیا ہے۔

میراب: ہم م م م۔۔۔۔۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ یہ پراجیکٹ ہمیں ہی ملے گا۔ پوری مارکیٹ میں کوئی بھی کمپنی اِس ریٹ پہ کام نہیں کر کے دے گی جو ریٹ ہم نے اُنہیں دیا ہے۔ اِس لیے مجھے اُن کی طرف سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔

(اتنے میں اعزاز صاحب آفس کے دروازے پہ دستک دیتے ہیں)

میراب: جی اعزاز صاحب۔ آئیں آئیں۔

(اعزاز صاحب تھوڑا پریشان اور گھبرائے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ اندر داخل ہوتے ہی جیسے میراب کے سر پہ بم گرا دیتے ہیں)

اعزاز صاحب: سر شاپنگ مال کا پراجیکٹ Shahbaz Construction کو مل گیا ہے۔

میراب: (بے یقینی سے) کیا؟؟ ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم نے تو اُن کی ساری requirements پوری کی تھیں۔

اعزاز صاحب؛ جی سر سمجھ نہیں آ رہی یہ پراجیکٹ ہمارے ہاتھ سے کیسے نکل کے Shahbaz Construction کے پاس جا سکتا ہے۔

(میراب غصّے سے ٹیبل پہ مکّا مارتا ہے)

---

(میراب غصّے سے گھر میں داخل ہوتا ہے۔ طارق صاحب اور تبسّم بیگم دونوں لان میں بیٹھے چائے پی رہے ہوتے ہیں۔ میراب لان میں داخل ہوتے ہی اپنی ٹائی کی ناٹ کو ڈھیلا کرتے ہوئے)

میراب: بابا آپ کی بھتیجی اب میری برداشت سے باہر ہو گئی ہے۔

طارق صاحب: کیا ہوا بیٹا؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟

میراب: خاک ٹھیک ہے بابا۔ شاپنگ مال کے پراجیکٹ کے لیے آپ کو پتہ ہے میں نے کتنی محنت کی تھی۔ اور آخر میں وہ پراجیکٹ بھی آپ کی بھتیجی لے اُڑی۔

تبسّم بیگم: (غصّے سے) ایسی کون سے گیدڑ سنگی ہے اُس کے پاس؟ جو ساری دُنیا کو اُس کی کمپنی کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آ رہا۔

(طارق صاحب سوچتے ہوئے۔ مجھے لگتا ہے اب اِس کا کچھ کرنا ہی پڑے گا)

تبسّم بیگم: ہاں اب اس کا تو کچھ کر لیں۔ باپ کا تو کچھ کر نہیں سکے۔ وہ تو اللہ نے ہی

اُسے اپنے پاس بُلالیا۔اب اُس کی بیٹی کا کچھ کریں طارق صاحب اِس سے پہلے کہ وہ ہماری کمپنی کی ساکھ کو نیست و نابود کر دے۔ میراب غصّے میں مُٹھیاں بھینچے بیٹھاہواہوتا ہے۔

---

(عازل جمعے کی نماز پڑھ کے ابھی گھر پہنچا ہی ہوتا ہے کہ اِزنیٰ کی کال آجاتی ہے)

اِزنیٰ: السلام علیکم عازل!اس ٹائم آپ کہاں ہیں؟ وہ چھوٹتے ہی پوچھتی ہے۔

عازل: وعلیکم السلام اِزنیٰ۔بس ابھی گھر آیا ہوں۔

اِزنیٰ: عازل آپ جلدی سے سائٹ پہ پہنچیں۔ کچھ سامان آیا ہے اُس کی Inspection کرنی ہے جو کہ بہت ضروری ہے۔آپ بھی جانتے ہیں کہ آج کل ناقص سامان کی وجہ سے کتنی problem آرہی ہے۔

عازل: ٹھیک ہے اِزنیٰ۔میں بس کچھ دیر میں پہنچتا ہوں۔

(عازل جو اِس وقت سفید شلوار سوٹ میں ہوتا ہے پاؤں میں سینڈل ڈالے اُسی طرح گھر سے نکل جاتا ہے)

---

(اِزنیٰ اپنے مینجر اسلم صاحب کے ساتھ سائٹ پہ پہنچتی ہے۔ کچھ دیر میں عازل بھی وہاں آجاتا ہے۔سفید شلوار سوٹ اور پاؤں میں کُھلی سینڈل پہنے وہ آج روزانہ سے زیادہ خوبصورت لگ رہا ہوتا ہے۔اِزنیٰ عازل کو آنکھ بھر کے دیکھ کے رہ جاتی ہے۔عازل چلتا ہوااِزنیٰ کے پاس آرہا ہوتا ہے۔اِزنیٰ کی نظر عازل پہ ہوتی ہے۔اتنے میں پاس میں بنتی ہوئی ایک بلند عمارت سے کوئی چیز اوپر سے گرتے ہوئے آرہی ہوتی ہے۔عازل اُس کے عین نیچے ہوتا ہے)

(اِزنیٰ پوری شدت سے عازل کو آواز دیتی ہے)

ازنیٰ: عازل پیچھے ہٹ جاؤ۔

(عازل کو ازنیٰ کی بات جب تک سمجھ میں آتی ہے۔ اینٹ اُس کے پیر پہ بُری طرح سے آ کے لگتی ہے۔ درد کی شدت سے عازل کے منہ سے چیخ نکل جاتی ہے۔ ازنیٰ بھاگتی ہوئی عازل کے پاس آتی ہے۔ عازل کا پیر بُری طرح سے زخمی ہو چُکا ہوتا ہے۔ خون اُس کے پیر سے اُبل اُبل کے نکل رہا ہوتا ہے۔ ازنیٰ عازل کے پیر سے خون نکلتا دیکھ کے حواس باختہ ہو جاتی ہے۔ وہ بُری طرح سے چیخنے لگتی ہے)

ازنیٰ: عازل۔ عازل تم ٹھیک ہونا؟

اُف اتنا زیادہ خون بہہ رہا ہے۔ اسلم صاحب جلدی سے آئیں۔ عازل کو گاڑی میں بٹھائیں ہمیں فوراً ہسپتال پہنچنا ہوگا۔ کریم بابا گاڑی سٹارٹ کریں آپ دیکھ کیا رہے ہیں؟

(اُس کا بس نہیں چل رہا ہوتا کہ وہ پلک جھپکنے میں عازل کے پیر کے زخم کو ٹھیک کر دے)

عازل: ازنیٰ میں ٹھیک ہوں۔ آپ پلیز پریشان نہ ہوں۔

ازنیٰ: کیسے پریشان نہ ہوں۔ آپ کے پیر سے اتنا خون بہہ رہا ہے۔

(اسلم صاحب سہارے کی مدد سے عازل کو ازنیٰ کی گاڑی میں بٹھاتے ہیں اور خود عازل کی گاڑی لے کے اُن کے پیچھے ہاسپٹل پہنچ جاتے ہیں)

(Hospital پہنچنے تک ازنیٰ کی جان پہ بنی رہتی ہے۔ عازل کے پیر سے نکلتا خون جیسے اُس کے دل سے بہہ رہا ہوتا ہے)

(اسلم صاحب سہارے سے عازل کو وہیل چیئر پہ بٹھا کے emergency

کی طرف جاتے ہیں۔ اِزنیٰ اُن کے ساتھ تیز تیز چل رہی ہوتی ہے۔

Emergency میں موجود نرس عازل کے پیر کے زخم کو دیکھ کے کچھ خاص سیریس نہیں ہوتی)

اِزنیٰ: (نرس سے مخاطب ہوتے ہوئے) آپ کی emergency میں کوئی Senior ڈاکٹر نہیں ہیں؟

نرس: میڈم زخم اتنا بڑا نہیں ہے۔ میں فرسٹ ایڈ دے دیتی ہوں۔ اور انجکشن بھی لگا دیتی ہوں۔

اِزنیٰ: آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ زخم کتنا بڑا ہے۔ ڈاکٹر ہیں آپ؟ کیا سمجھتی ہیں خود کو؟ کہیں کی سرجن ہیں آپ؟ ڈاکٹر صاحب کو بلائیں۔ بلکہ میں خود بلاتی ہوں۔

اُس سے صبر نہیں ہو رہا ہوتا وہ emergency کا پورا راؤنڈ لینے لگتی ہے۔

عازل سب کے سامنے شرمندہ ہوتے ہوئے اُسے آہستگی سے کہتا ہے۔

عازل: اِزنیٰ نرس بھی bandage کر دے گی تو چلے گا۔ اتنی بڑی چوٹ نہیں ہے

(اِزنیٰ اُس کی بات ان سُنی کر کے وہاں کے senior ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ ڈاکٹر اُسے غصّے میں لال پیلا دیکھتا ہے تو کہتا ہے)

ڈاکٹر: میڈم emergency میں ہمارا سارا ٹرینڈ سٹاف موجود ہے۔ آپ جائیں وہ آپ کو assist کر دیں گے۔

(اتنا سننا تھا کہ اِزنیٰ شدید غصّے میں ڈاکٹر پہ چیخنے لگتی ہے)

اِزنیٰ: جب میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ میرا patient زخمی ہے تو آپ مجھے انکار کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں میں کون ہوں؟ اِزنیٰ شہباز ہوں میں۔ کھڑے کھڑے آپ کا ہاسپٹل خرید سکتی ہوں۔

(ڈاکٹر ازنیٰ کی بات سُن کے برداشت کرتا ہوا بس اتنا ہی کہتا ہے)

ڈاکٹر: ''چلیں میڈم آئیں میرے ساتھ''

---

(عازل کی پٹی ہو جانے کے بعد اِزنیٰ اسلم صاحب سے کہتی ہے کہ وہ عازل کی گاڑی اُس کے گھر ڈراپ کریں۔ جبکہ عازل کو وہ خود اُس کے گھر چھوڑنے جائے گی۔ اسلم صاحب اُس کی بات سُن کر کافی حیران ہوتے ہیں کہ یہ تو بڑی بات ہے کہ میڈم کسی اور کو بھی اس قابل سمجھتی ہیں کہ اُس کے گھر جائیں)

(راستے میں عازل اِزنیٰ سے کہتا ہے)

عازل: اِزنیٰ ویسے آپ اتنے ہی چھوٹے دل کی ہیں کہ کسی کی بھی تکلیف پہ اتنا تڑپ جاتی ہیں۔

اِزنیٰ: (اُسے پیار سے دیکھتے ہوئے) ہو سکتا ہے۔لیکن آپ کی تکلیف اور چوٹ دیکھ کے سچ میں میں بہت پریشان ہو گئی تھی۔

(کریم بابا عازل کے گھر کے باہر گاڑی روکتے ہیں۔ عازل اِزنیٰ کو گھر آنے کی دعوت دیتا ہے۔ اِزنیٰ فوراً مان جاتی ہے۔ اِزنیٰ سہارے کے لیے عازل کو اپنا ہاتھ پیش کرتی ہے جو وہ تھوڑے تذبذب کے بعد تھام لیتا ہے۔ عازل کو اس طرح زخمی گھر میں داخل ہوتے دیکھ کے سارے گھر والے پریشان ہو جاتے ہیں۔ عازل سب سے کہتا ہے)

عازل: ارے ارے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے معمولی سا زخم ہے۔

(اِزنیٰ وہیں لاؤنج میں کھڑی ہوتی ہے۔ عازل کو جیسے ایک دم یاد آتا ہے۔ وہ اِزنیٰ کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے)

عازل: بھئی اِن سے تو ملو یہ ہیں۔ اِزنیٰ شہباز۔ شہباز کنسٹرکشن کی مالک۔

(عابدہ فوراً شرمندہ ہو کے اُسے بیٹھنے کو کہتی ہیں۔ دُعا بھی آگے بڑھ کے اِزنیٰ سے ہاتھ ملاتی ہے۔ اِزنیٰ وہیں ایک صوفہ پہ بیٹھ جاتی ہے۔ عازل کی امّی دُعا سے اِزنیٰ کے لیے جوس لانے کو کہتی ہیں۔ اور خود عازل کے ساتھ بیٹھ کے اِزنیٰ کا حال احوال پوچھنے لگتی ہیں۔ دُعا جوس لا کے اِزنیٰ کے سامنے رکھ دیتی ہیں اور عازل سے کہتی ہیں)

دُعا: بھائی آپ کو پتہ ہے نیہا بھابھی آپ کے فون نہ اُٹھانے پہ کتنی پریشان ہو گئی تھیں۔ پھر میں نے اُنہیں بتایا کہ آپ site visit کے لیے گئے ہیں تبھی فون نہیں اُٹھا رہے۔ لیکن اب میں نے اُنہیں کال کر کے بلا لیا ہے وہ آ رہی ہیں۔

عازل: دعا یہ تم نے کیا کیا؟ وہ بے چاری پریشان ہو جائے گی۔

(اِزنیٰ نیہا کا نام سُن کر فوراً چِڑ جاتی ہے۔ وہ جوس پیے بغیر اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ عازل اور اُس کی امّی اُسے روکنے کی بہت کوشش کرتے ہیں کہ وہ کھانا اُن کے ساتھ کھا کے جائے۔ لیکن اِزنیٰ کو نیہا کے آنے سے پہلے نکلنا ہوتا ہے۔ اُس لڑکی کی وہ شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی جو اُس کے عازل کے دِل میں قبضہ جمائے بیٹھی ہے)

---

(اِزنیٰ اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی ہوتی ہے۔ کالے آسمان پہ چاند کی پھیلی روشنی اُسے بہت خوبصورت بنا رہی ہوتی ہے۔ سارے آسمان پہ ننھے ننھے ستارے چمک رہے ہوتے ہیں۔ اتنے میں دروازہ دستک کے ساتھ کھُل جاتا ہے۔ عالیہ بیگم کمرے میں داخل ہوتی ہیں۔ اور اِزنیٰ

سے مخاطب ہوتی ہیں)

عالیہ بیگم: میں نے سوچا آج میں خود جا کے اپنی بیٹی کو دیکھ ہی آؤں۔ پہلے میں تمہارا کھانے پہ انتظار کرتی رہی تم نہیں آئی تو مجھے یہی مناسب لگا کہ میں خود آجاؤں۔

(وہ ازنیٰ کے کمرے میں پڑی کُرسی پہ بیٹھ جاتی ہیں۔ اِزنیٰ کچھ بھی کہے بغیر کاؤچ پہ جا بیٹھتی ہے۔اُس کا آدھا چہرہ (سائیڈ پوز) عالیہ بیگم کی طرف ہوتا ہے جیسے اُن کا اُس کے کمرے میں آنا اُسے کچھ خاص پسند نہیں آیا۔ وہ اُسی طرح بیٹھے بیٹھے اُن سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: جی کہیئے۔کوئی کام تھا آپ کو؟

(عالیہ بیگم اُس کی بات سُن کے مسکرا جاتی ہیں واقعی اُن دونوں کے درمیان اتنی بے تکلفی ہی کہاں تھی کہ وہ دونوں بغیر کسی کام کے ایک دوسرے کے کمرے میں آجایا کرتیں۔ وہ اِزنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: ہاں میں نے پوچھنا تھا تمہیں اپنے تایا کی کوئی خبر ہے؟

اِزنیٰ: (حیرت سے پوری طرح اُن کی طرف مڑتے ہوئے) کیوں خیریت ہے؟ آپ کو اُن کی یاد کیوں آ گئی؟

عالیہ بیگم: ہاں بیٹا۔اس دُنیا میں بس واحد وہی رشتے دار تو ہیں ہمارے۔ ہمیں اُن کے بارے میں اطلاع رکھنی چاہیئے بلکہ میں تو سوچ رہی تھی کہ اس weekend پہ اگر تمہارے پاس ٹائم ہے تو ہم اُن کی طرف چلتے ہیں۔

اِزنیٰ: (شدید غصّے سے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے) کیا ہو گیا ہے ماما آپ کو؟ آپ کون سے واحد رشتے کی بات کر رہی ہیں۔ وہ واحد رشتہ جس نے بابا کے جانے کے

بعد ہمیں مُڑ کے بھی نہیں دیکھا کہ ہم کس حال میں ہیں۔ وہ واحد رشتہ جس نے ساری زندگی آپ سے نفرت کی ہے کیونکہ آپ کا تعلق ایک کم حیثیت گھرانے سے تھا۔ وہ واحد رشتہ جو روز روز نئے ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے تا کہ میں بزنس میں نقصان اُٹھاؤں۔

(عالیہ بیگم خاموشی سے اُس کی ساری بات سننے کے بعد کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: تمہاری ساری باتیں ٹھیک ہیں اِزنیٰ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اُن سے تمہارا خون کا رشتہ ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ میں اگر نہ رہی تو تمہارا اس دُنیا میں کوئی تو ہو جو تمہارا سہارا بن سکے۔

اِزنیٰ: (غیر یقینی کے انداز سے) Seriously Mamma آپ نے میرے بارے میں سوچا؟ آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کتنا سہارا ملا ہے جو آپ کے جانے کے بعد میں اکیلی پڑ جاؤں گی۔ اور پلیز میرے سامنے پھر اُن میں سے کسی کا ذکر نہیں کرنا۔ میں اُن کا نام بھی نہیں سُننا چاہتی۔ (وہ پھر سے عالیہ بیگم سے کہنے لگتی ہے)۔ ''ماما آپ کو یاد نہیں ہے اُنہوں نے آپ اور بابا کو الگ کرنے کی کتنی کوششیں کی تھیں۔ کیا کیا بہتان لگائے تھے آپ پہ۔ بابا آپ کو پیار کرتے تھے آپ کی عزت کرتے تھے اور بس یہ بات بھی اُن سے برداشت نہیں ہو سکی۔

عالیہ بیگم: بیٹا بس کر جاؤ۔ میں وہ کچھ بھی یاد نہیں کرنا چاہتی۔ ہم سب انسان ہیں فرشتے تو ہیں نہیں جو ہم سے کوئی غلطی یا گناہ نہ ہو۔

اِزنیٰ: (تنگ کر) ماما آپ کی ڈکشنری میں معافی یا بھول جانے کے الفاظ ہوں گے میری ڈکشنری میں نہیں۔ اِزنیٰ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتی۔

(عالیہ بیگم یہ سُن کے خاموش ہو جاتی ہیں۔ واقعی اِزنیٰ نے جیسے معاف کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو کیا وہ اپنی ماں کو معاف نہ کر دیتی۔ لیکن وہ اِسے کیسے سمجھائے کہ زندہ رہنے کے لیے رشتے بہت ضروری ہوتے ہیں)

---

(عالیہ بیگم اپنے کمرے میں جا کے بھی اِزنیٰ کے بارے میں سوچ رہی ہوتی ہیں۔ وہ اُن کی اکلوتی بیٹی ہے۔ اُن کی اور شہباز کی جان۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ ماضی میں کی گئی غلطیوں کا اُس پہ بہت اثر ہوا لیکن اب تو وہ سمجھ دار ہے ماں کی دماغی حالت کو اب تو سمجھ سکتی ہے۔ لیکن۔۔۔۔۔شہناز عالیہ بیگم کو میڈیسن دے کے اُن کے تکیے درست کرتے ہوئے کہتی ہے)

شہناز: بیگم صاحبہ آپ اب اِزنیٰ بی بی کے لیے پریشان نہ ہوا کریں۔ آپ کی بیٹی بہت سمجھ دار ہے۔ آپ بھی جانتی ہیں کہ صاحب کے جانے کے بعد اُنہیں آپ کی کتنی ضرورت تھی وہ کتنی تنہا ہو گئی تھیں۔ اُن کے کچے ذہن میں جو بات بیٹھی وہ آج تک نہیں نکل سکتی۔ آپ بس آرام کریں زیادہ سوچیں گی تو آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ اور یہ بات بھی سچ ہے بی بی جی بظاہر آپ کو نظر انداز کریں لیکن اُنہیں آپ کی بہت فکر رہتی ہے۔

(عالیہ بیگم شہناز کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیتیں۔ شہناز کے چلے جانے کے بعد کا منظر اُن کی آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ جب تیار ہوئی اِزنیٰ اور وہ شہباز صاحب کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ بار بار شہباز کو کالز کر رہی تھیں لیکن اُن کا فون کوئی بھی نہیں اُٹھا رہا تھا۔ اُن کا دِل بیٹھا جا رہا تھا کہ آخر شہباز کہاں ہیں کیونکہ وہ چاہے جس بھی میٹنگ میں ہوتے تھے جتنے بھی مصروف ہوتے تھے لیکن عالیہ بیگم کے فون کا جواب ضرور دیتے تھے۔ اِتنے میں اُن کا

فون بج جاتا ہے وہ فوراً سے پہلے فون اُٹھاتی ہیں)

عالیہ بیگم: ہیلو۔۔۔۔۔۔۔۔

دوسری طرف: آپ مسز شہباز بات کر رہی ہیں؟

عالیہ بیگم: (گھبراتے ہوئے) جی جی میں اُن کی مسز ہوں۔ وہ کہاں ہیں؟

دوسری طرف: آپ پلیز سٹی ہاسپٹل آجائیں۔ اُن کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔

(یہ کہہ کے فون بند ہو جاتا ہے۔ عالیہ بیگم بمشکل خود کو سنبھالتی ہیں۔ اور فوراً سے کریم بابا کو سٹی ہاسپٹل جانے کو کہتی ہیں۔ اِزنیٰ بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہی بھاگتی چلی جاتی ہے۔ شہناز کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی اُن کے چہرے کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے اِزنیٰ کو لے کے اُن کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جاتی ہے)

(ہاسپٹل پہنچنے پہ جو شہباز اُنہیں دِکھائی دیتا ہے وہ تو اُن کا تھا ہی نہیں ابھی کچھ دیر پہلے تو وہ گھر سے تیار ہو کے باہر نکلا تھا۔ سٹریچر پہ خون میں لت پت یہ تو کوئی اور ہے۔ اُنہیں یقین نہیں آرہا ہوتا۔ وہ شاک میں کھڑی بس شہباز کو دیکھتی رہ گئی جب ڈاکٹر نے اُن سے کہا کہ ''سوری! خون زیادہ بہنے کی وجہ سے ہم اِنہیں بچا نہیں سکے'')

(خوفزدہ سی اِزنیٰ اُن کے ساتھ چپکی پوچھتی رہی کہ)

اِزنیٰ: ''مما بابا کو کیا ہوا ہے؟ مما بابا کا اتنا خون کیوں نکل رہا ہے۔ مما، مما، مما۔۔۔۔۔۔۔۔

(اُنہیں جیسے کسی کی آواز نہیں آرہی تھی۔ صدمے نے جیسے اُن کی ساری حِسوں کو اپاہج کر دیا تھا۔ اور پھر۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر جب اُنہیں ہوش آیا اِزنیٰ اپنی پڑھائی مکمل کر چکی تھی۔ شہباز کے اچانک چلے جانے کا یقین اُن کی بیٹی

کے کئی سال کھا گیا۔ عالیہ بیگم سسکیوں میں شہباز سے بس اتنا کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: ''مجھے معاف کر دینا شہباز میں تمہاری بیٹی کا خیال نہیں رکھ سکی''۔

(اُن کی بے بسی، سسکیاں اور بندھے ہوئے ہاتھ بس اُن کے کمرے کی خاموشی اور تاریکی ہی دیکھ سکتی ہے۔ شہباز کو گئے ہوئے تو کئی سال بیت گئے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے)

---

(شاہ میر اپنے کمرے میں treadmil پہ دوڑ رہا ہوتا ہے۔ دروازہ دستک کے بعد کھُل جاتا ہے۔ سکندر صاحب اندر تشریف لاتے ہیں۔ شاہ میر اُنہیں دیکھ کے مسکراتے ہوئے)

شاہ میر: گُڈ مارننگ بابا۔

سکندر صاحب: گُڈ مارننگ بیٹا کیسے ہو؟

شاہ میر: الحمدللہ۔ آپ بتائیں؟ میں بس فریش ہو کے نیچے ہی آ رہا تھا۔

سکندر صاحب: ہاں بس مجھے آج ایک میٹنگ میں پہنچنا ہے تو میں ناشتے پہ تمہارا انتظار نہیں کر سکا۔ تم سے ایک بات کرنی تھی تبھی تمہارے پاس ہی آ گیا۔

(شاہ میر treadmil بند کر کے نیچے اُترتا ہے۔ towel سے اپنا پسینہ صاف کرتے ہوئے سکندر صاحب کے سامنے آ کے بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے)

شاہ میر: جی بابا کہیے۔ سب ٹھیک ہے نا؟

سکندر صاحب: اِزنیٰ سے تمہاری کوئی بات ہوئی ہے؟

شاہ میر: جی بابا میں اُس سے ملنے آفس ہی جاؤں گا۔ لیکن ہوا کیا ہے؟

سکندر صاحب: بیٹا تم میرے اکلوتے بیٹے ہو۔ میں تمہاری شادی کی خوشیاں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم اِزنیٰ سے بات کرو، میں مزید تمہاری شادی لیٹ نہیں کر سکتا۔ وہ

اُسے سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں۔

شاہ میر: (سکندر صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے) بابا آپ فکر نہ کریں۔ میں اُسے راضی کرلوں گا۔ آپ کو پتہ ہے آپ کا بیٹا ہار ماننے والا نہیں ہے۔

سکندر صاحب: (شاہ میر کو گہری نظر سے دیکھتے ہوئے) میں جانتا ہوں بیٹا تمہاری ماں سے بھی میں نے محبت کی شادی کی تھی۔ ہم نے اتنے سال ایک ساتھ گزارے۔ اور اب جب اُسے اس دنیا سے بھی گئے ہوئے چار برس ہو گئے ہیں۔ لیکن مجھے اب بھی لگتا ہے کہ مجھے اُس سے اُتنی ہی محبت ہے جیسی پہلے دن تھی۔

شاہ میر: جی بابا جانتا ہوں۔ آپ دونوں کا ایک آئیڈیل کپل تھا۔ (پھر کچھ سوچتے ہوئے) شادی تو میں اِزنٰی سے ہی کروں گا۔ بس مجھے کچھ اور وقت دیں۔

سکندر صاحب: ٹھیک ہے بیٹا لیکن کچھ رشتے (treadmil کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اِسی treadmil کی طرح ہوتے ہیں۔ آپ بھاگ بھاگ کے وہیں کے وہیں ہوتے ہیں۔

(شاہ میر اُن کی بات سُن کر سناٹے میں آجاتا ہے)

---

(دُعا عازل کے کمرے میں ایک خوبصورت سی بُکے لے کے داخل ہوتی ہے۔ وہ اُن پھولوں کو گہری سانس لے کے سونگھتی ہے اور اُن کی خوشبو اپنے اندر اُتارتے ہوئے اُس خوبصورت سے گلدستے کو عازل کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیتی ہے عازل اُسے دیکھ کے مسکرا جاتا ہے۔ دعا گلدستہ رکھنے کے بعد وہیں عازل کے پاس بیڈ پہ بیٹھ جاتی ہے اور اُس سے پوچھتی ہے)

دُعا: بھائی ویسے آپ کو daily اتنے خوبصورت پھول بھیجتے ہیں نہ آپ کے آفس والے۔

عازل: (نفی میں سر ہلاتے ہوئے) نہیں یہ پھول مجھے میرے آفس سے نہیں آتے بلکہ شہباز کنسٹرکشن کی طرف سے آتے ہیں۔ وہی جن کے ساتھ میں پراجیکٹ پہ کام کر رہا ہوں۔ (وہ دعا کو جیسے یاد دہانی کرواتا ہے)

دُعا: ہاں ہاں بھائی جانتی ہوں۔ یہ وہی ہیں نا جو اُس دِن آپ کو گھر چھوڑنے آئی تھیں۔

عازل: ہاں وہی۔ وہ اُس کمپنی کی اونر ہیں۔

دُعا: دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھیلا کر پورے اشتیاق سے کہتی ہے) عازل بھائی اِزنی کتنی خوبصورت ہے نا۔ اُف میں تو حیران رہ گئی کہ اتنی پیاری لڑکی بھی اس دنیا میں ہوسکتی ہے؟ ڈھونڈنے سے بھی اُن میں کوئی کمی نظر نہیں آئی۔

عازل: (ہنستے ہوئے) اچھا ایسی بات ہے؟ ویسے کبھی میں نے اُنہیں اتنے غور سے دیکھا نہیں کہ اُن میں کوئی کمی ہے یا نہیں۔

(اتنے میں دروازے پہ دستک ہوتی ہے اور نیہا کمرے میں داخل ہوتی ہے)

نیہا: السلام علیکم! کیسے ہو دونوں بہن بھائی؟ دعا سے ملتے ہوئے اُس کی نظریں عازل پہ ہوتی ہیں۔

دُعا اور عازل: ہم بالکل ٹھیک ہیں۔

(نیہا عازل کے پاس پڑے گلدستے کو چھوتے ہوئے کہتی ہے۔)

نیہا: بہت خوبصورت پھول ہیں۔ کس نے بھیجے۔ یہ کہتے ہوئے وہ بُکے پہ لگے ہوئے کارڈ پہ پڑھتی ہے ''شہباز کنسٹرکشن'' ہمممم۔ یہ تو تمہاری پراجیکٹ

والی کمپنی ہے نا؟ یہ کہہ کے نیہا پاس پڑی کرسی پہ بیٹھ جاتی ہے۔

دعا فوراً اُسے کہنے لگتی ہے۔

دُعا: نیہا بھابھی جب سے بھائی بیمار ہوئے ہیں نا تو daily اِس کمپنی کی طرف سے گلدستے آتے ہیں اور Get well soon کے کارڈ بھی۔ اور آپ کو پتہ ہے نیہا بھابھی (وہ پھر سے پورے اشتیاق سے بولنے لگتی ہے) وہ جو اس کمپنی کی اونر ہیں ناں وہ اتنی خوبصورت ہیں کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔

(عازل اُسے ٹوکتے ہوئے۔ اچھا بس بس۔ جاؤ بھابھی کے لیے چائے کا انتظام کرو)

(دعا فوراً سے ماتھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہتی ہے)

دُعا: اوہ سوری بھابھی باتوں میں مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ آپ دونوں باتیں کریں۔ میں آپ دونوں کے لیے چائے بناتی ہوں۔

(دعا کے جانے کے بعد نیہا خاموشی سے دیکھتے ہوئے پوچھتی ہے)

نیہا: عازل کیا وہ واقعی اتنی خوبصورت ہے کہ جو اُسے دیکھتا ہے اُس کا دیوانہ ہو جاتا ہے؟

(عازل اُس کی بات ان سُنی کرتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: نیہا تمہیں پتہ ہے کہ تمہاری چوڑیوں کی آواز مجھے رات میں بھی سونے نہیں دیتی۔ (وہ اُس کی کلائی میں نیلے رنگ کی چوڑیوں کو چھیڑتا ہے)

(نیہا اپنی کلائی فوراً سائیڈ پہ کرتے ہوئے بولتی ہے)

نیہا: عازل تمہیں پتہ ہے حسن بھائی USA سے آرہے ہیں۔ اور وہ چاہ رہے ہیں کہ اس چھُٹی میں وہ ہماری شادی کروا کے جائیں۔

عازل: (گہری سانس لیتے ہوئے) ہاں نیہا انشاء اللہ ضرور ایسا ہی ہوگا۔ پھر میں تمہاری چوڑیوں کی کھنک دن رات سنا کروں گا۔

(نیہا نظریں جھکا کر مسکرانے لگ جاتی ہے)

---

(ازنیٰ اپنے آفس میں بیٹھی فائلز کے ساتھ مصروف ہوتی ہے۔ دروازے پہ دستک ہوتی ہے۔ Managment کی ٹیم سے علیم اندر داخل ہوتا ہے۔ علیم پراجیکٹ میں ازنیٰ کے ساتھ ہر سائٹ پہ ساتھ جایا کرتا تھا تاکہ وہاں کے ہر کام کی supervision کر سکے۔ اور ازنیٰ کو اُس کے کام پہ مکمل اعتماد بھی تھا۔

ازنیٰ: جی علیم بولیے کس کام سے آنا ہوا؟

علیم: میڈم! آپ کو ایک بات بتانا تھی۔

ازنیٰ: جی بولیے۔ میں سُن رہی ہوں۔

علیم: میڈم آپ کا جو فلائی اوور کا پراجیکٹ ہے اور وہ آپ M.K کمپنی کو دے چکی ہیں۔

(ازنیٰ اُس کی بات مکمل ہوئے بغیر اُس سے پوچھتی ہے۔ ''تو کیا آپ یہاں مجھے یہ بات بتانے کے لیے آئے ہیں؟)

علیم: نہیں نہیں میڈم۔ میں تو بس کہہ رہا تھا کہ اُس کام کی supervision اُس کمپنی کے لوگ کر رہے ہیں تو مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہاں پہ کام ٹھیک نہیں ہو رہا جہاں تک material کی بات ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(اُس کا اتنا کہنا ہوتا ہے۔ ازنیٰ کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے غصّے پہ قابو پاتے ہوئے اُس سے کہتی ہے)

ازنیٰ: وہاں کام جیسا بھی ہو رہا ہے آپ کو اُس سے کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیئے اور آپ کو اطلاع دینے والوں کو ایک بات اچھی طرح سمجھا دیجیئے گا کہ مجھے اپنے کام میں کسی کی مداخلت پسند نہیں ہے۔ (اتنے میں ازنیٰ کا فون بجنے لگتا ہے۔ وہ علیم صاحب کو وہاں سے جانے کا کہہ کر فون اُٹھاتی ہے)

حمید صاحب: میڈم آپ نے جس لڑکی کا بتایا تھا اُس کی ساری details آپ کو واٹس ایپ کر دی گئی ہیں۔

(ازنیٰ کے چہرے پہ ایک گہری مسکراہٹ نمودار ہوتی ہے)

(علیم تلملاتے ہوئے اپنے کیبن میں واپس آ کے بیٹھتا ہے اور خود سے بڑبڑانے لگتا ہے)

علیم: ایک تو اِن میڈم کی بھلائی کا ہی سوچا تھا اگر اتنے بڑے پراجیکٹ میں کوئی خرابی نکل آئی تو کمپنی کا نام تو خراب ہو گا ہی اُس کے ساتھ لوگوں کی جانیں بھی جائیں گی۔ لیکن پتہ نہیں ہر کام کو اتنا سیریس لینے والی اس عورت کو ہو کیا گیا ہے۔ جانے اُس کمپنی میں ایسی کیا بات نظر آ گئی ہے کہ کسی کی بھی کوئی بات سُننے پہ راضی ہی نہیں ہوتی۔ ہونہہ۔ خیر مجھے کیا۔ جو دل میں آتا ہے کرے" وہ پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہے۔

---

(ہادی بالکل خاموشی سے رات کے سناٹے میں طارق اور تبسّم کے کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ وہ دونوں گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں۔ ہادی آہستگی سے تبسّم بیگم کی سائیڈ ٹیبل سے Locker کی چابی نکالتا ہے۔ (جو وہ دن میں آج کل اپنے پاس ہی رکھتی ہیں وہ دبے قدموں چلتا ہوا اُن کے روم کے ساتھ attach اُن کے changingroom میں داخل ہوتا ہے۔ ایک الماری کے نچلے

حصے میں چھپے ہوئے لاکر کو کھولتا ہے اور تبسّم بیگم کی گولڈ کی جیولری میں سے چیزیں نکالنے لگتا ہے۔ وہ تبسّم بیگم کی بھاری بھر کم بارہ چوڑیوں میں سے چھ چوڑیاں الگ کر کے اپنی جیب میں ڈالتا ہے جب کہ باقی کی چھ چوڑیاں واپس رکھ کے لاکر کو لاک کر کے بند کر دیتا ہے۔ جلد بازی میں چابیوں کا گُچھا اُس کے ہاتھ سے گر جاتا ہے۔ سناٹے میں چابیوں کے گرنے کی آواز کچھ زیادہ ہی اونچی ہوتی ہے۔ گڑبڑاہٹ میں الماری بند کرتے کرتے اُس کا سر دیوار کے ساتھ بہت بُری طرح ٹکراتا ہے۔ کمرے میں سے عجیب سی آوازیں آنے پر طارق صاحب کی آنکھ کھُل جاتی ہے۔ وہ سائیڈ ٹیبل پہ پڑے لیمپ کو آن کرتے ہیں۔ ہادی بُری طرح گبھرا جاتا ہے۔ طارق صاحب کمرے کے changing room کا دروازہ کھُلا دیکھ کر اُس کمرے کی طرف بڑھتے ہیں۔ اور ایک دم سے کمرے کی لائٹ آن کرتے ہیں۔ کمرہ ایک دم سے روشن ہو جاتا ہے۔ سامنے کھڑا ہادی اُنہیں دیکھ کر پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے۔ وہ ہادی کو وہاں دیکھ کر تنتنا کے رہ جاتے ہیں۔ وہ ہادی کو کالر سے پکڑ کر ایک زوردار طمانچہ اُس کے چہرے پہ رسید کرتے ہیں۔ آواز سے تبسّم بیگم کی بھی آنکھ کھُل جاتی ہے۔ وہ جلدی سے وہاں آتی ہیں۔ کچھ لمحے تو اُنہیں سمجھ نہیں آتا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہ اُن سے پوچھتی ہیں)

تبسّم بیگم: کیا ہو رہا ہے؟ ہادی بیٹا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

(طارق صاحب ہادی کے ہاتھ سے چابیاں لیتے ہیں اور ساتھ ہی اُس کی جیب سے تبسّم بیگم کی چھ چوڑیاں برآمد کر کے تبسّم بیگم کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہتے ہیں)

طارق صاحب: ”یہ کر رہا تھا یہ یہاں“

اُن کے لہجے سے جیسے انگارے برس رہے ہوتے ہیں۔

(تبسّم بیگم ہاتھ میں رکھی چوڑیوں کو حیرت سے دیکھتی ہیں اور اُسی حیرت سے

ہادی کو۔ وہ بمشکل اُس سے اتنا پوچھتی ہیں)

تبسّم بیگم: ہادی بیٹا یہ سب۔۔۔۔۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟ اُن کے لہجے میں بے یقینی ہوتی ہے۔

ہادی: (فوراً گھبراتے ہوئے) ''کچھ نہیں مما میں بس۔۔۔۔۔۔۔۔ اس سے آگے اُسے سمجھ نہیں آتی کہ وہ اُنہیں کیا کہے۔

(اتنے میں طارق صاحب گرجدار آواز میں بولتے ہیں)

طارق صاحب: تبسّم تمہیں ابھی بھی یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ اس پہ نظر رکھو۔ لیکن نہیں تم نے اِس پہ نظر رکھنے کی بجائے ملازموں پہ پہرا سخت کر دیا۔ اور میری بات کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔

تبسّم بیگم: (چلاتے ہوئے) ہادی یہ تم کتنی گھٹیا حرکت کر رہے تھے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ کہاں سے سیکھا ہے یہ سب تم نے؟

طارق صاحب: یہ سب اِس نے تمہاری لاپرواہی میں سیکھا ہے۔ جب سے تم نے اِس کی ہر غلط بات کو صحیح ماننا شروع کیا تھا یہ تب سیکھا ہے۔

(وہ غصّے میں ہادی کو دو چار تھپڑ اور رسید کر دیتے ہیں۔ اور ہادی کو تقریباً دھکے دیتے ہوئے اپنے کمرے سے نکالتے ہیں اور تبسّم بیگم سے کہتے ہیں)

طارق صاحب: ''آج سے اُس کا گھر سے نکلنا بند۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ کیسے گھر سے باہر نکلتا ہے۔''

ہادی: (فوراً پلٹ کر اُنہیں جواب دیتا ہے)۔ ''میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ مما کی ہی چیز تو لے رہا تھا''

(اُس کی بات سُن کر طارق صاحب کو مزید غصّہ آ جاتا ہے۔ وہ دھاڑتے

ہوئے اُسے کہتے ہیں)

طارق صاحب: "ہادی تم دفع ہو جاؤ یہاں سے"

(تبسم بیگم پریشانی سے اُس کے پیچھے جانے لگتی ہیں تو طارق صاحب اُنہیں آواز دے کے روک لیتے ہیں۔ تبسم بیگم پریشانی سے ہاتھ مسلتی رہ جاتی ہیں)

---

(عالیہ بیگم دو نوالے لینے کے بعد کھانے سے اپنا ہاتھ روک لیتی ہیں۔ شہناز اُنہیں دیکھتے ہوئے کہتی ہے)

شہناز: "بیگم صاحبہ! آج آپ نے کھانا ٹھیک سے نہیں کھایا۔ اور آپ مجھے کچھ پریشان بھی لگ رہی ہیں۔ کوئی بات ہے کیا؟

عالیہ بیگم: کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے شہباز بہت زیادہ یاد آنے لگ گئے ہیں۔

(شہناز اُن کے سامنے سے برتن سمیٹتے ہوئے کہتی ہے)

شہناز: بی بی جی وہ آپ کو کب یاد نہیں آئے؟ ہر وقت تو آپ اُنہیں یاد کرتی ہیں۔

عالیہ بیگم: ہاں لیکن آج کل میرا دل بہت بے چین رہتا ہے۔ لگتا ہے شہباز میرے آس پاس ہیں۔ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور میں اُن سے کہتی ہوں کہ آپ کی بیٹی میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔

شہناز: لیکن بی بی جی اِز نیٰ بی بی کی بھی تو اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

عالیہ بیگم: ہاں تو غلطی تو اس میں میری بھی کوئی نہیں تھی۔ میں اپنے ہوش میں ہی کہاں تھی۔ شہباز کا اچانک سے ہمیں چھوڑ کے چلے جانا۔ تم سوچو میرے پہ کیا قیامت گزر رہی ہوگی۔ لوگ تو اعلان سن کے بس یہی کہتے ہیں۔ فلاں کا یہ مر گیا۔ فلاں کا وہ مر گیا۔ لیکن شہناز جس کا اپنا جاتا ہے نا وہی جانتا ہے کہ ایک

پل میں اُس کی تو دنیا ہی اُجڑ جاتی ہے۔

شہناز: جی بی بی جی میں سمجھ سکتی ہوں۔ وہ وقت تو ہم پہ بھی قیامت کی طرح تھا جب شہباز صاحب کا انتقال ہوا تھا۔

عالیہ بیگم: (کسی غیر مرئی نقطے پہ نظر جماتے ہوئے) مجھے اُس وقت اِزنی کو سنبھالنا چاہیئے تھا لیکن شہناز محبت نیم بے ہوشی کی طرح ہوتی ہے۔ جب تک ہوش آتا ہے انسان سب کچھ گنوا بیٹھتا ہے۔

شہناز: بی بی جی اگر شہباز صاحب زندہ ہوتے تو آج ایسا کچھ بھی نہ ہوتا۔

عالیہ بیگم: ہاں تم صحیح کہہ رہی ہو۔ شہباز مجھے پھول سمجھتے تھے اور کانٹوں کے سہارے چھوڑ گئے۔ عالیہ بیگم کی آنکھیں نم ہونے لگتی ہیں۔

---

(اِزنیٰ شہر کے ایک معمولی سے کیفے میں بیٹھی ہوتی ہے۔ اُس کے سامنے ایک معمولی سی شکل صورت کا لڑکا بیٹھا ہوتا ہے جو اپنے حلیے سے بھی ایک عام سے گھر کا معلوم ہوتا ہے۔ اِزنیٰ اُس لڑکے کے سامنے ایک فون نمبر رکھتی ہے اور اُسے کچھ سمجھاتی ہے۔ دونوں میں تھوڑی دیر کچھ راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔ اُس کے بعد اِزنیٰ اپنے بیگ سے چیک بک اور پین نکل کر اُس میں کچھ لکھتی ہے اور اُس لڑکے کے حوالے کر دیتی ہے۔ لڑکا چیک بک پر لکھی رقم دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے اور اِزنیٰ کو اُس کا کام ہو جانے کی یقین دہانی کراتا ہے۔ اُس کی بات مکمل ہو جانے کے بعد اِزنیٰ اپنا بیگ لیے کیفے سے نکل جاتی ہے۔ لڑکا ہاتھ میں چیک پکڑے بے یقینی کے عالم میں مسکراتا رہ جاتا ہے)

---

(عازل کافی دنوں بعد آفس آتا ہے۔ اِزنیٰ کی آنکھیں اُس کی اندرونی خوشی کا صاف پتہ دے

رہی ہوتی ہیں۔ عازل اِزنیٰ سے کہتا ہے)

عازل: اِزنیٰ میں چاہتا ہوں کہ آج سائٹ وزٹ بھی کر لیتے ہیں۔ کیونکہ کافی دن سے میں بھی سائٹ پہ نہیں گیا۔

اِزنیٰ: ہاں sure چلتے ہیں۔ آپ سے پراجیکٹ کے حوالے سے بات چیت بھی وہیں ہو جائے گی۔

(دونوں ایک ساتھ میں باہر نکلتے ہیں۔ اِزنیٰ کریم بابا سے گاڑی کی چابی لے لیتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ وہ اور عازل آج اکیلے وقت گزاریں اُن کے بیچ میں کوئی بھی نہ ہو۔ وہ عازل سے کہتی ہے کہ وہ آج اُس کی گاڑی میں ہی چلے اور گاڑی بھی وہ خود ہی ڈرائیو کرلے گی)

(عازل تھوڑا سا حیران ہوتا ہے۔ پھر اُس کے ساتھ اُس کی گاڑی میں بیٹھ جاتا ہے۔ اِزنیٰ کا سارا دھیان عازل کی طرف ہوتا ہے۔ اُس کا بس نہیں چل رہا ہوتا کہ وہ عازل کو لے کے کہیں دور چلی جائے کہیں ایسی جگہ جہاں اُس کے اور عازل کے علاوہ کوئی نہ ہو۔ عازل اُس سے بس پراجیکٹ کے حوالے سے باتیں کرتا ہے۔ اِزنیٰ عازل کو بس بولتے ہوئے، ہنستے ہوئے کن اکھیوں سے دیکھتی رہتی ہے۔ اچانک اُس کی گاڑی ایک روڈ کراس کرنے والے آدمی سے ٹکرا جاتی ہے۔ وہ درمیانی عمر کا آدمی بُری طرح سے روڈ پہ جا گرتا ہے۔ ایک دم سے روڈ پہ لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا ہے۔ اِزنیٰ گاڑی بند کر کے نیچے اترنے ہی لگتی ہے کہ عازل اُسے روک دیتا ہے اور کہتا ہے)

عازل: اِزنیٰ آپ رہنے دیں میں نیچے اُتر کے دیکھتا ہوں۔ کافی لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ آپ کا اِن سے بات کرنا مناسب نہیں لگے گا۔

(ہجوم میں سے دو چار نو عمر لڑکے اس آدمی کو سہارے سے کھڑا کرتے ہیں۔
آدمی مشکل لنگڑاتا ہوا کھڑا ہو جاتا ہے۔ عازل فوراً اُس آدمی کے پاس پہنچتا
ہے اور اُسے کندھوں سے سنبھالتا ہوا پوچھتا ہے)

عازل: آپ ٹھیک تو ہیں نا؟ زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟

(عازل کا اتنا پوچھنا ہی تھا کہ لڑکوں میں سے ایک لڑکا لڑنے کے انداز میں
بولنے لگتا ہے)

لڑکا: بھئی آپ کو کیا لگے کہ اِسے کتنی چوٹ آئی ہے۔ آپ جیسے امیر زادے خود کو
خدا ہی سمجھنے لگتے ہیں۔ بڑی بڑی گاڑیوں میں بیٹھتے ہیں تو چاہے کسی کو بھی
روندتے ہوئے چلے جائیں تم لوگوں کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

عازل: (صلح جو انداز میں) دیکھیں بھائی اس میں غلطی ان کی بھی ہے۔ اِنہیں ادھر
اُدھر دیکھ کر ہی روڈ کراس کرنا چاہیئے تھا

(ایک دوسرا لڑکا فوراً بیچ میں آتا ہے اور عازل کا گریبان پکڑ کر کہتا ہے)

لڑکا: ایک تو تم لوگ غلطی کرتے ہوئے اور پھر مانتے بھی نہیں ہو۔

(اِزنیٰ جو گاڑی میں بیٹھے ہوئے سارا منظر دیکھ رہی ہوتی ہے۔ فوراً گاڑی سے
اُترتی ہے۔ جس لڑکے نے عازل کا گریبان پکڑا ہوتا ہے۔ وہ عازل کا
گریبان اُس سے چھڑاتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ اُس کے منہ پہ مارتی
ہے۔ اور چلاتے ہوئے کہتی ہے)

اِزنیٰ: تمہاری ہمت کیسے ہوئی اِس کو چھونے کی بھی۔ یہ تم لوگ اس قابل ہی نہیں ہو
تے کہ تم لوگوں سے آرام سے بات کی جائے۔ میں ابھی تمہیں بتاتی ہوں کہ تم
نے کس شخص کے گریبان کو چھوا ہے۔ (وہ فوراً سے علاقے کے SHO کو کال

ملاتی ہے۔ عازل یہ سب دیکھ کے پریشان ہو جاتا ہے وہ اِزنیٰ سے کہتا ہے)

عازل: اِزنیٰ اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ آپ پلیز پولیس کو کال نہ کریں۔

(لڑکا فوراً گھبرا جاتا ہے۔ اور عازل کی طرف مدد مانگنے والی نظروں سے دیکھنے لگتا ہے)

اِزنیٰ: نہیں عازل میں ابھی انہیں بتاتی ہوں کہ انہوں نے کس کے ساتھ بدتمیزی کی ہے۔ یہ جو کیڑے مکوڑے روڈ پہ نکل آتے ہیں نا انہیں سبق سکھانا ہی پڑے گا۔

(عازل اُس کی بات سُن کر خاموش ہو جاتا ہے۔ اِزنیٰ کی بھی سمجھ نہیں آتی کبھی وہ اتنی اچھی ہو جاتی ہے کہ عازل کو یقین ہونے لگا ہے کہ اُس کے بارے میں سُنی ہوئی ساری باتیں بے بُنیاد ہیں۔ اور کبھی وہ اتنی پتھر ہو جاتی ہے کہ بڑی سے بڑی چیز بھی اُس کو ہلا نہیں سکتی) پولیس کے آنے پہ اِزنیٰ اُن لڑکوں کو پولیس کے حوالے کر کے ہی دم لیتی ہے۔ اور اُس زخمی شخص کو ایک معقول رقم کا چیک دے دیتی ہے۔ واپس گاڑی میں بیٹھ کے عازل خاموشی سے اِزنیٰ کو دیکھتا رہتا ہے۔ اِس پل اُسے اِزنیٰ سے خوف محسوس ہو رہا ہوتا ہے)

---

(شہناز عالیہ بیگم کو لان میں لے کے آتی ہے۔ عالیہ بیگم اُس سے کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: شہناز مجھے باہر مت لایا کرو۔ مجھے اپنے کمرے کے اندھیرے سے محبت ہو گئی ہے۔ یہ باہر کی روشنی اب مجھے چبھتی ہے۔

(شہناز عالیہ بیگم کے لیے کپ میں چائے ڈالتے ہوئے کہتی ہے)

شہناز: بی بی جی کبھی کبھی باہر آجایا کریں یہ تازہ ہوا آپ کی صحت کے لیے کافی اچھی ہے۔ اور ویسے بھی مجھے آپ کو ایک خوشخبری سنانا تھی۔

(عالیہ بیگم چونکتے ہوئے ''خوشخبری''؟؟ اِس گھر میں بھی کیا کوئی خوشخبری آ سکتی ہے'')

شہناز: جی بی بی جی۔ میں نے آج کل اِزنیٰ بی بی کو کافی خوش دیکھا ہے۔ وہ جب مسکراتی ہیں تو اُن کی آنکھیں بھی مسکراتی ہیں۔ اور بلکہ کبھی کبھی تو وہ گنگناتی بھی ہیں۔ اور آپ کو پتہ ہے کبھی اچانک میں اُن کے کمرے میں جاؤں تو وہ آئینے کے سامنے کھڑی خود سے ڈھیر ساری باتیں کر رہی ہوتی ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی تو وہ شرما ہی جاتی ہیں اور اُنہیں شرماتا دیکھ کے تو مجھے بھی شرم آ جاتی ہے۔ شہناز شرمانے کی ایکٹنگ کرنے لگتی ہے۔

عالیہ بیگم: (خوشی سے) کیا سچ میں۔ کیا واقعی اِزنیٰ کی زندگی میں کوئی آ گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اللہ میری بیٹی کی زندگی خوشیوں سے بھر دے۔ کوئی ایسا ہو جو میری بیٹی کی زندگی میں آئی ہوئی ساری کمیوں کو پورا کر دے۔ وہ دل سے اِزنیٰ کے لیے دُعا گو ہوتی ہے۔

شہناز: بی بی جی اگر اِزنیٰ بی بی کو سچ میں کسی سے محبت ہو گئی ہے نا تو وہ شاید آپ کی محبت کو بھی سمجھ سکیں گی اور ہو سکتا ہے وہ آپ کو معاف بھی کر دیں۔

عالیہ بیگم: کاش ایسا ہو جائے تو میں پھر سے جینے لگوں گی۔

شہناز: انشاءاللہ بی بی جی ایسا ہی ہو گا۔ اِس گھر میں پھر سے زندگی لوٹ آئے گی۔

---

(اِزنیٰ اپنے آفس کے کیفے ٹیریا کے separate room میں بیٹھی ہوتی ہے۔ اِس روم میں صرف senior سٹاف کو بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اِزنیٰ کیفے میں بیٹھی ہاتھ میں کافی لیے صرف عازل کے بارے میں سوچ رہی ہوتی ہے۔ اِتنے میں عازل آفس میں داخل ہوتا ہے۔

Receptionist اُسے بتاتی ہے کہ اِزنیٰ کیفے میں بیٹھی ہے۔عازل کیفے میں اِزنیٰ کے پاس آتا ہے۔عازل کوسامنے دیکھ کے اِزنیٰ جیسے خواب سے نکلتی ہے)

اِزنیٰ: آپ کب آئے؟

عازل: بس ابھی۔جب آپ کسی گہری سوچ میں تھیں۔

(اِزنیٰ مسکرانے لگتی ہے۔اوراُس سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: آپ کل نہیں آئے تھے۔سب خیریت تھی نا؟

عازل: ہاں بالکل سب خیریت تھی۔کل میں آفس میں ہی busy تھا۔کچھ میٹنگز تھیں۔آپ کو پتہ ہے جب سے میں نے آپ کے ساتھ کام شروع کیا ہے۔مجھے باقی کافی کمپنیوں نے approach کرنا شروع کر دیا ہے۔یا پھر یوں کہہ لیں کے جب سے آپ کی کمپنی کا نام میرے نام سے جُڑا ہے باقی لوگوں نے بھی مجھ پہ اعتبار کرنا شروع کر دیا ہے۔

عازل: ہاں بالکل۔بلکہ میں نے کل نیوسٹاف کی Hiring بھی کی ہے۔کل کافی انٹرویوز بھی لیے ہیں۔تاکہ میرے سٹاف پہ زیادہ work load نہ پڑے۔

اِزنیٰ: (اِزنیٰ مسکراتے ہوئے) چلیں اچھا ہے"کافی پیئے گے آپ؟"

عازل: نہیں بس چائے پیوں گا۔(وہ عازل کے لیے چائے کا آرڈر دیتی ہے)

عازل: ویسے اِزنیٰ مجھے آپ کو Thanks بھی کہنا تھا؟

(اِزنیٰ سوالیہ انداز میں اُس سے پوچھتی ہے)۔

اِزنیٰ: Thanks،کس بات کا؟

عازل: آپ نے اِتنا بڑا پراجیکٹ مجھے دے دیا جب کہ آپ مجھے ٹھیک سے جانتی

بھی نہیں تھیں۔

اِزنی: (گہری سانس لیتے ہوئے) "عازل کسی کو اتنا جان لینا کافی ہے کہ وہ با آسانی آپ کی جان لے سکتا ہے"۔

(عازل نہ سمجھنے والے انداز میں اِزنی کو دیکھنے لگتا ہے)

---

(دعا اپنے امی ابو کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا کھا رہی ہوتی ہے)

مشتاق صاحب: کیا بات ہے ابھی تک عازل نہیں آیا؟

عابدہ: نہیں ابھی تک نہیں آیا۔ آپ کو پتہ ہے دن رات بس فلائی اوور کے پراجیکٹ میں ہی لگا رہتا ہے۔ نہ اُسے کھانے کا ہوش ہے اور نہ سونے کا۔ حالانکہ ابھی بیماری سے اُٹھا ہے۔

مشتاق صاحب: کوئی بات نہیں مرد اگر اتنی بیماری کو بھی لے کے بیٹھ جائے تو کام کیسے کرے گا۔

دعا: بابا آپ کو پتا ہے وہ کمپنی بھائی کا بہت خیال رکھتی ہے۔ جب تک بھائی بیمار رہے ہیں نا تو پورا ہفتہ daily اُن کے لیے بُکے آتے تھے۔

مشتاق صاحب (چونکتے ہوئے) اچھا؟ ایسا تھا؟ لیکن ایسی کمپنی تو ہم نے کہیں نہیں دیکھی۔

عابدہ: ہاں آپ کو پتہ ہے جب عازل کو چوٹ لگی تھی تو وہ میڈم ہی اُسے گھر چھوڑنے آئی تھی۔ تب آپ مارکیٹ گئے ہوئے تھے۔

دعا: بابا وہ بہت خوبصورت ہے۔ (دعا اِزنی سے بہت متاثر ہوئی تھی)

مشتاق صاحب: خیال رکھنا۔ مجھے یہ باتیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہیں۔

عابدہ: کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ کہاں وہ کہاں ہم۔ اتنی بڑی کمپنی کی مالک ہے وہ۔ وہ بھلا ایسے کیوں سوچنے لگی۔ اور ہمارا عازل ایسا کیوں سوچے گا وہ تو بس نیہا کو ہی چاہتا ہے۔

---

(شاہ میر آفس سے واپس آنے کے بعد اپنے کمرے کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ ابھی وہ سیڑھیوں پہ ہی ہوتا ہے تو اُس کے فون پہ یکے بعد دیگر messages recieve ہوتے ہیں۔ وہ اپنی جیب سے فون نکال کر messages اوپن کرتے کرتے اپنے کمرے کی طرف جاتا ہے۔ واٹس ایپ پہ اُسے اجالا نے اپنے نکاح کی تصاویر بھیجی ہوتی ہیں۔ وہ ابھی اُن تصویروں کو دیکھنے ہی والا ہوتا ہے کہ ساتھ ہی اُجالا کی کال آ جاتی ہے)

شاہ میر: اچھا تو تم نے نکاح کر ہی لیا۔

اُجالا: تو تمہیں کیا لگتا تھا کہ اُس دن تمہاری اتنی بدتمیزی کے بعد بھی میں تمہارا انتظار کروں گی؟ اور تمہارا کیا پتہ نہ جانے کتنی لڑکیوں کو اپنے انتظار میں بٹھایا ہو۔

شاہ میر: کم آن یار۔ اُس دن میں غصّے میں تھا۔ اور ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ تم نے میری باتوں کو اتنا سیریس لے لیا کہ جلدی نکاح ہی کر لیا۔

اُجالا: اتنی جلدی شاہ میر؟ میں نے کتنی بار تم سے کہا تھا۔ لیکن تم نے میری کسی بات کو سیریس نہیں لیا بلکہ میری feelings کا مذاق اڑاتے رہے۔ میری اتنی insult کی۔

شاہ میر: چلو اب کیا ہو سکتا ہے۔ بے وفائی تو تم نے کر لی ناں؟

اُجالا: ویسے شاہ میر بہت افسوس کی بات ہے۔ اب اس بات کا الزام تم مجھے ہی دو۔ لیکن تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ خدا کرے کہ تمہیں بھی کسی سے شدید

محبت ہو۔ اور وہ بھی تمہارے ساتھ ایسے ہی کرے۔ تم جِسے چاہو تو وہ تمہیں کبھی نہ ملے۔

(اِس سے پہلے کہ شاہ میر اُجالا کو کوئی جواب دیتا۔ اُجالا نے فون بند کر دیا۔ شاہ میر کچھ لمحے بند فون کو دیکھتا رہا اور سر جھٹک کر فون بیڈ پہ پھینک کے changing room کی طرف چل پڑا)

---

(عازل سائٹ پہ اپنے مینجر کے ساتھ مصروف ہوتا ہے۔ نیہا اُسے مسلسل فون کر رہی ہوتی ہے۔ مصروفیت کی وجہ سے وہ دو تین بار اُس کی کال cut کرتا ہے۔ لیکن نیہا اُسے مسلسل فون کرتی رہتی ہے۔ اپنے مینجر سے کام کی بات کرنے کے بعد وہ نیہا کا فون اُٹھاتا ہے)

عازل: اوہو نیہا کیا ہو گیا ہے؟

نیہا: عازل کہاں ہو تم؟

عازل: میں سائٹ پہ ہوں نیہا۔ بزی تھا اس لیے تمہارا فون کٹ کر رہا تھا۔

نیہا: اچھا عازل میں نے ایک برائیڈل ڈریس پسند کیا ہے۔ (وہ جیسے اپنی ہی دھن میں بولے جاتی ہے) تمہیں اُس کی pic بھیجتی ہوں۔ تم بھی دیکھ کے بتاؤ نا کہ کیسا ہے۔ اگر تمہیں بھی اچھا لگتا ہے نا تو میں آرڈر کر دیتی ہوں۔ کیونکہ تمہیں پتہ ہے نہ اِس کے ریڈی ہونے میں بھی دو، تین ماہ تو لگ ہی جائیں گے۔

عازل: اچھا اگر تم نے پسند کر لیا ہے تو ٹھیک ہے ویسے میں نے سوچا تھا کہ ہم دونوں ساتھ میں جا کے لے لیں گے۔

نیہا: اچھا اگر ایسا ہے تو پھر میں نہیں لیتی۔ ہم ساتھ میں جا کے لے لیں گے۔

عازل: ارے نہیں نہیں اگر تمہیں پسند ہے تو بس آرڈر کردو۔ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ بھلا مجھے کیسے ناپسند ہوسکتی ہے۔

نیہا: اچھا آرڈر کردوں؟ پورے آٹھ لاکھ کا ہے۔

عازل: (ہنستے ہوئے) ہاں ہاں اٹھارہ لاکھ کا بھی ہوتا تو میں کبھی بھی منع نہ کرتا نیہا یہ سُن کر خوش ہوجاتی ہے۔

---

(میراب اپنے سب گھر والوں کیساتھ sitting room میں بیٹھا ہوتا ہے)

تبسّم بیگم: میراب بیٹا میں سوچ رہی تھی کہ اب تمہاری شادی ہو جانی چاہیئے۔ اس گھر میں بھی خوشی کے شادیانے بجیں۔ کوئی رونق ہو۔ تمہاری زندگی میں بھی کوئی تبدیلی آئے۔ ہروقت بس ٹینشن میں رہنے لگ گئے ہو۔

میراب: ماما بات بزنس کی نہیں ہے۔ اِس اِزنیٰ نے مجھے غصّہ دلایا ہوا ہے۔ میرا تو اب آفس جانے کو دِل ہی نہیں کرتا۔ ہر میٹنگ میں بس اُس کی کمپنی کے چرچے ہوتے ہیں۔

(طارق صاحب میراب کے لہجے کا غصّہ بھانپتے ہوئے فون سائیڈ پہ رکھتے ہوئے کہتے ہیں)

طارق صاحب: کیا ہوگیا ہے بیٹا۔ کوئی بات نہیں ایک وقت ہمارا بھی آئے گا۔

میراب: (جھنجھلاتے ہوئے) پتہ نہیں کب آئے گا میری ساری بزنس stratagies جیسے فیل ہوتی جارہی ہیں۔

تبسّم بیگم: (ناک سے ان دیکھی مکھی اُڑاتے ہوئے) پتہ نہیں وہ مردوں کو کونسے ڈورے ڈالتی ہے جو ہر پراجیکٹ اُسے ہی ملتا ہے۔

طارق صاحب: (غصّے سے ٹوکتے ہوئے) تبسّم ذرا سوچ سمجھ کے بات کیا کرو۔ وہ ہمیں چاہے جتنی بھی ناپسند ہو لیکن وہ ایسی ویسی نہیں ہے۔ آج کے بعد اُس کے کردار پہ اُنگلی نہ اُٹھانا۔

تبسم بیگم: کیا ہو گیا ہے؟ آج بڑا پیار آرہا ہے اپنی بھتیجی پہ۔

طارق صاحب: ہاں ہے تو وہ میری بھتیجی ہی میرا خون ہے۔ سوچ سمجھ کے بولا کرو۔ اور ویسے بھی جس طرح کے بزنس کے حالات چل رہے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ میراب کے لیے اِزنیٰ کا ہی ہاتھ مانگ لوں۔

(سب کو جیسے شدید جھٹکا لگتا ہے)

میراب: (غصّے سے) کیا ہو گیا ہے بابا آپ کو؟ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ اب بزنس کے حالات اتنے بھی خراب نہیں ہوئے کہ میں اِزنیٰ سے ہی شادی کرلوں۔

(وہ پیر پٹختے ہوئے کمرے سے باہر چلا جاتا ہے)

---

(اِزنیٰ اپنے کمرے میں کھلتی بالکونی میں کھڑے کافی پیتے ہوئے سوچ رہی ہوتی ہے۔ کہ اُسے اب یہ رات بھی کتنی اچھی لگنے لگ گئی ہے نا۔ رات ہوتی ہے تو وہ صبح کا شدت سے انتظار کرنے لگتی ہے۔ وہ جیسے خود کلامی کے انداز میں کہتی ہے۔ عازل اس رات کے بعد پھر صبح ہو گی اور میں پھر سے تمہیں دیکھوں گی۔ پتہ نہیں مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے۔ میں اتنی بے بس تو پہلے کبھی نہیں تھی۔ نہ پہلے مجھے رات دن سے کوئی فرق پڑتا تھا اور نہ ہی مجھے کسی کا انتظار ہوتا تھا۔ اب میں اپنے آپ کو سمجھ نہیں پا رہی۔ مجھے لگا تھا کہ یہ جذبات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود ہی ختم ہو جائیں گے۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے میری بے چینی میں تو اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی میں کیا کروں۔ میرا دل کرتا ہے عازل کہ میں تمہیں اپنے دل کی اس کیفیت کے بارے میں بتاؤں۔

میں تمہیں بتاؤں کہ میں تمہارے لیے کتنی بے چین ہوں۔ لیکن کیسے بتاؤں تمہاے دل پہ تو کسی اور کا قبضہ ہے۔ بس اس نیہا کا کچھ ہو جائے تو پھر تم بس میرے ہو۔ تمہیں میرے علاوہ کوئی نہیں سوچے گا۔ تمہیں میرے علاوہ کوئی نہیں چاہے گا۔ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگتی ہے۔ اُس کی سوچوں کا محور بس عازل ہی ہوتا ہے۔ وہ کیسے اُس کی یادوں سے اپنی جان چھڑائے۔ وہ مسکراتے ہوئے سوچنے لگتی ہے)

احساس تنہائی شاید اُسے ہمارا بہت ہے
تبھی تو وہ جاتے ہوئے کچھ سوال چھوڑ جاتا ہے
میں اُس کی یاد سے کیسے نکلوں اِزنیٰ
ہم ماضی سے جو نکلتے ہیں وہ حال چھوڑ جاتا ہے

---

(نیہا اپنے کمرے میں نیم دراز لیٹی اپنے ہاتھوں کے ناخنوں پہ نیل پالش لگا رہی ہوتی ہے۔ اُس کی نظر بائیں ہاتھ کی تیسری اُنگلی میں پڑی نازک سی گولڈ کی رِنگ پہ پڑتی ہے۔ وہ اُسے گھماتے ہوئے وہ منظر یاد کرنے لگتی ہے جب اُس کی اور عازل کی منگنی ہوئی تھی۔ اتنے میں اُس کا فون بجنے لگتا ہے۔ وہ اُسی انداز میں لیٹے لیٹے فون اُٹھاتی ہے۔ اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی دوسری طرف سے کوئی گھمبیر سی آواز آتی ہے ''ہیلو''۔ وہ فوراً سے اُٹھ بیٹھتی ہے)

نیہا: (پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے) جی ہیلو۔

دوسری طرف: جی ہیلو آپ نیہا بات کر رہی ہیں؟

نیہا: جی بالکل! لیکن آپ کون صاحب ہیں؟

دوسری طرف: نیہا دیکھیں میری بات غور سے سنیں۔ میں مبشر بات کر رہا ہوں۔ اور میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔

نیہا حیرت سے اُس کی بات سنتی ہے۔اور پوچھتی ہے۔

نیہا: مجھ سے؟ لیکن کیوں؟

دوسری طرف: نیہا میں آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔آپ پلیز مجھ سے ایک بار ملیں میں آپکو بلانے کی وجہ بھی بتا دوں گا۔

(نیہا کو لگا جیسے وہ کسی پاگل سے بات کر رہی ہے۔ وہ فون بند کر کے سائیڈ پہ رکھتی ہے اور نیل پالش کی شیشی اُٹھا کے ڈریسنگ پہ سجانے لگتی ہے۔فون پھر سے بجنے لگتا ہے۔اُسی نمبر سے پھر کال آ رہی ہوتی ہے۔ وہ فون کاٹ دیتی ہے۔فون پھر سے بجنے لگتا ہے۔ وہ کاٹتی جاتی ہے۔ پھر وہ تنگ آ کے فون اُٹھاتی ہے اور غصّے سے کہتی ہے۔

نیہا: ’دیکھیں مجھے آپ سے نہیں ملنا۔‘‘

(دوسری طرف عازل ہوتا ہے)

عازل: کیا ہوا نیہا؟ کیوں نہیں ملنا مجھ سے

نیہا: (فوراً گھبراتے ہوئے) وہ عازل آپ؟

عازل: ہاں تو تم کس سے کہہ رہی تھی کہ تمہیں اُس سے نہیں ملنا۔

(نیہا فوراً بات بناتے ہوئے) آپ سے اور کس سے؟ کتنا ٹائم ہو گیا ہے نا ہمیں ملے ہوئے۔

عازل: ہاں تو میری جان میں نے اسی لیے تو فون کیا ہے۔تم جلدی سے ریڈی ہو جاؤ میں بس آدھے گھنٹے میں تمہیں پک کرتا ہوں۔ پھر ہم ڈنر بھی ایک ساتھ ہی کریں گے۔

(نیہا فوراً سے خوش ہو جاتی ہے۔اور جلدی جلدی تیار ہونے لگتی ہے۔)

(تھوڑی دیر میں عازل اُسے پک کر کے ایک شاپنگ مال میں لے جاتا ہے۔ عازل اپنی کچھ فارمل شرٹس خرید رہا ہوتا ہے کہ نیہا کا فون بجنے لگتا ہے۔ وہ بیگ سے فون نکالتی ہے تو وہی نمبر ہوتا ہے وہ فون کاٹ کے پھر سے بیگ میں رکھ دیتی ہے۔ فون پھر سے بجنے لگتا ہے۔ عازل نیہا سے کہتا ہے)

عازل: نیہا تمہارا فون بج رہا ہے۔ تم کال کیوں نہیں پک کر رہی؟

نیہا عازل سے تھوڑے سے فاصلے پہ جا کے فون اُٹھاتی ہے۔ اور دبی دبی آواز میں اُس لڑکے سے کہتی ہے۔

نیہا: دیکھیں آپ مجھے فون کرنا بند کریں۔ میں آپ سے نہیں مل سکتی۔ اب براہِ مہربانی مجھے دوبارہ فون نہ کرنا۔ وہ فون silent کر کے بیگ میں رکھ کے پلٹتی ہے تو عازل اُس کے پیچھے ہی کھڑا ہوتا ہے۔

عازل: کیا ہوا نیہا؟ کس کا فون تھا؟

نیہا: کچھ نہیں عازل ماہین باجی سے بات کر رہی تھی۔ (اُس کی شکل پہ صاف لکھا تھا جیسے وہ عازل سے کچھ چھپا رہی ہے) اچھا آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے کون سے شرٹس لیں۔ اور عازل جلدی کریں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔ وہ عازل کو باتوں میں لگانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

---

(تبسّم بیگم ہادی کے کمرے میں داخل ہوتی ہیں۔ ہادی تبسّم بیگم کو دیکھ کے ناراضگی سے منہ پھیر لیتا ہے۔ وہ اُس کی ناراضگی کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھتی ہیں)

تبسّم بیگم: ہادی! تم نے کھانا کیوں واپس بھیج دیا ہے؟

ہادی: کیا مطلب ہے ماما آپ کا؟ چار دن سے میں اپنے کمرے میں بند ہوں۔ کیا

کسی جیل میں ہوں میں؟ آپ لوگوں نے مجھے گھر میں قید کیا ہوا ہے۔ بابا سے کہیں کے مجھے یونیورسٹی جانا ہے۔

تبسم بیگم: چپ کر جاؤ ہادی۔ تمہارا باپ پہلے ہی کافی غصّے میں ہے۔ تم نے کس قسم کی حرکت کی ہے۔ کیا کبھی کوئی کمی ہونے دی ہے تمہارے باپ نے یا بھائی نے۔ جو تمہیں یہ کرنے کی ضرورت پڑ گئی۔ ویسے ساری غلطی میری ہے۔ میں نے تمہاری غلطیوں پر پردے ڈال کے تمہیں ایک بے حس اور لا پرواہ انسان بنا دیا ہے۔ ویسے تو تم نے بزنس میں کبھی کوئی انٹرسٹ لیا نہیں کہ کس حالات میں جا رہا ہے۔ تم الٹا گھر کی چیزیں بھی اُٹھا اُٹھا کے بیچ رہے ہو۔

ہادی: (ادائے بے نیازی سے کہتا ہے) ہاں تو ماما ایسا بھی کیا کیا ہے میں نے؟

(تبسّم بیگم کا لہجہ تھوڑا اُترش ہو جاتا ہے۔ وہ اب غصّے سے کہتی ہیں۔)

تبسّم بیگم: ''ایسا بھی کیا کر دیا ہے؟ ہادی تم کتنے ڈھیٹ ہوتے جا رہے ہو۔ تمہیں کسی بات کا احساس ہی نہیں ہو رہا۔

ہادی: (دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے) بس ماما آپ تو بس کر جائیں۔ مجھے نہیں پتہ مجھے یونیورسٹی جانا ہے۔

تبسّم بیگم: میں تمہارے باپ سے بات کرتی ہوں۔ لیکن جب تم اُن کے سامنے جاؤ تو کم سے کم معافی کے دو بول ہی بول دینا۔ کیا پتہ وہ تمہیں معاف کر دیں۔ شکر کرو انھوں نے تمہیں گھر سے نہیں نکالا۔

ہادی: ہاں تو نکال دیں نا۔ آپ کیا اس قید خانے کو گھر کہتی ہیں؟

تبسّم بیگم: (افسوس بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) تم نے ابھی صرف عیش و عشرت دیکھی ہے ہادی اور دعا ہے کہ تمہیں اور کچھ نہ دیکھنا پڑے۔ میں تمہارے بابا

سے بات کرتی ہوں اور کھانا بھجوا رہی ہوں۔ چپ کر کے کھا لو۔ (یہ کہہ کے وہ کمرے سے چلی جاتی ہیں۔)

---

(نیہا شاپنگ کر کے واپس آتی ہے تو ماہین باجی صحن میں ہی بیٹھی ہوتی ہیں اُس کے ہاتھ میں ڈھیر سارے شاپنگ بیگز دیکھ کے اُن کے لبوں پہ ایک افسردہ سی مسکراہٹ آتی ہے۔ نیہا سارے بیگز صحن میں پڑے تخت پوش پہ ہی رکھ دیتی ہے۔ ماہین باجی اُسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہتی ہیں۔)

باجی: اللہ میری بہن کی زندگی میں ڈھیروں خوشیاں لائے۔

نیہا: آمین ثم آمین۔ باجی آج تو عازل نے آپ اور امی کے لیے بہت خوبصورت سوٹ لے کے دیے ہیں۔ میں آپ کو دکھاتی ہوں۔ وہ بیگز میں سے اُن کا سوٹ ڈھونڈنے لگتی ہے۔

ممتاز بیگم: نیہا عازل کو منع کیا کرو کہ وہ ہمارے لیے بھی کچھ لے۔ اچھا نہیں لگتا بیٹا (وہ کمرے سے بولتے ہوئے باہر آتی ہیں)

نیہا: افوہ امّی وہ اپنی امّی اور بہن کے لیے لے رہا تھا تو آپ دونوں کے لیے بھی لے لیے اس میں کیا بُری بات ہے۔

ممتاز بیگم: تمہیں کبھی کوئی بات بُری بھی لگتی ہے بھلا۔ آج تمہارے بھائی کا بھی فون آیا ہوا تھا۔ تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا تو میں نے بتایا کہ تم عازل کے ساتھ شاپنگ پہ گئی ہوئی ہو۔

نیہا: کیسے ہیں حسن بھائی اور بھابھی کیسی ہیں؟

ممتاز بیگم: دونوں ٹھیک ہیں۔ تمہیں پتہ ہے امریکہ اور یہاں کے وقت میں دن رات کا فرق ہے تو وہ بے چارہ کبھی کبھی فون کر پاتا ہے۔ دونوں سارا دن کے تھکے

ہوئے رات کو ہی سوتے ہیں۔ میرا بیٹا بے چارہ کتنی محنت کر رہا ہے نا۔

ماہین باجی: امّی آپ پریشان نہ ہوں حسن کا تو شروع سے ہی باہر سیٹل ہونے کا ارادہ تھا۔ بلکہ اچھی بات ہے دونوں میاں بیوی ساتھ ہیں۔

ممتاز بیگم: اچھا ہی کیا اُس نے جو باہر ہی سیٹل ہو گیا۔ نہیں تو یہاں حالات کتنے مشکل ہو جاتے۔ تمہارے ابو کی بیماری اور پھر اتنی مہنگی دوائیاں۔ گھر کے اخراجات، بہنوں کی ذمہ داریاں۔ وہ بے چارہ بھلا یہاں کیسے پورا کرتا۔ پھر وہ نیہا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتی ہیں۔ حسن کہہ رہا تھا کہ نیہا کی شادی میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ رہنے دینا۔ میں پیسے بھیجوں گا اُسے جو بھی چاہیئے ہو وہ ضرور لے کے دینا۔

نیہا: جی امّی بھائی کا مجھے بھی میسج آیا تھا وہ پوچھ رہے تھے کہ یہاں سے تمہارے لیے کیا لاؤں؟ میں سوچتی رہ گئی کیونکہ عازل مجھے سب کچھ ہی تو لے دیتا ہے جو بھی چاہیئے ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ چاہیئے ہوگا تو بھائی کو بتادوں گی۔

(اتنا کہہ کے نیہا اپنی شاپنگ امّی اور بہن کو دِکھانے لگتی ہے۔)

---

(اِزنیٰ گاڑی میں بیٹھی اپنے موبائل سے فون ملاتی ہے فون اُٹھاتے ہی وہ پوچھتی ہے۔)

اِزنیٰ: کام ہوا ہے؟

دوسری طرف: نہیں میڈم۔ میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ جلدی ہو جائے۔

اِزنیٰ: میں نے تمہاری کوششوں کی داستان سننے کے لیے فون نہیں کیا۔ مجھے کام جلد سے جلد چاہیئے۔

دوسری طرف: جی میڈم بس مجھے دو تین دن کی اور مہلت دے دیں۔

اِزنیٰ: ٹھیک ہے اب میں دوبارہ یہ سب سننے کے لیے فون نہیں کروں گی۔(یہ کہہ کے وہ فون بند کر دیتی ہے۔)

(وائٹ کلر کے ڈریس میں ،آنکھوں میں کالا چشمہ لگائے بلاشبہ وہ بہت خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے۔اُس کا ذہن جانے کتنی ہی سوچوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔کریم بابا کی آواز پہ وہ خیالوں کی دُنیا سے باہر نکلتی ہے۔)

کریم بابا: اِزنیٰ بی بی جی آپ سائٹ پہ جائیں گی یا آفس؟

اِزنیٰ: (تھوڑی دیر سوچتے ہوئے) آپ ایسا کریں ابھی آفس میں چلیں سائٹ پہ میں بعد میں جاؤں گی۔

---

(عازل رات کے کھانے کے بعد گھر والوں کے ساتھ چائے پی رہا ہوتا ہے۔ چائے کا کپ ہاتھ میں لیے وہ اپنے پراجیکٹس کے بارے میں سوچ رہا ہوتا ہے۔کل دو اور companies کے ساتھ میٹنگ اور پھر سائٹ پہ آنیوالے material کے بارے میں وہ اپنے دماغ میں پورا schedule بنا رہا ہوتا ہے۔اِتنے میں اُس کی امّی اُسے بلاتی ہیں۔)

عابدہ: بیٹا کن سوچوں میں گُم ہو؟

عازل: (چونکتے ہوئے) کہیں نہیں امّی بس آفس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

مشتاق صاحب: بیٹا جب ہمارے ساتھ ہو تو کچھ وقت ہمیں بھی دے دیا کرو۔ خود کو اتنا مصروف نہ کرو کہ تمہیں پتہ ہی نہ ہو کہ تمہارے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔

عازل: سوری ابو۔آپ بتائیں کیا باتیں ہو رہی تھیں۔

عابدہ: بیٹا تم نے کچھ اپنی تیاری بھی شروع کی ہے؟

عازل: نہیں۔بس کچھ دِنوں میں شروع کرتا ہوں۔

مشتاق صاحب: بیٹا تم ہمارے اکلوتے بیٹے ہو اور میں چاہتا ہوں۔ کہ تمہاری شادی ہم دھوم دھام سے کریں۔

عابدہ: ہاں دعا تو سارا دن بس یہی سوچتی رہتی ہے کہ بھائی کی شادی کو کیسے special بنایا جائے۔

(عازل مسکراتے ہوئے اُن کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو جاتا ہے)

---

(نیہا کچن میں کھانا بنا رہی ہوتی ہے۔ اُس کے کمرے میں اُس کا فون مسلسل بج رہا ہوتا ہے۔۔ چولہے کی آنچ ہلکی کر کے وہ کمرے کی طرف جاتی ہے۔ سائیڈ ٹیبل پہ فون بج بج کے اب بند ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ فون چارجنگ سے اُتار کے نمبر چیک کرتی ہے۔ پانچ کالز اُسی انجانے نمبر سے آئی ہوتی ہیں۔ وہ فون دوبارہ چارجنگ پہ لگا کے کچن میں چلی جاتی ہے۔ اُس کا دل بہت پریشان ہو جاتا ہے۔ وہ سوچتی ہے کہ نجانے کیوں یہ بندہ اُسکے پیچھے پڑ گیا ہے جب کہ وہ تو اُسے جانتی بھی نہیں ہے۔ وہ پھر سے ہانڈی میں چمچ چلانے لگتی ہے۔ اتنے میں پھر سے فون بجتا ہے۔ نیہا کی امّی اُسے آواز دیتی ہیں)

ممتاز بیگم: بیٹا تمہارا فون کب سے بج رہا ہے۔ جا کے دیکھو تو سہی کس کا فون ہے۔ وہ غصّے میں چولہا ہلکا کرتے ہوئے کمرے میں جاتی ہے اور اُس شخص کا فون اُٹھا لیتی ہے۔

نیہا: دیکھیں آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ میں آپ کو نہیں جانتی آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں؟

دوسری طرف: دیکھیں نیہا آپ خوامخواہ غصّہ کر رہی ہیں۔ مجھے دراصل آپ سے مِل کے آپ کی بہن ماہین کے بارے میں بات کرنا تھی۔

نیہا: ماہین باجی کے بارے میں؟ کیا بات کرنی ہے آپ کو (اب کے اُس کا لہجہ تھوڑا نرم پڑ جاتا ہے)۔

دوسری طرف: میں اُن سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سے ملنا اس لیے ضروری ہے کہ میں آپ کو اپنے بارے میں تفصیل سے بتا دوں۔ اور اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو پھر میں باضابطہ اُن کے رشتے کے لیے اپنے گھر والوں کو بھیج دوں۔

نیہا: ہم مم۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے میں آپ کو بتاؤں گی کہ ہم کب مل سکتے ہیں۔ آپ مجھے تھوڑا وقت دیں۔

(وہ فون بند کرتے ہوئے خوشی سے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارتی ہے اور سوچتی ہے میں خوامخواہ ہی پریشان ہو رہی تھی۔ اور عازل سے بھی چھپا رہی تھی۔ ایک بھی بار میں نے اس بے چارے کی بات کو سننا گوارہ نہیں کیا۔ یہ تو ماہین باجی کو پسند کرتا ہے۔ اللہ کتنا ہی اچھا ہو جائے کہ ماہین باجی کی بھی شادی میری شادی کے ساتھ ہی ہو جائے اور اُن کا گھر بھی بس جائے۔ اوہ میں بھی نہ جانے کہاں سے کہاں سوچ رہی ہوں۔ پہلے اس شخص سے مِل تو لوں۔ جانے کیسا ہو گا۔ ویسے محبت تو وہ ماہین باجی سے کرتا ہی ہو گا۔ تبھی اتنی بار ڈانٹ سننے کے بعد بھی وہ مجھے فون کرنے پہ ڈٹا ہی رہا)

(اِتنے میں اُسے اپنی امی کی آواز آتی ہے)

ممتاز بیگم: نیہا بیٹا کہاں رہ گئی ہو سالن کو دیکھو۔ مجھے لگتا ہے جل گیا ہے۔ وہ فوراً سے کچن میں چلی جاتی ہے۔

---

(شہناز اِزنیٰ کے دروازے پہ دستک ہوتی ہے)

اِزنیٰ: Yes

شہناز دروازہ کھول کے وہیں کھڑے اُسے بتاتی ہے کہ عالیہ بیگم اُسے بلا رہی ہیں۔

اِزنیٰ: کیوں خیریت ہے؟

شہناز: جی بی بی جی۔ شاید وہ آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہیں۔

اِزنیٰ: ٹھیک ہے تم جاؤ میں آتی ہوں۔

(اُس کے جانے کے بعد اِزنیٰ اپنا Laptop بند کرتی ہے۔ اور تھوڑی دیر کچھ سوچنے کے بعد عالیہ بیگم کے کمرے کی طرف جانے لگتی ہے۔ عالیہ بیگم کے کمرے کا دروازہ شاید اُسی کے انتظار میں کھلا ہوتا ہے۔ وہ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ سامنے بیٹھی منتظر عالیہ بیگم اُسکے آنے پہ جیسے کِھل سی جاتی ہیں۔ وہ اُسے کھلی بانہوں سے اپنے پاس بُلاتی ہیں۔ اِزنیٰ بددلی سے اُن سے مِل کے اُن کے پاس ہی بیٹھ جاتی ہے۔ وہ اُسے کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: ”جب تک میں تمہیں نہ بلاؤں تمہیں تو فرصت ہی نہیں ملتی کہ آ کے ماں کو اپنی شکل ہی دِکھا جاؤ“۔

اِزنیٰ: (بےزاری سے) ماما۔ پلیز آپ نے گلِے شکوے کرنے ہیں یا وہ بات کرنی ہے جس کے لیے بلایا ہے۔

عالیہ بیگم: بس ایسے ہی بلایا تھا۔ اتنے دنوں سے تمہیں دیکھا ہی نہیں۔ میری طبیعت اتنی اجازت نہیں دے رہی تھی کہ میں خود سیڑھیاں چڑھ کے تمہارے کمرے تک آسکوں تو سوچا تمہیں ہی بلا لوں۔

اِزنیٰ: تو آپ سوچتی بھی ہیں؟ خیر میرے بارے میں تو آپ نہ ہی سوچا کریں۔

عالیہ بیگم: (پیار سے اُس کے گالوں کو چھوتے ہوئے) تو بیٹا اگر میں نہیں سوچوں گی تو کون سوچے گا۔

(ازنیٰ بدک کے ایک دم دوڑ کھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے)

ازنیٰ: ماما نہ آپ میرے بارے میں سوچیں گی اور نہ کوئی اور سوچے گا۔ میں جانتی ہوں کہ کسی کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ میرے بارے میں سوچے۔ جیسے آپ کبھی وقت ہی نہیں نکال پائیں میرے بارے میں سوچنے کا (اُس کے لہجے میں طنز ہی طنز تھا)

عالیہ بیگم: (بے بسی سے) یہ تم کس قسم کی باتیں کر رہی ہو؟ تم وہ سب بھول کیوں نہیں جاتی؟

ازنیٰ: ماما یہ جو سوچ ہوتی ہے یہ بھی وقت پہ ہی اچھی لگتی ہے۔ آپ اگر یہ سب وقت پہ سوچ لیتیں تو آج ہمارے درمیان اتنا فاصلہ نہ ہوتا۔ (ازنیٰ ہاتھ کے اشارے سے عالیہ بیگم اور خود کے درمیان کے فاصلے کو ناپتے ہوئے کہتی ہے)

عالیہ بیگم: (روہانسی ہوتے ہوئے دونوں بازو پھیلاتے ہوئے) آ جاؤ اپنی ماں کے پاس ازنیٰ۔ ختم کر دو یہ فاصلے۔ وہ جیسے اُس کی مِنت کر رہی ہوتی ہیں۔

ازنیٰ: (دونوں بازو ایک دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے) اچھا؟ تو کیا پاس آنے سے جو دِلوں میں فاصلے ہیں وہ بھی ختم ہو جاتے ہیں؟ بعض اوقات ساتھ بیٹھنے سے بھی دِلوں میں آئے فاصلے اور دوریاں ختم نہیں ہوتیں۔ ہمارے دِلوں میں بھی بہت فاصلہ آ چکا ہے۔ ہم بس دعا ہی کر سکتے ہیں کہ ہمارے بیچ کی یہ دُوری ختم ہو۔

عالیہ بیگم: میں بہت دُعا کرتی ہوں بیٹا تم اُسی طرح میرے پاس واپس آ جاؤ جیسے تم

بچپن میں میرے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔

(اِزنیٰ چند لمحے خاموشی سے عالیہ بیگم کو دیکھتی رہتی ہے۔ اور جب بولتی ہے تو اُس کے لہجے میں دُکھ ہی دُکھ ہوتا ہے)

اِزنیٰ: ماما بچپن میں، میں سچ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی لیکن پھر آپ نے مجھے اپنے بغیر رہنا سیکھا دیا۔ اور اب جب میں سیکھ گئی ہوں تو آپ اتنا کیوں تڑپ رہی ہیں؟

عالیہ بیگم: تم کیا یہ بچپن کی باتیں چھوڑ نہیں سکتی؟

اِزنیٰ: ''نہیں ماما میں آج بھی وہیں کھڑی ہوں جہاں سے آپ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ اُسی بچپن میں، اور اُسی بچپن کی تنہائی میں۔'' اتنا کہہ کے اِزنیٰ ی عالیہ بیگم کے کمرے سے چلی جاتی ہے۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں۔

(عالیہ بیگم اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتی رہ جاتی ہیں۔ اور سوچتی ہیں کہ وہ اِزنیٰ کو کیسے سمجھائیں کہ اُس کے پیار کے لیے وہ کتنا ترس رہی ہیں۔ کیا صرف وہ ترس رہی ہیں؟ کیا اُنہوں نے کبھی نہیں سوچا کہ اِزنیٰ اُن کے پیار کے لیے کتنا ترسی ہوگی۔ وہ ننھی سے جان باپ کے اچانک چلے جانے سے کتنی تنہا رہ گئی ہوگی نہ جانے اُس پہ کیا گزرتی ہوگی۔ بیتے پل یاد کر کے عالیہ بیگم پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگتی ہیں)

---

(Olive green کلر کے ڈریس میں ہائی ہیلز کے ساتھ اِزنیٰ عازل کے ساتھ بلڈنگ کی پارکنگ تک آتی ہے۔ کانوں میں پڑے ڈارک گرین ائیر رنگز اُس کے چمچماتے حسن کو چار چاند لگا رہے ہوتے ہیں۔ پارکنگ کے سناٹے میں اُس کی ہائی ہیل کی ٹِک ٹِک کی آواز آ رہی ہوتی ہے۔

عازل اپنے ہاتھ کے اشارے سے اُسے کہتا ہے )

عازل: چلیں اِزنیٰ دو قدم ساتھ چل لیتے ہیں۔

اِزنیٰ: (ایک اُدا سے ) اچھا؟ اور اگر دو قدم سے دِل نہ بھرا تو؟

عازل: (مسکراتے ہوئے ) تو چلیں دو قدم اور چل لیں گے۔

اِزنیٰ: (رُک کے اُسے دیکھتے ہوئے ) اور اگر چار قدم سے بھی دِل نہ بھرا تو؟

(عازل اپنی جیب سے گاڑی کی چابی نکالتے ہوئے ہنسنے لگتا ہے۔ اور کہتا ہے )

عازل: ''اِس سے زیادہ تو میں نہیں چل سکتا کیونکہ اب میری گاڑی آ گئی ہے۔(وہ شرارتاً آنکھ مارتے ہوئے بولتا ہے )

اِزنیٰ: اُس کی شرارت سمجھ کر مسکرانے لگتی ہے اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ جاتی ہے۔

---

(عازل رات سونے سے پہلے نیہا کو فون ملا لیتا ہے )

نیہا: (فون اُٹھاتے ہی ) آج میری یاد کیسے آ گئی؟ مصروف لوگوں کو؟

عازل مسکراتے ہوئے تمہاری یاد جاتی ہی کب ہے جو آئے گی۔ کیسی ہو؟

نیہا: بالکل ٹھیک۔ تم بتاؤ کیسے ہو؟

عازل: میں تو بس جی رہا ہوں تمہارے بغیر۔

نیہا: باتیں بنانا تو کوئی تم سے سیکھے۔ تمہیں پتا ہے حسن بھائی نے کہا ہے کہ مجھے اپنے روم کے فرنیچر کا آرڈر دے دینا چاہیئے بلکہ اُنہوں نے تو پیسے بھی بھیج دیئے ہیں۔ لیکن میں سوچ رہی تھی کہ ہم دونوں جا کے پسند سے بنوائیں گے۔

عازل: (بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے) اوہ نیہا ابھی تو میں بالکل کہیں نہیں جا سکوں گا اور ابھی تو تین چار ماہ ہیں نا تو آرام سے دیکھ لیں گے۔ آج کل ورک لوڈ۔ بہت زیادہ ہے۔

نیہا: ہاں جی وہ تو مجھے پتہ ہے کہ کام کا لوڈ اتنا ہے کہ آپ مجھ سے بھی بات نہیں کرتے اور جیسے جیسے شادی کا وقت قریب آ رہا ہے آپ اور مصروف ہوتے جا رہے ہیں۔

عازل: میں جتنا بھی مصروف ہو جاؤں میرے دل میں بس تم ہی رہتی ہو۔ جب میں تھک جاتا ہوں تو آنکھیں بند کر کے تمہارا تصور کر لیتا ہوں۔ یقین مانو میری ساری تھکن اُتر جاتی ہے۔ تمہیں پتہ ہے میں چاہتا ہوں کہ تمہیں دنیا بھر کی آسائشیں دوں۔ یہ ساری محنت تمہارے لیے ہی تو کر رہا ہوں۔

نیہا: میں سب جانتی ہوں لیکن عازل اتنا مصروف نہ ہو جانا کہ میں بس گھر بیٹھی تمہارا انتظار ہی کرتی رہ جاؤں۔

عازل: نہیں نہیں۔ شادی کے بعد تو بس آفس کی ایک ہی timings رکھوں گا چاہے جتنا بھی کام ہو میں ٹائم سے جاؤں گا۔ اور ٹائم سے واپس آؤں گا۔ کیونکہ جتنا انتظار تم گھر بیٹھ کے میرا کرو گی میں بھی تمہارے لیے اُتنا ہی بے چین ہوں گا۔

نیہا: اللہ کرے ایسا ہی ہو کہ تم مجھے انتظار نہ کرواؤ۔ (دعا کرتے ہوئے)

(پھر دونوں گھنٹہ بھر اپنی بے چینی اور بے قراری کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اُنہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں رہتا، باتیں کرتے کرتے نیہا ایک دم سے عازل سے کہتی ہے)

نیہا: ہاں سنو عازل۔ (وہ ماہین باجی کی بات اُسے بتاتے بتاتے رُک جاتی ہے اور

سوچتی ہے کہ پہلے وہ تو ملنے جائے وہ لڑکا کیسا ہوگا پھر کہتی ہے ) کچھ نہیں کافی ٹائم ہو گیا ہے اب تم سو جاؤ۔

عازل: ہاں ٹائم تو کافی ہو گیا ہے۔ چلو ٹھیک ہے پھر بات کریں گے۔ انشاءاللہ اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔

نیہا: تم بھی اپنا بہت خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔

---

(نیہا ایک کیفے ٹیریا میں داخل ہوتی ہے۔ کافی زیادہ لوگوں میں سے وہ اُس شخص کو نظروں ہی نظروں سے تلاش کر رہی ہوتی ہے جس نے اُسے یہاں بلایا ہوتا ہے۔ اِتنے میں اُسے اپنے قریب سے آواز آتی ہے )

شخص: میں مبشر ہوں۔ آئیں پلیز یہاں تشریف رکھیں۔ (وہ وہیں پاس میں ایک ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے )

(نیہا وہاں اُس کے سامنے جا کے بیٹھ جاتی ہے۔ اور سوچتی ہے دیکھنے میں تو یہ شخص ٹھیک ٹھاک لگ رہا ہے )

مبشر: سوری میں نے آپ کو زحمت دی۔ مجھے بھی یہ سب مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ لیکن اِس سے بہتر راستہ مجھے اور کوئی لگا بھی نہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اگر ایک دم سے میں اپنے گھر والوں کو آپ کے گھر بھیجوں تو جانے آپ کے گھر والوں کا کیا ری ایکشن ہو۔ مجھے بس یہی سمجھ میں آیا تو میں نے آپ کو فون کر دیا۔

نیہا: آپ اگر مجھے پہلی کال میں ہی بتا دیتے تو اتنی مس انڈرسٹینڈنگ نہ ہوتی۔

مبشر: چلیں کوئی بات نہیں۔ مجھے بالکل بھی بُرا نہیں لگا۔ وہ دراصل میں نے ماہین کو

کئی بار آپ کے ساتھ یا آپ کی امی کے ساتھ باہر آتے جاتے دیکھا ہے۔
مجھے وہ پہلی نظر میں ہی بہت اچھی لگی تھیں۔تو اصل بات یہ ہے میں میں اُن
سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔آپ بتائیں کہ اپنے گھر والوں کو کب بھیجوں اگر
آپ کوئی سوال کرنا چاہیں تو پلیز۔

(نیہا کو وہ شخص کافی مہذب لگتا ہے۔وہ اُسے جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے
ہوئے پوچھتی ہے)

نیہا: آپ کرتے کیا ہیں؟ میرا مطلب ہے آپ کی جاب؟؟

مبشر: (مسکراتے ہوئے) میں کوئی اتنا بڑا بزنس مین تو نہیں ہوں۔لیکن میری جاب
اچھی ہے۔پرائیوٹ نوکری ہے سیلری اچھی مِل جاتی ہے تو گزارہ بھی اچھے
سے ہو جاتا ہے۔میری دو چھوٹی بہنیں ہیں اور میں اُن کا اکلوتا بھائی۔

نیہا: تو آپ اپنے Parents کو بھیجنا چاہتے ہیں؟

مبشر: ہاں میں اپنی امّی اور بہن کو بھیجوں گا۔آپ بس مجھے اپنے گھر والوں سے پوچھ
کے بتا دیجیئے گا۔پھر جیسے اُنہیں مناسب لگے۔

نیہا: (خوشی سے) جی جی ٹھیک ہے میں آپ کو پوچھ کے بتا دوں گی۔آپ کا نمبر تو
میرے پاس ہے ہی۔

(نیہا ماہین باجی کا تصّور کر کے مسکرانے لگتی ہے اور مبشر کے چہرے پہ تو جیسے
اُس کے ذکر سے ہی مسکراہٹ آجاتی ہے)

(دور ٹیبل پہ بیٹھا ایک شخص دونوں کی مسکراتے ہوئے تصاویر کلک کر لیتا ہے)

---

(میٹنگ روم میں عازل اپنے سٹاف کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔اُس کے مینجر ذوالفقار صاحب

ایک presentation پہ بات کر رہے ہوتے ہیں۔ اُس کا یہ نیا پراجیکٹ بھی کافی بڑا ہوتا ہے اور عازل اِس پراجیکٹ کو لے کے بھی کافی سیریس ہوتا ہے۔ عازل کی پوری توجہ اُس presentation پہ ہوتی ہے۔ اتنے میں یکے بعد دیگرے اُس کے واٹس ایپ پہ میسج آتے ہیں۔ اُس کا دھیان فوراً سے ہٹ جاتا ہے۔ وہ فون کو silent کر کے سکرین scroll کر کے چیک کرتا ہے کہ یہ نیا نمبر کس کا ہے۔ سکرین پہ آئی تصویر اُس کے ہوش اڑا دیتی ہے۔ وہ فوراً سے chat اوپن کرتا ہے)

(اُس نمبر سے آئی پانچ تصویروں میں نیہا کسی اور شخص کے ساتھ بیٹھی مسکرا رہی ہوتی ہے۔ خوشی اُس کے چہرے سے چھلک رہی ہوتی ہے۔ وہ ایک دم سے پریشان ہو جاتا ہے۔ پاس رکھے پانی کے گلاس سے وہ دو گھونٹ پانی پیتا ہے۔ پسینے کے ننھے ننھے قطرے اُس کی پیشانی پہ نمودار ہونے لگتے ہیں۔ سارا سٹاف اُس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ ذوالفقار صاحب اُس سے پوچھتے ہیں)

ذوالفقار صاحب: ''سر آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟''

عازل: ہاں ہاں میں ٹھیک ہوں۔ آپ ایسا کریں میٹنگ continue رکھیں میں آپ کو تھوڑی دیر تک جوائن کرتا ہوں۔

(میٹنگ روم سے نکل کر بامشکل وہ اپنے آفس تک پہنچتا ہے۔ وہ اپنا فون نکال کے پھر سے تسلی کرتا ہے کہ وہ واقعی اُن تصاویر میں نیہا ہی ہے؟ وہ سچ میں نیہا ہی ہوتی ہے۔ وہ بے چینی سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اُس کے ساتھ وہ لڑکا کون ہے۔ نہ تو نیہا کا کوئی کزن اور نہ ہی اُن کا کوئی یونیورسٹی فیلو۔ اُسے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ وہ اپنا کوٹ اُتار کے کرسی پہ رکھتا ہے اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے گہری گہری سانس لیتا ہے۔ اُسے ایک دم سے یاد آتا ہے کہ نیہا کچھ دِنوں پہلے کسی سے فون پہ بات کر رہی تھی بلکہ دو تین بار اُسے

محسوس ہوا جیسے وہ اُس سے کچھ چھپا رہی ہے۔ پھر ایک دم سے وہ اپنے آپ سے کہتا ہے۔ نہیں میں بالکل غلط سوچ رہا ہوں۔ نیہا ایسی نہیں ہے۔ نیہا اور بے وفائی۔ نہیں نہیں۔ اُس کا دماغ کچھ بھی تسلیم نہیں کر رہا ہوتا۔ وہ ایک دم سے اپنی گاڑی کی چابی اُٹھاتا ہے اور آفس سے نکل جاتا ہے)

---

(اِزنیٰ کی گاڑی کار پورچ میں آ کے رُکتی ہے۔ شام ڈھل چکی ہوتی ہے۔ گویا ایک اور تھکا دینے والے دن کا اختتام ہوتا ہے۔ اوپر نیچے کی میٹنگز کے بعد اِزنیٰ کے چہرے پہ بھی تھکاوٹ صاف نظر آ رہی ہوتی ہے۔ وہ گاڑی سے اُتر کے لاؤنج میں داخل ہوتی ہے۔ اتنے میں اُس کا فون بجنے لگتا ہے۔ وہ فون کاٹ کے شہناز کو آواز دیتی ہے)

اِزنیٰ: شہناز، شہناز میرے کمرے میں جلدی سے کافی لے کے آؤ۔

(ابھی وہ سیڑھیاں چڑھ رہی ہوتی ہے کہ فون پھر سے بجتا ہے۔ وہ فون اُٹھا لیتی ہے)

اِزنیٰ: ہیلو۔

دوسری طرف: میڈم کام ہو گیا ہے۔

اِزنیٰ: That's great۔ آج کے بعد اِس نمبر پہ دوبارہ فون نہ کرنا۔

دوسری طرف: Ok Madam

(وہ فون بند کر کے جیسے ایک دم سے پُرسکون سی ہو جاتی ہے)

---

(عازل تیز رفتاری سے گاڑی چلا رہا ہوتا ہے۔ اُس کا ذہن کئی طرح کی سوچوں سے گزر رہا ہوتا ہے۔ اُسے اپنے آس پاس گاڑیوں کے ہارن کی بھی آواز نہیں سنائی دے رہی ہوتی۔ وہ بس یہی

سوچ رہا ہوتا ہے کہ وہ شخص کون تھا' کہاں سے آیا تھا نیہا اُس سے ملنے کیوں گئی؟ اور اگر اُس سے ملنا اتنا ہی ضروری تھا تو نیہا نے اُسے کیوں نہیں بتایا؟ کیا وجہ تھی کہ اتنی بڑی بات نیہا نے اُس سے چھپائی؟ آخر کیوں؟)

(کیوں؟ کیوں؟ سوچیں مسلسل جیسے اُس کے دماغ میں ہتھوڑے برسا رہی تھیں۔ وہ اپنی گاڑی نیہا کے گھر کے آگے روکتا ہے۔ گاڑی لاک کر کے وہ گھر کی بیل بجانے لگتا ہے۔ دروازہ ماہین باجی کھولتی ہیں)

ماہین باجی: ارے عازل۔ کیسے ہو؟ (وہ اُسے دیکھ کے خوش ہوتی ہے

عازل: (اُن کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے ترش لہجے میں پوچھتا ہے) نیہا کہاں ہے

ماہین باجی: اندر ہی ہے۔ تم اندر آؤ۔

عازل: (اندر داخل ہوتے ہوئے) آپ پلیز اُسے بلا دیں۔

ماہین باجی: اچھا میں بلاتی ہوں۔ تم اندر تو آؤ بیٹھو تو سہی۔

عازل: نہیں مجھے بیٹھنا نہیں ہے آپ پلیز نیہا کو بلا دیں۔ (وہ وہیں صحن میں بے چینی سے ٹہلنے لگتا ہے)۔

(نیہا اپنے کمرے میں بیٹھی اپنی کلائی میں پڑی چوڑیوں سے کھیل رہی ہوتی ہے۔ ماہین باجی اُس کے کمرے میں داخل ہوتی ہے)

ماہین باجی: نیہا عازل آیا ہے۔ باہر صحن میں ہی کھڑا ہے۔

نیہا: عازل آیا ہے۔ (وہ سنتے ہی اُٹھ کھڑی ہوتی ہے) باجی اُسے اندر بٹھانا تھا نا۔ (وہ فوراً سے اپنے بال سیٹ کرتے ہوئے کہتی ہے)

ماہین باجی: میں نے تو بہت کہا تھا۔ لیکن مجھے اُس کا موڈ بہت خراب لگ رہا ہے۔ کچھ

عجیب ساbehave کر رہا ہے وہ۔

نیہا: (پریشانی سے) کیوں کیا ہوا عازل کو؟ (وہ اُن کے جواب کا انتظار کیے بغیر باہر صحن کی طرف بھاگتی ہے۔ عازل پریشان ہے یہ بات سن کے ہی وہ پریشان ہو جاتی ہے وہ جیسے ہی عازل کے پاس پہنچتی ہے۔ اُس سے پوچھتی ہے۔

نیہا: عازل کیا ہوا ہے؟ اندر تو آؤ۔

(عازل نیہا کا بازو مضبوطی سے پکڑتا ہوا چھت کی سیڑھیاں چڑھنے لگتا ہے۔ نیہا بھی بمشکل اپنے آپ کو سنبھالتی ہوئی اُس کے ساتھ ساتھ اوپر جا رہی ہوتی ہے۔ اور اُس سے مسلسل پوچھ رہی ہوتی ہے۔ ''عازل ہوا کیا ہے کچھ تو بتاؤ۔ عازل کچھ بولو تو''۔ اُس کے بازو پہ عازل کی گرفت مضبوط ہوتی جا رہی ہوتی ہے۔ بالآخر وہ تکلیف سے کہنے پہ مجبور ہو جاتی ہے)

نیہا: عازل تم مجھے ہرٹ کر رہے ہو۔ کیا ہوا ہے؟

(عازل چھت پہ جا کے ایک جھٹکے سے اُس کی بازو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ بُری طرح گرتے ہوئے بچتی ہے۔ اور اپنی بازو سہلاتے ہوئے پوچھتی ہے)

نیہا: ''عازل کیا ہوا ہے ہم نیچے بھی تو بات کر سکتے تھے نا؟''

عازل: (اپنے غصے کو قابو کرتے ہوئے کہتا ہے) مجھے تم سے اکیلے میں بات کرنی تھی۔

نیہا کو عازل کے لہجے سے خوف آنے لگتا ہے۔ عازل غصّے سے اپنے کوٹ کی جیب سے فون نکال کر وہ chat اوپن کرتا ہے۔ اور نیہا کو اُس کی تصویریں دکھاتے ہوئے پوچھتا ہے)

عازل: یہ دیکھو۔ یہ کون ہے؟

(نیہا اُن تصاویر کو دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے اور اُس سے پوچھتی ہے)

نیہا: تمہیں کیسے یہ تصویریں پہنچ گئیں؟ اور ہاں میں تمہیں بتانے ہی والی تھی کہ یہ لڑکا ماہین باجی کی وجہ سے مجھ سے مِلا تھا۔ اُن کا رشتہ بھیجنا چاہتا تھا۔

عازل: اوہ اچھا؟ اگر وہ ماہین باجی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو تم کیوں ملنے گئی تھی اِس سے۔ (عازل کی آواز ایک دم سے اونچی ہوتی ہے)

نیہا: (خوفزدہ ہوتے ہوئے) اُس نے میرے نمبر پہ فون کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ مجھ سے مِل کے ماہین باجی کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔

عازل: (اپنی آواز کو دباتے ہوئے) جو شخص تمہارا نمبر حاصل کر سکتا ہے ماہین باجی کا نمبر لے کے اُن سے ڈائریکٹ بات نہیں کر سکتا۔ تم یہ بے وقوف کسی اور کو بنانا۔

نیہا: (پریشان ہوتے ہوئے) کیا ہو گیا ہے عازِل؟ یہ تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟ ایسا کچھ بھی نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ بلکہ رکو میں ابھی فون لے کے آتی ہوں اور تمہاری خود اُس سے بات کرواتی ہوں۔ تم بس یہاں رُکو۔ وہ فوراً بھاگتی ہوئی نیچے جاتی ہے۔ ماہین باجی صحن میں ہی پریشان سی بیٹھی ہوتی ہیں۔ (اُس کو اِس طرح سے آتے دیکھتی ہیں تو پوچھتی ہیں)

ماہین باجی: کیا ہوا ہے نیہا؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟

نیہا: (جلدی جلدی سے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے) پلیز باجی میں آپ کو بعد میں بتاتی ہوں۔

(نیہا جلدی سے فون لے کے اوپر چھت کی طرف بھاگتی ہے۔ وہ عازل سے

کہتی ہے)

نیہا: میں یہ سب کچھ امّی اور باجی کو بتانے ہی والی تھی کہ۔۔۔۔۔۔۔

عازل: (اُسے ٹوکتے ہوئے بتانے ہی والی تھی کہ۔۔۔۔۔۔۔ مجھے بھی تم بتانے ہی والی تھی اور اُنہیں بھی۔ یہ بات تو تم تب بتاتی نہ جب وہ سچ میں ماہین باجی کے لیے آیا ہوتا۔

نیہا: (بے بسی سے "نہیں عازل میرا یقین کرو۔ میں بس چاہ رہی تھی کہ وہ کنفرم کر ے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ پھر میں امّی سے بھی بات کر لیتی اور باجی کو بھی منا لیتی لیکن چلو تم خود بات کر لو"۔

(وہ کانپتے ہاتھوں سے فون مِلانے لگتی ہے۔ اُس کا دل عازل کے رویے سے بُری طرح ٹوٹا ہوتا ہے۔فون کی بیل جا رہی ہوتی ہے۔لیکن کوئی بھی کال پک نہیں کرتا۔ وہ دوبارہ کال مِلاتی ہے۔ اب کی بار کوئی اُس کا فون کاٹ دیتا ہے)

(بے بسی سے نیہا کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ عازل اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ خوفزدہ سی ہو کے تیسری بار پھر فون مِلاتی ہے۔دوسری ہی بیل پہ وہ شخص فون اُٹھا لیتا ہے۔اور گہری آواز میں بولتا ہے)

مبشر: کیا ہو گیا ہے نیہا؟ ایک ہی ملاقات میں اتنا اثر کہ تمہارا میرے بغیر دل ہی نہیں لگ رہا۔ کالز پہ کالز کر رہی ہو۔

(نیہا بے یقینی سے فون کی طرف دیکھتے ہوئے نمبر کو غور سے دیکھتی ہے اور پھر اُس سے پوچھتی ہے)

نیہا: آپ مبشر بات کر رہے ہیں نا؟

مبشر: کیا ہو گیا ہے نیہا؟ دن رات بات کرتی ہو اور اب آواز بھی نہیں پہچان پا رہی؟

(نیہا عازل کی طرف دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلاتی ہے۔ عازل خاموشی سے اُسے بس دیکھے جا رہا ہوتا ہے)

نیہا: (غصّے سے چلاتے ہوئے) کیا ہو گیا ہے میں نے آپ سے کب دن رات باتیں کی ہیں؟ میں تو آج پہلی بار ملی ہوں آپ سے۔ اور آپ نے، آپ نے خود ہی تو مجھے کہا تھا کہ آپ ماہین باجی کی بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

مبشر: (گویا مزے لیتے ہوئے کون ماہین باجی؟

نیہا: میری بہن ماہین۔ آپ نے خود ہی تو کہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مبشر: (اِس کی بات کاٹتے ہوئے کیا ہو گیا ہے نیہا؟ اپنی بات کرو یار۔ مجھے تمہاری طلاق یافتہ بہن میں بھلا کیوں انٹرسٹ ہو گا۔ میرے سے اتنے وعدے کرنے کے بعد تم چاہ رہی ہو کہ میں تمہاری اُس طلاق یافتہ بہن سے شادی کر لوں؟

نیہا: (تقریباً چلاتے ہوئے) کیا بکواس ہے یہ۔ کون ہو تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟

(وہ بہتے آنسوؤں سے عازل کی طرف دیکھتی ہے۔ اُسے لگتا ہے جیسے اُس کا دل بند ہو جائے گا۔ اُس کا پورا وجود جیسے کسی زلزلے کی زد میں آ جاتا ہے۔ وہ عازل کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کرتی ہے۔ عازل اُس کا ہاتھ جھٹک کے کہتا ہے)

عازل: ’’بس نیہا بس۔ عازل اب مزید بے وقوف نہیں بن سکتا‘‘۔ (عازل دونوں ہاتھ کھڑے کر کے کہتا ہے)

(نیہا کو سمجھ نہیں آ رہی ہوتی وہ اُسے کیسے سمجھائے۔ وہ عازل کے آگے آ کے

اُسے روکتے ہوئے کہتی ہے)

نیہا: تم بتاؤ عازل میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گی؟ میں اسے نہیں جانتی۔ عازل میرا یقین کرو۔ ساری دنیا مجھے جھوٹا کہہ سکتی ہے مجھ پہ شک کرسکتی ہے لیکن تم کبھی نہیں۔ تم ہی تو کہتے تھے نا عازل--------

(عازل اُسے راستے سے ہٹا کے سیڑھیاں اُترنے لگتا ہے۔ نیہا دیوانوں کی طرح اُس ک پیچھے بھاگتی ہے۔

نیہا کی امّی یہ شورسن کے صحن میں آجاتی ہیں۔ اُنہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا ہوتا کہ وہاں کیا ہورہا ہے۔ وہ نیہا سے پوچھتی ہے)

ممتاز بیگم: کیا ہوا ہے؟ نیہا بیٹا ایسے کیوں رورہی ہو؟ پھر وہ عازل کی طرف دیکھتی ہیں۔ عازل کیا ہوا؟ کہاں جارہے ہو تم؟

عازل کوئی بھی جواب دیئے بغیر گھر سے نکل جاتا ہے۔

(نیہا دروازے کی طرف اشارہ کرکے اپنی امی سے کہتی ہے)

نیہا: امی پلیز عازل کو روکیں۔ پلیز امی عازل کو روک لیں۔ عازل کو غلط فہمی ہوئی ہے میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

(وہ روتے روتے وہیں فرش پہ بیٹھ جاتی ہے۔ ماہین باجی اور نیہا کی امی دونوں اُسے سنبھالنے کی کوشش کرنے لگتی ہیں)

---

(اِزنیٰ اپنے کمرے میں آکے عازل کو کال ملاتی ہے۔ دوبار کال ملانے کے بعد بھی عازل اُس کا فون نہیں اُٹھاتا۔ تو وہ عازل کے آفس کال کرتی ہے۔ وہاں کال کرنے پہ اُسے پتہ چلتا ہے کہ عازل تو میٹنگ کے دوران ہی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اُٹھ کے چلا گیا تھا۔ یہ سُن کے اِزنیٰ

کے چہرے پہ ایک طمانیت بھری مسکراہٹ اُبھرتی ہے یعنی کہ کام ہو گیا یہ سوچ کر وہ پُرسکون سی ہو جاتی ہے۔ اپنے جوتے اُتار کے وہ بیڈ سے ٹیک لگا لیتی ہے۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی ہوتی وہ اپنی خوشی کو اپنی جیت کو کیسے celebrate کرے۔ اُس کا دل کہیں ہواؤں میں اُڑ رہا ہوتا ہے۔ وہ سرشاری سے گنگنانے لگتی ہے۔ اُس کی بند آنکھوں کے پیچھے عازل کا چہرہ اور لبوں پہ ایک مسکراہٹ ہوتی ہے۔ اتنے میں شہناز اُس کے لیے کافی لے کے آ جاتی ہے)

---

(نیہا مسلسل رو رہی ہوتی ہے۔ رو رو کے بُرا حال ہو گیا ہوتا ہے۔ ماہین باجی اُسے پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہتی ہے)

ماہین باجی: نیہا تم نے میرے لیے اتنا بے وقوفانہ قدم کیوں اُٹھالیا۔ میرا گھر جو بسا بھی نہیں تھا اُس کے لیے اپنا گھر خراب کر لیا۔ کم سے کم تم کسی کو اعتماد میں تو لے لیتی۔ امی کو، مجھے یا عازل کو کسی کو تو بتاتی۔ اب پلیز پانی پیو۔ حوصلہ رکھو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس یہ کچھ دن کی ناراضگی ہے عازل ٹھیک ہو جائے گا۔

ممتاز بیگم: ماہین باجی سے پانی کا گلاس پکڑ کر نیہا کو زبردستی دو گھونٹ پلاتے ہوئے کہتی ہیں بیٹا تم نے بہت بڑی بے قوفی کی ہے۔ تمہیں نہیں پتہ کہ مرد کے دل مین اگر شک کا بال آ جائے تو مرتے دم تک اُسے کوئی نہیں نکال سکتا۔ (تم بے فکر رہو میں عازل کی امی سے بات کرتی ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا)

نیہا: (روتے میں فوراً بولتی ہے) نہیں امی آپ کسی سے کوئی بات نہیں کریں گی۔ یہ میرا اور عازل کا مسئلہ ہے اسے ہم خود حل کریں گے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ بات اُن تک بھی پہنچے اور اُن کے ذریعے اس مسئلہ کا حل نکلے۔ میں کسی کا بھی سہارا نہیں لینا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ عازل خود مجھ پہ یقین کرے۔ اور

مجھے اُمید ہے کہ عازل مجھ سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتا۔ میں جانتی ہوں ابھی وہ غصّے میں ہے اور جب اُس کا غصّہ ٹھنڈا ہوگا تو وہ واپس پلٹ آئے گا۔

(وہ آنسو پونچھتے ہوئے یقین سے کہتی ہے)

ماہین باجی: جب تم جانتی ہو کہ یہ عازل کا وقتی غصّہ ہے تو اس قدر پریشان کیوں ہو رہی ہو؟ اور اتنا رو کیوں رہی ہو؟

نیہا: (سسکیاں لیتے ہوئے) میں تو اِس لیے رو رہی ہوں کہ میرے ساتھ یہ ہو کیا گیا ہے۔ اُس نے مجھے خود بلایا تھا میں تو اُسے جانتی بھی نہیں تھی اور جب میں نے اُسے فون کیا عازل کے سامنے تو وہ صاف مُکر گیا۔ وہ تو ایسے بول رہا تھا جیسے نہ جانے ہم دونوں کب سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اور اُس نے ماہین باجی والی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ اُس نے مجھے ہر بات پہ جھوٹا کر دیا۔ مجھے اس بات کا دُکھ ہے کہ عازل میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا۔ میں اُس کے سامنے کس قدر شرمندہ ہوں میں کیا بتاؤں۔ وہ یہ کہہ کہ پھر سے پھُوٹ پھُوٹ کے رونے لگتی ہے۔

(نیہا کی امی کھڑے ہو کے اُسے سینے سے لگاتے ہوئے کہتی ہیں)

ممتاز بیگم: کوئی بات نہیں نیہا جہاں زیادہ محبت اور اعتبار ہو وہاں ایسا ہو جاتا ہے۔ اور تم جانتی تو ہو اس معاشرے کو کیسے مرد کا الزام عورت کے سر پہ ہی ٹھہراتے ہیں۔ پہلے بہلا پھسلا کے ملتے ہیں اور اُس کے بعد ایسے ہو جاتے ہیں۔ جیسے جانتے بھی نہیں ہیں۔ اللہ جانے وہ کون تھا؟ کیا چاہتا تھا؟ اِس سب کے لیے کیا مقصد تھا اُس کا۔ لیکن تم نے کچھ غلط نہیں کیا۔ اللہ تمہارا ساتھ دے گا۔ عازل تمہارے پاس ہی واپس آئے گا اور تم ہی تو کہہ رہی ہو وہ زیادہ دیر تم سے دور

نہیں رہ سکتا۔تو دیکھنا یہ سب جلد ٹھیک ہو جائے گا۔

(ماہین باجی بھی پاس کھڑی اُس کا کندہ تھپتھپاتی ہیں)

-----------------------------------

(عازل اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے۔اُس کا موڈ سخت خراب ہوتا ہے۔دعا اُسے دیکھ کر فوراً سے اُس کے پاس آتی ہے)

دعا: کیسے ہیں بھائی؟ اچھا آپ کو پتہ ہے----------

(عازل اُس کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی اُس کی بات مکمل ہونے کا انتظار کرتا ہے۔وہ سیڑھیاں چڑھ کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔دعا اُس کے پیچھے پیچھے جانے لگتی ہے)

دعا: بھائی بات تو سنیں۔ہوا کیا ہے؟ (عازل کا رویہ اُسے پریشان کر رہا ہوتا ہے)

عازل: (سنجیدگی سے) دعا پلیز اس وقت مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی۔

(یہ کہہ کے پٹاخ سے وہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔دعا حیرت سے بند دروازے کو دیکھتی رہتی ہے۔آج سے پہلے اُس نے عازل کا موڈ کبھی اتنا خراب نہیں دیکھا تھا۔وہ جلدی سے جا کے اپنی ماں کو عازل کے بارے میں بتاتی ہے)

(عازل کمرے میں آ کے اپنا کوٹ اور ٹائی اُتارتا ہے۔اُس کا دل جیسے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا۔اُس کی نیہا بھی اُس کے ساتھ ایسا کر سکتی ہے۔ اتنے میں دروازے پہ دستک ہوتی ہے۔ عازل کی امی دروازہ knock کر رہیں ہوتی ہیں)

عابدہ: عازل بیٹا۔کیا ہوا ہے؟ بات تو سنو۔دروازہ کیوں بند کیا ہوا ہے؟

عازل: (بند کمرے سے ہی آواز دیتا ہے) پلیز امی ابھی مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی۔ آپ لوگ پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔ مجھے تھوڑا وقت اکیلا چھوڑ دیں۔

عابدہ: اچھا بیٹا ٹھیک ہے۔ لیکن جلد آ جانا ہم کھانے پہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

عازل اُن کی بات کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ اُس کے سائیں سائیں ہوتے دماغ میں بس یہی چل رہا ہوتا ہے۔ کہ "کیوں نیہا کیوں میں نے کون سی کمی دی تمہیں محبت میں یا کسی بھی اور چیز میں۔ لیکن نیہا میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ سب سچ کہہ رہی ہو۔ ہوسکتا ہے مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔ لیکن وہ تو اس دن mall میں بھی کسی سے چھپ کے بات کر رہی تھی اگر ایسا تھا تو وہ مجھ سے کیوں چھپا رہی تھی۔ اللہ جانے حقیقت کیا ہے"۔ وہ اپنی کنپٹیوں کو دبانے لگتا ہے۔ اف اللہ میرا سر پھٹ جائے گا یہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ وہ یہ اب کیسے پتہ چلائے کہ نیہا قصوروار ہے یا نہیں اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہوتی۔

(وہ تھک ہار کے وہیں اپنے بیڈ پہ بیٹھ جاتا ہے)

---

(شاہ میر ایک بہت خوبصورت سے ریسٹورنٹ میں داخل ہوتا ہے۔ دور سے ایک لڑکی اُسے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بلاتی ہے۔ شاہ میر مسکراتا ہوا اُس ٹیبل کی طرف بڑھ جاتا ہے)

ماہم: کہاں تھے شاہ میر؟ تمہیں پتہ ہے میں کتنی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ (اسکے لہجے میں ناراضگی اور لاڈ دونوں ہوتے ہیں)

شاہ میر کرسی گھسیٹ کے بیٹھتے ہوئے اُسے پیار بھری نظروں سے دیکھتے

ہوئے کہتا ہے۔

شاہ میر: ہائے ایسے تو مت کہو۔ تم جانتی تو ہو شہر میں ٹریفک کے حالات۔

ماہم: شاہ میر مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔

(شاہ میر (menu) اُٹھاتے ہوئے) تو تم نے ابھی تک کچھ آرڈر کیوں نہیں دیا چلو جلدی سے بتاؤ کیا کھانا ہے۔

(دونوں کھانے کا آرڈر کرتے ہیں۔ شاہ میر گہری نظروں سے ماہم کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ پھر پیار بھرے انداز سے کہتا ہے)

شاہ میر: بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔

ماہم: (چہرے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے) اچھا؟؟؟ کتنی خوبصورت لگ رہی ہوں؟

شاہ میر: اتنی کہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں بس تمہیں دیکھتا رہوں اور پھر تمہیں دیکھ دیکھ کے ہی میرا پیٹ بھر جائے گا تو پھر میں کھانا کیسے کھاؤں گا۔ (وہ اُس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہتا ہے)

ماہم: (ہاتھ سے شاہ میر کے ہاتھ کو پرے کرتے ہوئے) اُف شاہ میر تم کتنا فلرٹ کرتے ہو۔

شاہ میر: ایک تو لڑکیوں کا یہ مسئلہ ہے فلرٹ کرو تو سیریس ہو جاتی ہیں اور جب سیریس ہو جاؤ تو فلرٹ سمجھتی ہیں۔

ماہم: (قہقہہ لگاتے ہوئے) تو تم لڑکوں کی بھی سمجھ نہیں آتی کب فلرٹ کرتے ہو اور کب سیریس ہو جاتے ہو۔

شاہ میر: شاہ میر ٹیبل پہ جھک کے سرگوشی کے انداز میں کہتا ہے۔

سچ کہوں تو اس ٹائم تو بہت سیریس ہوں۔ یقین مانو کھانا کھانے کا تو بالکل بھی

دل نہیں کر رہا۔ دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں لے کے کہیں دور چلا جاؤں۔ جہاں میرے اور تمہارے علاوہ کوئی بھی نہ ہو۔

ماہم: (ہنستے ہوئے) ٹھیک ہے پھر کھانے کے بعد ایسی جگہ چلتے ہیں جہاں تمہارے اور میرے علاوہ کوئی بھی نہ ہو۔

شاہ میر: ٹھیک ہے پھر کھانے کے بعد چلوگی نا؟ (وہ اُس سے جیسے کنفرم کرنا چاہ رہا ہوتا ہے)

ماہم: (سوچتے ہوئے) شاہ میر ویسے میں سوچ رہی تھی کہ کیوں نہ اب ہم شادی کر لیں۔

شاہ میر: (بُرا سا منہ بناتے ہوئے) کم آن یار۔ اِس خوبصورت سے پل کو شادی کا نام لے کے تو برباد نہ کرو۔ اور جب بھی شادی کرنی ہوگی تو تم سے ہی کروں گا۔ میں نے تم سے کہا ہے نہ کہ تم سے میں شادی کروں گا تو بس پھر کرلوں گا۔ ابھی اِس لائف کو تو انجوائے کرنے دو۔ یہ سنگل لائف بار بار نہیں ملتی۔ اب شادی کے ٹاپک پہ بات نہ کرنا۔

ماہم: اچھا اچھا بابا نہیں کرتی۔

(شاہ میر اُس کا ہاتھ تھامتے ہوئے ''آج میں اور تم اور کوئی بھی فضول بات نہیں''۔ شاہ میر رومینٹک ہوتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہتا ہے)

---

(عازل کی امی ڈائننگ ٹیبل پہ کھانے کے برتن رکھ رہی ہوتی ہیں۔ دعا اُن کی مدد کر رہی ہوتی ہیں۔ کھانا لگانے کے بعد وہ دونوں بھی اپنی اپنی کرسی پہ بیٹھ جاتی ہیں عازل کے ابو خاموشی سے اُن

دونوں کو بیٹھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔تو پوچھتے ہیں)

مشتاق صاحب: عازل کی گاڑی تو باہر کھڑی ہے۔لیکن کیا ہوا وہ کھانے پہ کیوں نہیں آیا؟

عابدہ: پتہ نہیں اُسے کیا ہوا ہے؟ بہت پریشان ہے۔جب سے گھر آیا ہے کمرے کا دروازہ بند کر کے بیٹھا ہوا ہے کچھ بتا بھی نہیں رہا۔(وہ بہت زیادہ پریشان ہو رہی ہوتی ہیں)

مشتاق صاحب: اچھا تم پریشان نہیں ہو۔ ہوسکتا ہے آفس کی کوئی پریشانی ہو۔تم کھانا شروع کرو۔وہ جب نارمل ہوگا تو خود ہی بتادے گا۔یہ شکر کرو کے ہے تو گھر پہ ہی نا۔

عابدہ: نہیں میں کیسے کھا سکتی ہوں۔میرا بیٹا اتنا پریشان ہے۔میرے حلق سے نوالہ بھی کیسے اترے گا۔ میں نے تو آفس سے آنے کے بعد اُس کی شکل بھی نہیں دیکھی۔

دعا: جی ابو بھائی کا اتنا خراب موڈ میں نے آج سے پہلے نہیں دیکھا۔

مشتاق صاحب: اچھا پھر جا کے میں پوچھ لیتا ہوں کہ کیا مسئلہ ہوا ہے۔

عابدہ: نہیں آپ کھانا شروع کریں۔میں جا کے پوچھتی ہوں۔

(وہ پھر سے عازل کے کمرے کا دروازہ knock کرتی ہیں۔دوسری دستک پہ ہی عازل دروازہ کھول دیتا ہے۔اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہی ہوتی ہیں)

عابدہ: (پریشان ہوتے ہوئے) وہ اُس کے ماتھے پہ ہاتھ لگاتے ہوئے پوچھتی ہیں۔عازل بیٹا کیا ہوا ہے تمہیں کچھ بتاؤ؟

عازل: کچھ نہیں امی آپ پریشان نہ ہوں۔بس تھوڑی طبیعت خراب ہے۔

عابدہ: تو بیٹا آؤ کھانا کھا کے دوا لے لو۔

عازل: نہیں امی میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔دن میں بس

کافی دیر سے کھایا تھا۔ (وہ اُنھیں تسلی دیتے ہوئے ایسے ہی کہہ دیتا ہے)

عابدہ: ٹھیک ہے بیٹا پھر میں تمہارے لیے ابھی دوائی لے کے آتی ہوں۔ وہ کھا کے بس تم آرام کرو۔

عازل: جی امی ٹھیک ہے۔

---

(اگلے دن عازل آفس جاتا ہے۔ ساری رات جاگنے کی وجہ سے اُس کے سر میں شدید درد ہو رہا ہوتا ہے۔ لیکن وہ مزید گھر رُک کے گھر والوں کے سوالوں کے جواب نہیں دینا چاہتا۔ وہ سوچتا ہے کہ وہ اُنہیں کیا بتائے کہ اُس کے ساتھ نیہا نے کیا کیا ہے؟

آفس پہنچنے کے بعد وہ چائے پی رہا ہوتا ہے کہ اِزنیٰ کی کال آتی ہے وہ اسے سائٹ پہ آنے کو کہتی ہے۔ ویسے بھی عازل کو سائٹ وِزٹ کیے ہوئے دو تین دن گزر گئے ہوتے ہیں۔ وہ سائٹ پہ آنے کی حامی بھر لیتا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ سائٹ پہ پہنچ جاتا ہے۔ اِزنیٰ وہاں پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ عازل کو پہلی نظر میں دیکھتے ہی اُسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اُس کا تیر نشانے پہ لگا ہے۔ وہ عازل سے کام کے بارے مین دو چار باتیں کرتی ہے جن کا جواب عازل بالکل ٹھیک سے نہیں دے پاتا۔ اُس کا دماغ جانے کتنی باتیں سوچ رہا ہوتا ہے۔ اِزنیٰ اُسے دیکھتے ہوئے کہتی ہے)

اِزنیٰ: عازل مجھے آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔

عازل: (کھویا کھویا سا جواب دیتا ہے) ہم مم نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔

(اِزنیٰ جان بوجھکے عازل کو ٹٹولتے ہوئے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: کیا پلان ہے آپ کا؟ سائٹ کے بعد آپ شادی کی شاپنگ کے لیے جائیں گے؟ وہ جیسے جلتی پہ اور آگ لگا دیتی ہے۔

عازل: (اِزنیٰ کی بات جیسے اُس کے دل پہ ضرب لگاتی ہے) وہ بجھے ہوئے دل سے

کہتا ہے "نہیں آج شادی کی شاپنگ سے زیادہ ضروری کام ہیں"۔

اِزنیٰ: تو چلیں پھر کسی اچھی جگہ پہ جا کے لنچ کرتے ہین۔ (وہ جیسے اُس کی حالت کا مزہ لے رہی ہوتی ہے)

عازل: نہیں اِزنیٰ آج میرا کہیں جانے کو دل نہیں کر رہا۔

اِزنیٰ: عازل مجھے لگ رہا ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کو گھر جا کے ریسٹ کرنا چاہئیے۔ (اُسے عازل کا انکار بالکل بھی بُرا نہیں لگا بلکہ اور زیادہ تسکین ملتی ہے)

عازل: (سوچتے ہوئے) ہاں شاید آپ صحیح کر رہی ہیں۔ مجھے بھی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ شاید مجھے گھر جا کے آرام کر لینا چاہیے۔ (وہ بہت ٹھہر ٹھہر کے بول رہا ہوتا ہے)

اِزنیٰ: ہاں بالکل۔ پھر hopefully کل تک آپ کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو ہم باقی کا کام کل کر لیں گے۔

(عازل اُس کی بات سن کے کوئی بھی جواب دیئے بغیر خاموشی سے وہاں سے چلا جاتا ہے)

---

(شہناز اِزنیٰ کے کمرے میں لان سے توڑے ہوئے تازہ پھولوں کا گلدستہ سجا کے رکھتی ہے۔ رنگ برنگی پھولوں کے آنے سے جیسے اُس کا کمرہ مہک جاتا ہے یا پھر اِزنیٰ کو آج یہ پھول اور اُن کے رنگ پہلے سے زیادہ کھلے ہوئے لگ رہے ہوتے ہیں۔ آج اِزنیٰ نے بہت خوبصورت سی سفید رنگ کی فراک پہن رکھی ہوتی ہے۔ سلکی بالوں کو چھوٹے سے کیچر کی مدد سے باندھا ہوتا ہے۔ اُس کے بالوں کی شریر لٹیں اُس کے چہرے پہ آ آ کے اُسے چھیڑ رہیں ہوتی ہیں گویا اُنہیں بھی اِزنیٰ

کے دِل کی خبر ہوگئی ہے۔ کہ وہ آج کتنا خوش ہے۔ وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی گلدستہ اُٹھاتی ہے۔ اُن پھولوں کو گہری سانس لے کے سونگھتی ہے۔ وہ اپنے کمرے میں پڑے قالین پہ بیٹھ جاتی ہے۔ پھولوں کی پتی پتی بکھیر تے ہوئے اُس کی نظروں میں عازل کا چہرہ ہوتا ہے۔ اُف عازل وہ سرشاری سے وہیں قالین پہ لیٹ جاتی ہے۔ پھولوں کی پتیاں اُس کے اِردگرد بکھری پڑی ہوتی ہیں۔ وہ بند آنکھوں سے مسکرا رہی ہوتی ہے۔ خود کو شاباش دیتے ہوئے کہتی ہے۔ "اِزنی واہ تم تو پہلی چال میں ہی جیت گئی۔ عازل کی بجھی بجھی آنکھیں، بجھا لہجہ تو صاف بتا رہا ہے کہ محبت میں گہری چوٹ کھائی ہے۔ اُس کی مسکراہٹ گہری ہو جاتی ہے۔ وہ سوچتی ہے عازل تم تک پہنچنے تک میرے راستہ میں جتنی بھی دیواریں آئیں گی میں سب کو گرا دوں گی۔ وہ پھولوں کی پتی کو مسلتے ہوئے سوچتی ہے۔ تمہیں مجھ تک اور مجھے تم تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک پائے گا۔ عازل تم صرف میرے ہو۔ صرف میرے اور یہ بات بھی تمہیں جلد پتہ چل جائے گی"۔ عازل اور وہ۔ وہ سوچ کے ہی شرمانے لگتی ہے۔ اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھ کے وہ مسکراتی چلی جاتی ہے۔ اُس کا بس نہیں چل رہا ہوتا کہ ہواؤں کے ساتھ اُڑنے لگ جائے سفید فراک میں بکھرے بالوں کے ساتھ، پھولوں کی پتیوں کے بیچ میں لپٹی اِزنی اِس قدر خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے کہ شاید عازل اُسے ایسا دیکھتا تو خود ہی اپنا دل ہار جاتا)

---

(آج اتنے دِنوں کے بعد اِزنی جی بھر کے سوئی تھی۔ ایسی سکون والی نیند اُسے جانے کتنے عرصے بعد میسر ہوئی تھی اور آج ویسے بھی ویک اینڈ تھا۔ وہ وال کلاک پہ ٹائم دیکھتی ہے جو صبح کے گیارہ بجا رہی ہوتی ہے۔ وہ کچھ دیر ایسے ہی بستر پہ پڑے رہنے کے بعد اُٹھ جاتی ہے۔ شاور لے کے وہ اپنی ہلکی بھوری آنکھوں میں کاجل لگاتی ہیں۔ اُس کی آنکھوں کا رنگ اور بھی کِھل کے سامنے آجاتا ہے۔ وہ کاجل بہت کم لگاتی تھی لیکن جب بھی لگاتی اُس میں اور بھی قیامت ڈھاتی تھی۔ ہونٹوں پہ ہلکی گلابی لپ اسٹک لگا کے وہ بس ناشتے کے لیے جانے ہی والی تھی کہ اتنے میں شہناز دروازے

پہ دستک دیتی ہے۔ اِزنیٰ اُسے اندر آنے کی اجازت دیتی ہے۔ شہناز اِزنیٰ کو تیار دیکھ کے حیران ہونے کے ساتھ خوش بھی ہوتی ہے۔ وہ اُسے بتاتی ہے)

شہناز: بی بی جی آپ کو بڑی بی بی بلا رہی ہیں۔

(اِزنیٰ اُسے جانے کا کہہ کے تھوڑی دیر بعد خود بھی عالیہ بیگم کے کمرے کی طرف جاتی ہے۔ عالیہ بیگم اِزنیٰ کو دیکھ کے خوش ہو جاتی ہیں۔ اتنے عرصے کے بعد آج اِزنیٰ کے چہرے پہ بھی خوشی صاف نظر آ رہی ہوتی ہے۔ وہ اِزنیٰ سے کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: اِزنیٰ بیٹا میں سوچ رہی تھی کہ آج تم سکندر بھائی کی طرف ہو آؤ۔ وہ جب سے یہاں سے گئے ہیں اُن کا کوئی فون بھی نہیں آیا۔ کیا جانے کے وہ رشتے کی بات پہ ناراض ہی نہ ہوں۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو اگر آج تم فری ہو تو اُن سے مِل آؤ۔ تم جانتی تو ہو ایک وہی ہمارے خیر خواہ ہیں۔ کتنا خیال رکھا ہے اُنہوں نے ہمارا۔ (وہ اِس بات سے پریشان ہوتی ہیں کہ کہیں اِزنیٰ جانے سے انکار ہی نہ کر دے)۔ اِزنیٰ ایک نظر خاموشی سے اُن پہ ڈالتی ہے۔ اور بغیر کسی بحث کے مان جاتی ہے۔

اِزنیٰ: او کے ماما میں ناشتے کے بعد اُن کی طرف چلی جاتی ہوں۔

(عالیہ بیگم کچھ لمحوں کی لیے حیران رہ جاتی ہیں۔ کہ اِزنیٰ نے اُن کی بات بغیر کسی بحث کے کیسے مان لی)

(کافی پینے کے بعد وہ شہناز سے کہتی ہے کہ کریم بابا سے کہو گاڑی نکالیں اور میرے روم سے میرا بیگ بھی لے آؤ)

-------------------------------------------

(سکندر صاحب اِزنیٰ کو اپنے گھر میں دیکھ کے حیران ہو جاتے ہیں۔ وہ اُسے دیکھ کے فوراً سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

سکندر صاحب: مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آج میری بیٹی آئی ہے۔ (اُن کے لہجے میں اِزنیٰ کے لیے پیار ہی پیار ہوتا ہے)

اِزنیٰ: انکل اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔

سکندر صاحب: ہاں بالکل میں تمہیں شرمندہ ہی تو کر رہا ہوں۔ تمہیں یاد ہے کیسے بچپن میں تم بھاگ بھاگ کے آیا کرتی تھی اور اُس کے بعد تو تم ایسے غائب ہوئی کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ (پیار کے ساتھ ساتھ اُن کے لہجے میں شکوہ بھی تھا)

اِزنیٰ: جی انکل آپ کو تو پتہ ہے پہلے اسٹڈی اور پھر بزنس۔ میں ٹائم ہی نہیں نکال سکی۔

(سکندر صاحب اپنے باقی شکووں کو دل میں ہی دبا کے اُسے کہتے ہیں۔)

سکندر صاحب: اچھا چلو آؤ بیٹھو اور بتاؤ کیا لو گی؟ ناشتہ کیا ہے؟

اِزنیٰ: جی انکل بس ایک کپ کافی۔

(سکندر صاحب ملازم کو آواز دیتے ہیں ملازم کے آنے پہ اُسے کہتے ہیں)

سکندر صاحب: میری بیٹی کے لیے زبردست سی کافی لاؤ اور ہاں ساتھ اسنیکس بھی۔ آخر اتنے سالوں بعد ہمارے گھر آئی ہے۔

اِزنیٰ: (مسکراتے ہوئے) انکل مجھے لگا آپ مجھ سے کچھ ناراض ہیں تو میں خود ہی آ جاتی ہوں۔

سکندر صاحب: ارے نہیں بیٹا ناراضگی کس بات کی۔ میں کوئی زور زبردستی کر تو سکتا نہیں ہوں۔ بس اتنی ریکوسٹ ہے کہ میری بات پہ پھر سے غور کرنا۔

ازنیٰ: (سکندر صاحب کی بات اگنور کرتے ہوئے) میں ہمیشہ آپ کے گھر بابا کے ساتھ آتی تھی۔ (وہ غمزدہ سی مسکرانے لگتی ہے)

سکندر صاحب: ہاں بیٹا بس اُس کے بعد تو جیسے سب کی زندگی ہی بدل گئی اور پھر تم بھی غائب ہوگئی۔

ازنیٰ: انکل شاہ میر کہاں ہے؟

سکندر صاحب: شاہ میر تو اپنے کمرے میں ہے۔ تم جاؤ نہ اُس کے کمرے میں۔ جا کے سرپرائز دو اُسے۔ تم دیکھنا تمہیں دیکھ کے وہ کتنا خوش ہوگا۔

(ازنیٰ شاہ میر کے کمرے کی طرف چلی جاتی ہے۔ وہ اُس کے کمرے کا دروازہ knock کرتی ہے)

شاہ میر: آجاؤ۔ (شاہ میر اپنے ٹیبل پہ کچھ فائلز رکھ کے بیٹھا ہوتا ہے)

(جیسے ہی ازنیٰ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ شاہ میر بے ساختہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اُسے دیکھ کے خود بخود اُس کے منہ سے نکل جاتا ہے)

اُن کو محبت مجھ سے بڑی دیر سے ہوئی
اُن کو خیال میرا بڑی دیر سے آیا

ازنیٰ: (دھیمی سے مسکراہٹ کے ساتھ) کیسے ہو؟

شاہ میر: اُف میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ آج کے دن اتنا بڑا سرپرائز؟ آج سورج کہاں سے نکلا ہے۔

ازنیٰ: کیا ہو گیا ہے۔ سب ایسے ری ایکٹ کیوں کر رہے ہو۔

شاہ میر: ظاہر سی بات ہے تم اتنے ٹائم بعد آئی ہو یہاں۔

ازنیٰ: ہاں گھر کا تو جیسے نقشہ ہی بدل گیا ہے۔

شاہ میر: (اُس کے قریب آتے ہوئے) لیکن تم میرے کمرے کا راستہ نہیں بھولی۔

اِزنیٰ: (دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے) بچپن میں بھی تو یہی کمرہ تھا نہ تمہارا۔

شاہ میر: ہاں کافی اچھی یادداشت ہے تمہاری۔ آؤ نہ بیٹھو ناں۔

اِزنیٰ: نہیں بس میں سکندر انکل کے ساتھ کافی پی کے نکلوں گی۔ مجھے ایک جگہ ضروری کام سے جانا ہے (وہ کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے کہتی ہے)۔

شاہ میر: اِتنے سالوں بعد آئی ہو۔ کچھ دیر تو رکو۔

اِزنیٰ: تو نیچے ہی آ جاؤ۔ وہیں بیٹھتے ہیں (اِزنیٰ اتنا کہہ کے نیچے جانے کو مڑ جاتی ہے)

(شاہ میر فوراً سے اُس کے پیچھے پیچھے نیچے سیڑھیاں اُترنے لگتا ہے)

---

(تبسّم بیگم ملازموں پہ غصّہ ہو رہی ہوتی ہیں کہ تم لوگوں میں سے کوئی بھی ٹھیک سے کام نہیں کرتا۔ وہ گھر کا سامان اُٹھا اُٹھا کے اُنہیں ڈسٹنگ کرنے کا بول رہی ہوتی ہیں۔ اتنے میں طارق صاحب گھر میں داخل ہوتے ہیں)

تبسّم بیگم: آج آپ آفس سے جلدی آ گئے۔ میں آپ کے لیے چائے بنوا دوں؟

طارق صاحب: نہیں میں چائے نہیں پیوں گا۔ کھانا لگوا دو مجھے بھوک لگ رہی ہے۔

تبسّم بیگم: اچھا؟ ٹھیک ہے ویسے میراب اور ہادی دونوں نہیں آئے ابھی تک۔

طارق صاحب: میراب تو یقیناً کسی کام میں بزی ہو گا۔ اور ہادی (اُن کے ماتھے پہ شکن آتی ہے) وہ اپنے کسی دوست کے ساتھ ہی ہو گا۔ اُس کا میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ لیکن میراب تھوڑی دیر میں آ جائے گا۔

تبسّم بیگم: آپ ہادی کی ایک غلطی سے اُس سے اتنے بدگمان ہو گئے ہیں۔ اُس کے

بارے میں نہ اچھا بولتے ہیں اور نہ ہی اچھا سوچتے ہیں۔

طارق صاحب: تو وہ پہلے ایسا کچھ کر کے تو دکھائے۔ اور پھر تمہاری انہیں باتوں کی وجہ سے وہ بگڑتا جا رہا ہے۔ اُس کے کارنامے تو تم دیکھ ہی چکی ہو۔

تبسّم بیگم: سدھر جائے گا طارق صاحب ابھی تو وہ بچہ ہے۔ بس اُس کا دوستوں کے ساتھ پلان تھا تو اُس نے وہ قدم اُٹھا لیا۔ کہہ رہا تھا بابا سے بار بار پیسے لینا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

طارق صاحب: ایسے پیسے مانگنا اچھا نہیں لگ رہا تھا اور یہ کام کرنا اچھا لگ رہا تھا۔ اُسے بولو شام میں آفس آجایا کرے تو پھر اُسے پیسا نگنے نہیں پڑیں گے۔

تبسّم بیگم: ہاں میں نے کافی سمجھایا ہے اُسے آج کے بعد وہ شکایت کا موقع نہیں دے گا۔

(طارق صاحب سر ہلا کے وہاں سے چلے جاتے ہیں)

---

(اِزنیٰ عازل کے ساتھ بہت خوبصورت لان میں بیٹھی ہوتی ہے۔ آس پاس خوبصورت پھول اور ڈوبتا ہوا سورج منظر کو اور بھی خوبصورت بنا رہے ہوتے ہیں۔ عازل اِزنیٰ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: اِزنیٰ آپ بہت حسین ہیں۔ آپ کو پتہ ہے میرا دل کرتا ہے کہ میں بس آپ کو ہی دیکھتا رہوں اور میری زندگی یوں ہی گزر جائے لیکن یہ منظر میری آنکھوں سے دور نہ ہو۔

اِزنیٰ: سچ میں عازل تمہیں یہ منظر اتنا اچھا لگنے لگ گیا ہے؟

عازل: (اِزنیٰ کا ہاتھ تھامتے ہوئے) ہاں اِزنیٰ یہ میری زندگی کا مکمل اور خوبصورت

شاہ میر: (اُس کے قریب آتے ہوئے) لیکن تم میرے کمرے کا راستہ نہیں بھولی۔

اِزنیٰ: (دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے) بچپن میں بھی تو یہی کمرہ تھا نہ تمہارا۔

شاہ میر: ہاں کافی اچھی یادداشت ہے تمہاری۔ آؤ نہ بیٹھو ناں۔

اِزنیٰ: نہیں بس میں سکندر انکل کے ساتھ کافی پی کے نکلوں گی۔ مجھے ایک جگہ ضروری کام سے جانا ہے (وہ کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے کہتی ہے)۔

شاہ میر: اِتنے سالوں بعد آئی ہو۔ کچھ دیر تو رکو۔

اِزنیٰ: تو نیچے ہی آ جاؤ۔ وہیں بیٹھتے ہیں (اِزنیٰ اتنا کہہ کے نیچے جانے کو مڑ جاتی ہے)

(شاہ میر فوراً سے اُس کے پیچھے پیچھے نیچے سیڑھیاں اُترنے لگتا ہے)

---

(تبسّم بیگم ملازموں پہ غصّہ ہو رہی ہوتی ہیں کہ تم لوگوں میں سے کوئی بھی ٹھیک سے کام نہیں کرتا۔ وہ گھر کا سامان اُٹھا اُٹھا کے اُنہیں ڈسٹنگ کرنے کا بول رہی ہوتی ہیں۔ اتنے میں طارق صاحب گھر میں داخل ہوتے ہیں)

تبسّم بیگم: آج آپ آفس سے جلدی آ گئے۔ میں آپ کے لیے چائے بنوا دوں؟

طارق صاحب: نہیں میں چائے نہیں پیوں گا۔ کھانا لگوا دو مجھے بھوک لگ رہی ہے۔

تبسّم بیگم: اچھا؟ ٹھیک ہے ویسے میراب اور ہادی دونوں نہیں آئے ابھی تک۔

طارق صاحب: میراب تو یقیناً کسی کام میں بزی ہوگا۔ اور ہادی (اُن کے ماتھے پہ شکن آتی ہے) وہ اپنے کسی دوست کے ساتھ ہی ہوگا۔ اُس کا میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ لیکن میراب تھوڑی دیر میں آ جائے گا۔

تبسّم بیگم: آپ ہادی کی ایک غلطی سے اُس سے اتنے بدگمان ہو گئے ہیں۔ اُس کے

بارے میں نہ اچھا بولتے ہیں اور نہ ہی اچھا سوچتے ہیں۔

طارق صاحب: تو وہ پہلے ایسا کچھ کر کے تو دکھائے۔ اور پھر تمہاری انہیں باتوں کی وجہ سے وہ بگڑتا جا رہا ہے۔ اُس کے کارنامے تو تو تم دیکھ ہی چکی ہو۔

تبسّم بیگم: سدھر جائے گا طارق صاحب ابھی تو وہ بچہ ہے۔ بس اُس کا دوستوں کے ساتھ پلان تھا تو اُس نے وہ قدم اُٹھالیا۔ کہہ رہا تھا بابا سے بار بار پیسے لینا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

طارق صاحب: ایسے پیسے مانگنا اچھا نہیں لگ رہا تھا اور یہ کام کرنا اچھا لگ رہا تھا۔ اُسے بولو شام میں آفس آجایا کرے تو پھر اُسے پیسا مانگنے کی نہیں پڑیں گے۔

تبسّم بیگم: ہاں میں نے کافی سمجھایا ہے اُسے آج کے بعد وہ شکایت کا موقع نہیں دے گا۔

(طارق صاحب سر ہلا کے وہاں سے چلے جاتے ہیں)

---

(اِزنیٰ عازل کے ساتھ بہت خوبصورت لان میں بیٹھی ہوتی ہے۔ آس پاس خوبصورت پھول اور ڈوبتا ہوا سورج منظر کو اور بھی خوبصورت بنا رہے ہوتے ہیں۔ عازل اِزنیٰ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: اِزنیٰ آپ بہت حسین ہیں۔ آپ کو پتہ ہے میرا دل کرتا ہے کہ میں بس آپ کو ہی دیکھتا رہوں اور میری زندگی یوں ہی گزر جائے لیکن یہ منظر میری آنکھوں سے دور نہ ہو۔

اِزنیٰ: سچ میں عازل تمہیں یہ منظر اتنا اچھا لگنے لگ گیا ہے؟

عازل: (اِزنیٰ کا ہاتھ تھامتے ہوئے) ہاں اِزنیٰ یہ میری زندگی کا مکمل اور خوبصورت

ترین منظر ہے۔ ازنیٰ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ نیہا نے بھی مجھ سے بے وفائی کی اب پلیز تم نہ کرنا۔ مجھے کبھی مت چھوڑ کے جانا ازنیٰ۔ کبھی بھی نہیں نہیں تو میں برداشت نہیں کر پاؤں گا۔

ازنیٰ: (اُس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے) میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑ کے جاؤں گی عازل۔ کبھی بھی نہیں۔

(اِزنیٰ بند آنکھوں سے مسلسل بڑبڑا رہی ہوتی ہے اور الارم کی آواز سے جیسے یکدم اُس کی آنکھ کھلتی ہے۔ وہ ہوش کی دنیا میں واپس آتی ہے۔ گھڑی صبح کے آٹھ بجا رہی ہوتی ہے۔ اِزنیٰ کو حقیقت کی دُنیا میں آنے میں چند لمحے ہی لگتے ہیں۔ وہ الارم بند کرتی ہے۔ وہ پھر سے تکیے پہ گر جاتی ہے۔ اور سوچتی ہے۔ اُف اتنا حسین خواب۔ اور سچ مین کچھ خواب اتنے خوبصورت ہوتے ہیں کہ دِل کرتا ہے کہ بس آنکھیں بند کیے اُنہیں دیکھتا ہی جائے۔ اور کبھی ہوش میں نہ آئے)

---

(عازل آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا ہوتا ہے کہ اتنے میں اُس کی امی کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ وہ عازل کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھتی ہیں)

عابدہ: بیٹا تمہاری نیہا سے بات ہو رہی ہے؟ کہاں ہے وہ؟ کل بھی جب میں نے اُسے فون کیا تو اُس کا نمبر بند جا رہا تھا۔ تو سوچا تم سے پوچھ لوں۔

عازل: (اُنہیں ٹالنے کے انداز میں) امی آج کل کام کی اتنی مصروفیات ہیں کہ مجھے خود ٹائم نہیں مِل رہا اُس سے بات کرنے کا۔

عابدہ: تمہیں نیہا سے بات کرنے کا وقت نہیں مِل رہا (وہ حقیقتاً بہت حیران ہوتی

ہیں)

عازل: جی امی میں آج کل بس کام پہ فوکس کر رہا ہوں۔

عابدہ: وہ تو ٹھیک ہے بیٹا لیکن اُسے بھی تو تھوڑا ٹائم دو۔ شاید اُسے بھی اِسی بات کا غصہ ہو گا۔ عازل بیٹا دو، تین ماہ میں تم دونوں کی شادی ہے (وہ جیسے اُسے یاد کروا رہی ہوتی ہیں)

عازل: امی میں چاہتا ہوں کہ شادی کچھ ٹائم کے لیے postpone کر دیں۔ (وہ اُن سے نظریں نہیں ملا رہا ہوتا)

عابدہ: (حیرت سے) یہ تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔ تمہاری شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ بلکہ تقریباً ہو چکی ہیں۔ اور یہ مزید لیٹ کرنے کی بات تمہارے دماغ میں کہاں سے آ گئی؟

عازل: تو کوئی بات نہیں امی وہ سب بعد میں بھی تو استعمال ہو سکتا ہے نا۔ اُن چیزوں کی کوئی expiry ڈیٹ تو نہیں ہے نا۔

عابدہ: لیکن بیٹا مجھے وجہ بھی تو بتاؤ (وہ مسلسل حیران ہو رہی ہوتی ہیں)

عازل: (اُنہیں کندھوں سے تھامتے ہوئے) امی جی کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں بس اِن پراجیکٹس کو ٹائم دینا چاہتا ہوں۔ آپ کو پتہ ہے اتنی بڑی کمپنیوں کے کام ہیں۔ کروڑوں کی بات ہے۔ پھر سب سے بڑی بات میرا کیرئیر بس ابھی شروع ہوا ہے۔ اور میں شادی پہ وقت برباد کر دوں۔

عابدہ: عازل کام تو ہوتے رہیں گے بیٹا۔ اور تمہیں تو خود شادی کی اتنی جلدی تھی بلکہ تم تو اُس کے بھائی کے آنے کا بھی wait نہیں کرنا چاہ رہے تھے۔ اب کیا مسئلہ ہے؟

عازل: کوئی مسئلہ نہیں ہے امی۔ میں ابھی آفس کے لیے لیٹ ہو رہا ہوں۔ شام کو ملتے ہیں۔ اللہ حافظ۔ (وہ جلدی جلدی کہتا ہوا کمرے سے نکل جاتا ہے)

---

(اِزنیٰ آفس میں آتے ہی اپنے سٹاف میں سے اسرار صاحب کو آفس بلاتی ہے)

(اسرار جب آفس میں داخل ہوتا ہے تو اِزنیٰ جلدی جلدی کاغذوں کا ایک پلندہ فائل میں رکھتے ہوئے اُس کو پکڑاتی ہے اور کہتی ہے)

اِزنیٰ: یہ سارا estimate پیپر ورک کے ساتھ مجھے کل ہی complete کر دیں۔ بلکہ کل تک نہیں آج شام تک۔ مجھے کل یہ میٹنگ میں لے کے جانا ہے۔

(اسرار اتنی موٹی فائل کو دیکھ کے حیران رہ جاتا ہے اور ڈرتے ڈرتے اُس سے کہتا ہے)

اسرار: میڈم آج کے دن؟ لیکن اس سے پہلے تو آپ دو تین دن کا ٹائم دیتی تھیں۔ کیونکہ کام کافی حساب کتاب کا ہے تو پورے دھیان سے کرنا پڑتا ہے۔

اِزنیٰ: (لاپرواہی سے) جی میں آپ کو کل یہ فائل دینا بھول گئی تھی۔

اسرار: (ان دیکھا پسینہ صاف کرتے ہوئے) میڈم آج تو میں نے Half leave اپلائی کی تھی مجھے اپنی امی کو چیک اپ کے لیے لے کے جانا ہے۔ کافی مشکل سے appointment ملی ہے۔

اِزنیٰ: (غصہ کو ضبط کرتے ہوئے) اسرار صاحب میں نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔ آپ آج یہ کام ختم کر کے جائیں گے اور اگر نہیں کر کے گئے تو اپنا Termination letter لے کے جائیں گے۔ understood؟؟

(وہ اُسے دیکھتے ہوئے پوچھتی ہے)

اسرار: (اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے) او کے میڈم۔ (وہ خاموشی سے فائل لے کے آفس سے چلا جاتا ہے۔ اور سوچتا ہے نہ جانے یہ کس قسم کی عورت ہے جسے کسی کی بھی مجبوری سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا۔ اور انکار تو جیسے اِسے برداشت ہی نہیں ہے) وہ فائل اپنے ٹیبل پہ پٹختے ہوئے کرسی پہ بیٹھ جاتا ہے)

---

(عالیہ بیگم اُٹھنے کی ناکام کوشش میں ہی تھک کے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا لیتی ہیں۔ بار بار اُٹھنے کی کوشش کرنے سے ہی اُن کا وجود کانپنے لگتا ہے۔ وہ سوچنے لگتی ہیں کہ میں کتنی مجبور، بے بس اور محتاج ہوگئی ہوں۔ جانے زندگی کہاں گزار دی نہ اپنی بیٹی کو وقت دے سکی اور نہ ہی گھر سنبھالا۔ اور آج دیکھو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بالکل تنہا ہوں۔ بس نوکروں کے سر پہ اُن کی محتاج۔ وہ سوچتی ہیں کاش اُن کا بھی کوئی اپنا ہوتا کوئی اپنا بہن بھائی۔ اور شہباز، شہباز کا بھی تو بس ایک ہی بھائی تھا۔ کاش وہی ہمارے ساتھ ہوتے۔ ہمارا کوئی تو اپنا ہوتا۔ یہ سوچتے سوچتے وہ اپنے ماضی کی دنیا میں چلی جاتی ہیں۔ جب وہ اور شہباز گھر واپس آتے ہیں۔ وہ سوچتی چلی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔)

(عالیہ بیگم اور شہباز دونوں اپنے گھر لوٹتے ہیں۔ عالیہ بیگم بہت خوبصورت لگ رہی ہوتی ہیں۔ اور شہباز بھی کسی ہیرو سے کم نہیں لگ رہے ہوتے۔ وہ دونوں جیسے ہی گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ تو طارق بھائی گرجدار آواز میں بولتے ہیں)

طارق صاحب: وہیں رُک جاؤ۔ اندر مت آنا۔

شہباز: (حیرت سے) کیوں بھائی؟ کیا ہوگیا ہے؟ میں نے ایسا بھی کیا کر دیا ہے؟

طارق صاحب: (عالیہ بیگم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ کیا ہے تم نے۔ اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔

شہباز: تو بھائی میں نے نکاح کیا ہے۔کوئی گناہ تو نہیں کیا۔

طارق صاحب: ہاں بالکل لیکن تم نے ایک ایسی عورت سے شادی کی ہے۔جس کا ہمارے ساتھ کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔نہ خاندان کا اور نہ۔۔۔۔۔۔۔(وہ بولتے بولتے رُک جاتے ہیں)اور آج اگر ابّا زندہ ہوتے تو شہباز تو تمہارا خون پی جاتے۔ابّا کو نیچ ذات کے لوگوں سے سخت نفرت تھی۔

شہباز: اور کاش اگر امّاں زندہ ہوتیں تو ایسا کچھ بھی نہ ہوتا۔وہ میری خوشی میں خوش ہوتیں۔

طارق صاحب: ہاں تو وہ دونوں زندہ نہیں ہیں۔اس لئے تم لوگ یہاں نہیں رہ سکتے۔چلے جاؤ یہاں سے۔(وہ اُسے حکم دیتے ہوئے کہتے ہیں)

شہباز: ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں۔آپ میرا حصّہ مجھے دے دیں۔

طارق صاحب: بس تم یہاں سے چلے جاؤ۔میں تمہارا حصّہ تمہیں پہنچا دوں گا۔

اُن دونوں کی بحث میں تبسّم بیگم (میراب کو اُٹھائے ہوئے جو کہ اُس وقت ۲ سال کا ہوتا ہے) آہستگی سے عالیہ کے پاس آتی ہیں اور اُسے سر سے لے کے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہتی ہیں۔"کیا فائدہ ہوا تمہیں! اِن امیرزادوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا تمہاری جیسی تو یہ روز نکاح کر کے چھوڑ سکتے ہیں"

(عالیہ بیگم سناٹے میں آجاتی ہیں)

---

(عازل اور ازنیٰ سائٹ وزٹ سے فارغ ہوتے ہیں تو شام ڈھل چکی ہوتی ہے۔ازنیٰ عازل سے کہتی ہے)

ازنیٰ: کیا خیال ہے عازل ڈنر کے لیے چلیں۔

عازل: (چونکہ خود کو مصروف رکھ کے نیہا کی یادوں سے دور بھاگنا چاہ رہا ہوتا ہے خاموشی سے مان جاتا ہے) ٹھیک ہے چلتے ہیں۔

اِزنیٰ: تو پھر آج آپ بتائیں آپ کا فیورٹ ریسٹورنٹ کون سا ہے؟

عازل: نہیں آج تو آپ کی پسند کی جگہ پہ آپ کی پسند کا کھانا کھاتے ہیں۔

اِزنیٰ: ٹھیک ہے پھر کل آپ کے فیورٹ ریسٹورنٹ پہ چلیں گے۔

عازل: (مسکراتے ہوئے) ٹھیک ہے۔

(اِزنیٰ عازل کے ساتھ ایک چائینز ریسٹورنٹ پہ جاتی ہے۔اور اپنی پسند کا آرڈر دینے کے بعد عازل کو دیکھنے لگتی ہے۔)

عازل: (اپنا موبائل فون ٹیبل پہ رکھتے ہوئے) کیا دیکھ رہی ہیں۔

اِزنیٰ: آپ کو پتہ ہے آپ دنیا کے پہلے شخص ہیں جس کے ساتھ میری اچھی bounding ہونے لگی ہے۔اور مجھے لگتا ہے کہ یہ اچھی ہی رہے گی۔

عازل: پھر تو اس کا مطلب ہے کہ میں کافی lucky ہوں۔

اِزنیٰ: ہاں بے شک lucky تو آپ ہیں۔

(عازل اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیتا اور خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے۔اداسی اُس کی آنکھوں سے چھلک رہی ہوتی ہے۔اِزنیٰ اُس سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: عازل کوئی بات ہے کیا؟ میں کافی دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں کہ آپ کچھ پریشان ہیں۔

عازل: (زبردستی مسکراتے ہوئے) نہیں ایسا بالکل نہیں ہے۔کوئی پریشانی نہیں ہے سب ٹھیک ہے۔

ازنی: (عائل کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے) اگر کوئی بھی پریشانی ہوئی مجھے ضرور بتانا میں آپ کی ساری پریشانی دور کر دوں گی۔

عائل: (حیران اور پریشان ہوتے ہوئے ازنی کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ الگ کرتا ہے) ایسی کوئی بات نہیں ہے ازنی۔ اور آپ نے تو پہلے ہی میری ساری پریشانیاں دور کر دی ہیں۔

ازنی: any thing for you (اتنے میں ویٹر کھانا سرو کرنے لگتا ہے)

---

(شاہ میر ایک نائٹ کلب میں بیٹھا ڈرنک کر رہا ہوتا ہے۔ اِتنے میں ایک خوبصورت نازک سی لڑکی اُس کی طرف آتی ہے۔ اور شاہ میر کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے کہتی ہے)

ماہ نور: hey handsome کہاں کھوئے ہوئے ہو۔ آؤ نہ اڈانس کرتے ہیں ساتھ میں۔

شاہ میر: نہیں یار میرا کوئی موڈ نہیں ہے کسی بھی چیز کا۔ (وہ بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہتا ہے)

ماہ نور: کیا ہو گیا ہے شاہ میر تمہیں۔ آج کل تم بہت بجھے بجھے رہتے ہو۔ وہ والا تو charm تم میں ختم ہی ہو گیا ہے۔ جیسے پہلے اتنے energetic تھے۔ ہر بات کو فوراً سے مان جاتے تھے۔ (وہ آنکھ مارتے ہوئے کہتی ہے)

شاہ میر: (ایک اور گھونٹ بھرتے ہوئے) بس اب میں تھک گیا ہوں اِس زندگی سے بھی۔ اپنی زندگی میں اب سکون چاہتا ہوں ایک فیملی چاہتا ہوں اُن کی محبت چاہتا ہوں (وہ ایک نقطے پہ نظر جمائے بولتا چلا جا رہا ہوتا ہے)

ماہ نور: اچھا اگر تم فیملی چاہتے ہو تو کرو نہ یار۔ تم سے تو کوئی بھی لڑکی شادی کرنے کے لیے

تیار ہو جائے۔ ایک تو تم اتنے گڈ لکنگ ہو اور پھر کیا نہیں ہے تمہارے پاس۔ اگر تم کہو تو میں بھی مان جاؤں (وہ اُس کے قریب ہوتے ہوئے کہتی ہے)

شاہ میر: وہ نہیں ہو گی نہ (وہ سرد آہ بھرتا ہے)

ماہ نور: وہ کون؟ کون نہیں ہو گی؟ کس کی بات کر رہے ہو۔

شاہ میر: کچھ نہیں کسی کی بات نہیں کر رہا۔ اچھا تم جاؤ میں آتا ہوں۔

ماہ نور: او کے ہینڈسم جلدی آنا۔

(اُس کے جانے کے بعد شاہ میر پھر سے گھونٹ بھرنے لگتا ہے۔ اُسے اِزنیٰ کی آنکھیں، بولتے لب، دھیمی مسکراہٹ، سب ایسے دکھائی دے رہے ہوتے ہیں جیسے وہ اُس کے سامنے کھڑی ہو۔ وہ جیسے اُس کے تصور میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ وہ سوچتا ہے۔ ''اِزنیٰ تم مجھے مزید پاگل کرتی جا رہی ہو۔ میں جتنا بھی تمہارے پیچھے بھاگ رہا ہوں اُتنا ہی تمہارے لیے دیوانہ ہو رہا ہوں۔ بس تم ایک دفعہ میری ہو جاؤ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ کبھی کسی لڑکی کی طرف نہیں دیکھوں گا۔ اِزنیٰ میں تمہیں کیسے بتاؤں میں تم سے شدید محبت کرتا ہوں۔ تمہیں میری بے بسی کا عالم تو معلوم ہی نہیں ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم مجھے اپنے بس میں کر لو اِزنیٰ'' ۔ وہ اداسی سے گھونٹ پہ گھونٹ بھرنے لگ جاتا ہے۔

---

(طارق صاحب بیڈ پہ آنکھیں موندے پڑے ہوتے ہیں۔ اتنے میں تبسم بیگم کمرے میں داخل ہوتی ہیں۔ اور اُنہیں دیکھ کے پوچھتی ہیں)

تبسّم بیگم: کیا ہوا ہے؟ آج آپ آفس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

طارق صاحب: نہیں تبسم۔ آج مجھے اپنی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔ سر میں بہت عجیب سا درد رہنے لگ گیا ہے۔

تبسم بیگم: (پریشان ہوتے ہوئے اُن کا ماتھا دیکھتی ہے) کیا ہو گیا ہے؟ بخار تو نہیں لگ

رہا۔

طارق صاحب: دو تین دنوں سے ہلکا ہلکا درد تھا لیکن اب بڑھتا جا رہا ہے۔

تبسّم بیگم: اچھا آپ ناشتے کے بعد یہ میڈیسن لے لیں۔ (وہ سائیڈ ٹیبل کی دراز سے کچھ گولیاں نکالتے ہوئے کہتی ہیں) اور پھر میراب کے ساتھ کسی اچھے ڈاکٹر کو جا کے دکھا دیں۔

طارق صاحب: نہیں نہیں ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس یہ میڈیسن لے لوں گا۔

تبسّم بیگم: (پاس بیٹھتے ہوئے) آپ شاید ہادی کی بہت ٹینشن لے رہے ہیں۔ بچہ ہے وہ۔ اِس عمر میں اکثر بچے ایسی غلطیاں کر لیتے ہیں۔

طارق صاحب: (سر دباتے ہوئے) تبسّم مین فی الحال اُس کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔

تبسّم بیگم: اچھا میں آپ کے لیے ناشتہ بھجواتی ہوں۔ آپ پلیز پریشان نہ ہوں۔ بس rest کریں۔ یہ کہہ کے وہ جلدی سے باہر کی طرف جاتی ہیں۔

---

(ازنیٰ اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ پہ بیٹھی نئے پرجیکٹس کے 3D ماڈلز چیک کر رہی ہوتی ہے۔ وہ انٹر کام پہ شہناز کو کافی لانے کا بولتی ہے۔ اور لیپ ٹاپ ایک طرف رکھ کے جیسے ہی سر کاؤچ کی پشت پہ لگاتی ہے۔ چھن سے عازل کی شکل اُس کے سامنے آ جاتی ہے۔ وہ مسکرانے لگتی ہے۔ اداس اداس سا عازل بھی اُسے بہت اچھا لگ رہا ہوتا ہے۔ بھلا کسی نے ایسی اداس آنکھیں بھی دیکھی ہوں گی۔ جن میں ڈوب جانے کا دل کر رہا ہو۔ وہ سوچتی ہے کہ عازل میں تمہیں پھر سے زندہ کر دوں گی اپنے پیار سے تمہارے اندر زندگی کی وہ روح پھونکوں گی جو تمہیں ہر اندھیرے سے باہر

نکال دے گی۔ اُسے جیسے اپنی محبت پہ بہت مان تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا وہ تو اِزنیٰ شہباز تھی۔ ایک مکمل اِزنیٰ شہباز۔ جو سرتاپیر حسن کا پیکر تو تھی ہی لیکن اُس کا انداز بھی تو سب سے منفرد تھا۔ وہ جب ہنستی تھی تو جیسے پریاں اپنی چھنکار بجا رہی ہوں اور جب روتی تو سمندر بھی اُس کے سامنے پھیکے پڑ جاتے تو عازل کون تھا؟ ایک آدم زاد۔ بھلا وہ کیسے اُس کے سحر سے بچ نکلتا۔ وہ مسکراتے ہوئے خود کلامی کرتی ہے۔ ''عازل میں تمہیں اپنے سحر میں جکڑ لوں گی''۔ ساتھ ہی دروازے پہ دستک ہوتی ہے۔ اور شہناز اُس کے لیے کافی لے کے آتی ہے۔ وہ گھڑی پہ وقت دیکھتی ہے رات کے دس بج رہے ہوتے ہیں۔ اُسے جیسے یاد آتا ہے)

اِزنیٰ: ماما سوگئی ہیں (وہ شہناز سے پوچھتی ہے)

شہناز: جی بی بی جی وہ کب سے سو چکی ہیں۔

اِزنیٰ: اُن کی appointment کب ہے؟

شہناز؛ بی بی جی ابھی پرسوں ہی تو ڈاکٹر صاحب اُنھیں چیک کر کے گئے ہیں۔

اِزنیٰ: شہناز ماما کا بہت خیال رکھا کرو۔

(شہناز کو اِزنیٰ کی دماغی حالت پہ شک ہوتا ہے۔ اُس نے تو عرصہ ہوا بی بی جی کی حالت کے بارے میں پوچھنا چھوڑ دیا تھا)

---

(اِزنیٰ آفس جانے کے لیے پورے دل سے تیار ہوتی ہے۔ گولڈن براؤن ڈریس میں اُس کا وجود جیسے چاند بن کر چمک رہا ہوتا ہے۔ وہ کانوں میں بلیک کلر کے چھوٹے چھوٹے ٹاپس پہنتی ہے اور ہونٹوں پہ میرون لپ اسٹک لگانے کے بعد وہ خود کو قد آور آئینے میں دیکھتی ہے تو پُرسکون سی ہوجاتی ہے۔ بلاشبہ وہ اِس وقت کسی کا بھی ایمان ڈگمگا سکتی ہے)

(کریم بابا کے ساتھ آفس جاتے ہوئے وہ ایک فلاور شاپ پہ رکتی ہے۔ بہت خوبصورت سے بکے بنواتی ہے اور کریم بابا سے کہتی ہے کہ گاڑی عازل کے آفس کی طرف لے جائیں)

(عازل کا آفس اِزنیٰ کے آفس جتنا شاندار تو نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی ہر سہولت سے آراستہ ہوتا ہے۔ وہ اندر داخل ہو کے Receptionist سے عازل کا پوچھتی ہے)

Receptionist: (اُس کے وجود سے آتے مہنگے پرفیوم کی خوشبو سے مرعوب ہوتے ہوئے) میڈم سر تو میٹنگ روم میں ہیں۔ آپ تھوڑا سا wait کر لیں وہ بس آتے ہی ہوں گے۔

اِزنیٰ: (Receptionist کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھتی ہے)( میٹنگ روم کس طرف ہے؟

Receptionist اُسے اشارے سے بتاتے ہوئے۔ ''میڈم اُس طرف left side پہ''

(اِزنیٰ عازل کے میٹنگ روم میں داخل ہوتی ہے۔ عازل اپنی ٹیم کے ساتھ کسی پراجیکٹ کے بارے میں بات کر رہا ہوتا ہے۔ اِزنیٰ کو دیکھ کے وہ بے ساختہ کھڑا ہو جاتا ہے)

عازل: اِزنیٰ آپ یہاں۔ What a good surprise

اِزنیٰ: (مسکراتے ہوئے) ہاں میں نے سوچا آج آپ کے آفس کا بھی وزٹ کر لیا جائے۔ by the way یہ آپ کے لیے (وہ گلدستہ اُسے تھماتے ہوئے کہتی ہے)

عازل: (پھول لیتے ہوئے) لیکن اس کی ضرورت نہیں تھی۔

اِزنیٰ: کیسے نہیں تھی۔ آج پہلی بار آپ کے آفس آئی ہوں۔ اتنا کہہ کے وہ وہیں اُس

کے سٹاف کے ساتھ بیٹھ جاتی ہے۔(عازل میٹنگ میں مصروف ہوتا ہے اور اِزنیٰ اُس کو مسلسل دیکھنے میں۔میٹنگ ختم ہونے کے بعد سارا اسٹاف روم سے باہر چلا جاتا ہے)

عازل: اِزنیٰ آئیں میرے آفس میں۔آپ کو آج اپنے آفس کی زبردست کافی پلاتا ہوں۔آخر آپ پہلی بار آئی ہیں۔

اِزنیٰ: پھر آپ مجھے صرف کافی پہ نہیں ٹرخا سکتے۔اس خوشی میں تو لنچ بنتا ہے۔

عازل؛(پورے دل سے ہنستے ہوئے) کیوں نہیں اِزنیٰ چلیں لنچ کے لیے چلتے ہیں۔

(اِزنیٰ اور عازل دونوں ساتھ میں میٹنگ روم سے نکلتے ہیں۔عازل کا سارا سٹاف اِزنیٰ کی خوبصورتی کو دیکھ کے گویا بُت بنا ہوتا ہے۔اور آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگتا ہے۔سب اِزنیٰ کی تعریف کرتے ہیں تو کوئی کہتا ہے ''صرف اِزنیٰ ہی خوبصورت نہیں ہے عازل سر کو بھی تو دیکھو دونوں ایک ساتھ کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔دونوں کی جوڑی تو بہت کمال کی لگ رہی ہے''۔ اور کوئی جلن کے مارے کہتا ہے'' کہ کیا پتہ دونوں کے بیچ میں کیا چل رہا ہے۔ اِزنیٰ عازل سر پہ ایسے ہی تو اتنا مہربان نہیں ہو رہی۔کوئی تو بات ہے'' گویا جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔لیکن ضروری نہیں کہ لوگوں کی کہی ہوئی بات ہمیشہ غلط ہو اُن میں کوئی نہ کوئی سچائی تو چھپی ہوتی ہے)

---

(تبسّم بیگم میراب کے کمرے میں آتی ہیں۔وہ فائلز کے ڈھیر سے جیسے کوئی فائل ڈھونڈ رہا ہوتا ہے)

تبسّم بیگم: میراب بیٹا بزی تو نہیں ہو؟

میراب: نہیں ماما۔آپ آئیں کیا بات ہے۔

تبسم بیگم: (پریشان لہجے میں) بیٹا کچھ دنوں سے تمہارے بابا کے سر میں شدید درد ہے۔ میں تو کافی بار کہہ چکی ہوں کہ کسی ڈاکٹر کو دکھا دیں لیکن وہ میری بات مان ہی نہیں رہے۔

میراب: ماما آپ پریشان نہیں ہوں میں بابا کو اچھے ڈاکٹر کو دِکھا دوں گا۔

تبسم بیگم: ہاں بیٹا ایسا کرنا اُن کے ٹیسٹ بھی کروا لینا۔ پتہ نہیں کیسا سر درد ہے جو جا ہی نہیں رہا۔ایک تو ہادی کی پریشانی ہے اوپر سے تمہارے بابا کی تکلیف۔ میں تو الجھ کے رہ گئی ہوں۔

میراب: ہادی کی اس حرکت کو پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر آپ دونوں اُسے معاف کر دیں۔

تبسم بیگم: بیٹا تم ہادی کو اب آہستہ آہستہ بزنس میں engage کرو۔ ہمیں اب اُسے مزید ٹائم نہیں دینا چاہیئے۔

میراب: ٹھیک ہے ماما سب ٹھیک ہو جائے گا آپ پلیز پریشان نہ ہوں۔

---

(اِزنیٰ اور عازل اپنے آفس کے کیفے ٹیریا میں بیٹھے کسی فائل پہ discussion کر رہے ہوتے ہیں۔بات ختم کرنے کے بعد اِزنیٰ کافی آرڈر کرتی ہے اور عازل سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: عازل آج کل آپ شادی کی شاپنگ کے لیے نہیں جا رہے۔

عازل: جی بس شادی کچھ ٹائم کے لیے delay کی ہے۔

(اِزنیٰ اُس کی بات سن کر بمشکل اپنی خوشی پہ قابو پاتی ہے۔اور پھر سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: کیا؟

عازل: ہاں میں نے سوچا پہلے یہ پراجیکٹس complete کرلوں اور پھر شادی۔

اِزنیٰ: ہاں ٹھیک سوچا۔شادی کا کیا ہے وہ تو کسی بھی عمر میں کی جاسکتی ہے ابھی تو آپ کا کیریئر سٹارٹ ہوا ہے۔ میں بھی ویسے بزنس کو زیادہ prefer کرتی ہوں۔آپ کو بھی یہی کرنا چاہیئے۔

عازل: ہممممم۔۔۔۔۔۔

اِزنیٰ: عازل آج آپ میرے ساتھ beach پہ چلیں گے۔کافی عرصہ ہوا میں گئی ہی نہیں۔

عازل: وہ کیوں؟ کیوں نہیں گئیں آپ۔(وہ سرسری سا پوچھتا ہے)

اِزنیٰ: اپنے مزاج کا کبھی کوئی ملا ہی نہیں۔

(عازل ہنستے ہوئے اِزنیٰ کو دیکھنے لگتا ہے۔اور اپنے دل میں جاگتی ہوئی نیہا کی یاد کو فوراً سلا دیتا ہے)

---

(میراب آفس پہنچ کر اپنی ای میلز چیک کر رہا ہوتا ہے۔اُس کے سٹاف میں سے کچھ دِن پہلے ہی دو لوگ جاب چھوڑ کے جاچکے ہوتے ہیں۔جن کی جگہ پہ کل ہی نیو سٹاف appoint ہوا ہوتا ہے۔ساری میل چیک کرنے کے بعد میراب اپنے مینیجر کو نئے سٹاف کو باری باری اپنے آفس میں بھیجنے کو کہتا ہے۔وہ چاہتا ہے کہ وہ بھی اُن سے سرسری سی ملاقات کرلے۔اپنی سٹرونگ HR کی ٹیم پہ بھروسے کے باوجود میراب کا یہی اصول رہا ہے کہ وہ نئے آنے والے سٹاف کو welcome کے ساتھ ساتھ پرکھنا بھی چاہتا ہے کہ وہ کس calibre کے لوگ ہیں۔

سب سے پہلے مزمل آفس میں آتا ہے۔وہ اس فیلڈ میں بالکل فریش ہوتا ہے۔لیکن میراب کو اُس

سے مِل کے اچھا لگتا ہے کیونکہ اُسکے ideas کافی یونیک ہوتے ہیں۔ مزمل کے جانے کے بعد عیشاء آفس میں داخل ہوتی ہے۔ سمارٹ سی سٹائلش سی عیشاء ٹو پیس میں بہت اچھی لگ رہی ہوتی ہے۔ میراب اُسے سر سے پاؤں تک دیکھتا ہے۔ شولڈر کٹ میں بڑی بڑی آنکھوں والی عیشاء اُسے پہلی نظر میں ہی بھاتی ہے۔ میراب اُس سے ضروری سوالات پوچھنے کے بعد اُسے کریدنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ اُس سے پوچھتا ہے)

میراب: ویسے آپ کی فیملی میں کون کون ہے؟

عیشاء: بس میں اور میری مدر (mother)۔ پاپا کے انتقال کے بعد اُن کی طبیعت بھی کچھ زیادہ ٹھیک نہیں رہتی۔

میراب: اوہ تو آپ رہتی کہاں ہیں؟

عیشاء: سر میں اقبال ٹاؤن سے آتی ہوں۔ (وہ شہر کے درمیانے سے علاقے کا نام لیتی ہے)۔

میراب: آپ کا پہلا experiance تو چھوٹی سی کمپنی کا ہے۔ تو کیا ہماری کمپنی کے ساتھ کام کرنا آسان ہوگا آپ کے لیے؟

عیشاء: جی سر میں Hardwork پہ believe کرتی ہوں۔ آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔

(یہ کہہ کے عیشاء تھوڑا سا مسکراتی ہے۔ اُس کے گال پہ نمودار ہوتا ڈمپل میراب کو مزید سوالات کرنے سے روک دیتا ہے)

---

(عابدہ بیگم کچھ سوچنے کے بعد ممتاز کو کال ملاتی ہیں)

عابدہ: السلام علیکم۔ کیسی ہیں آپ؟

ممتاز: جی وعلیکم السلام۔ اللہ کا شکر آپ بتائیں کیسی ہیں؟ مشتاق بھائی کیسے ہیں؟

عابدہ: وہ بھی ٹھیک ہیں۔ نوید بھائی کا سنائیں اُن کی طبیعت کیسی ہے؟

ممتاز: بس وہ تو آپ کو پتہ ہی ہے دوائیوں پہ ہی ہیں۔

عابدہ: اللہ پاک اُنہیں ہمت دے۔ اتنے دن ہو گئے ہماری بات بھی نہیں ہوئی۔ تو میں نے سوچا فون کر کے خیریت معلوم کرلوں۔ کیونکہ نیہا کا نمبر بھی کافی دِنوں سے بند جا رہا ہے۔

ممتاز: ہاں نیہا کا فون تھوڑا خراب ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ اپنے ماموں کی طرف بھی گئی ہوئی ہے۔

عابدہ: اچھا اچھا۔ وہاں سب ٹھیک ہے؟

ممتاز: جی عابدہ بہن۔ بس لڑکیوں کا یہی ہوتا ہے شادی سے پہلے رہ آئیں مِل لیں سب سے۔ پھر شادی کے بعد اپنے گھر کی مصروفیت۔

عابدہ: چلیں ٹھیک ہے اُس سے کہنا مجھ سے رابطہ کرے۔

ممتاز: ٹھیک ہے جیسے ہی اُس کا فون ٹھیک ہو گا وہ آپ سے ضرور رابطہ کرے گی۔ (وہ جیسے اُنہیں ٹالنا چاہ رہی ہوں

---

(اِزنیٰ اپنے لان میں ٹہل رہی ہوتی ہے۔ اُس کی اور عازل کی ملاقات تو پہلے بھی ہوتی رہتی تھی۔ لیکن اب کی ملاقاتوں میں عازل بھی اُس سے بزنس کے علاوہ کافی باتیں کرنے لگ گیا تھا۔ اور اِن ملاقاتوں میں نیہا یا اُن دونوں کی شادی کا دور دور تک کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا۔ یعنی کہ اِزنیٰ نیہا اور عازل کے بیچ میں دوریاں پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ وہ ٹہلتے ہوئے بس یہی سوچ رہی ہوتی ہے کہ اب اُسے عازل کو صرف اپنی طرف متوجہ کرنا ہے۔ اپنے حُسن کے جادو سے اور

اپنی بے پناہ محبت سے۔ کیونکہ عازل تو صرف ازنیٰ کے لیے اس دُنیا میں آیا تھا۔کوئی لڑکی بھلا سوچ بھی کیسے سکتی ہے۔ وہ ٹہلتے ٹہلتے جانے کیا کیا سوچے جا رہی ہوتی ہے)

---

(شاہ میر اور سکندر صاحب ڈنر کر رہے ہوتے ہیں۔ کھانے کے دوران سکندر صاحب شاہ میر سے کہتے ہیں)

سکندر صاحب: بیٹا مجھے بزنس میٹنگ کے لیے سنگاپور جانا ہے۔

شاہ میر: (کھانے سے ہاتھ روکتے ہوئے) کون سی میٹنگ بابا؟ آپ کہتے ہیں تو میں چلا جاتا ہوں۔

سکندر صاحب: نہیں بیٹا وہ میرے پرانے کلائینٹ ہین۔اُن سے میری اچھی انڈرسٹینڈنگ ہے تو اُمید ہے سب اچھا رہے گا۔تم بس میرے جانے کے بعد آفس کا خیال رکھنا۔

شاہ میر: ٹھیک ہے بابا آپ بالکل پریشان نہ ہو۔میں سب سنبھال لوں گا۔

سکندر صاحب: شاہ میر بیٹا میں تمہیں اب لاسٹ چانس دے رہا ہوں۔ اِزنیٰ اگر مان جاتی ہے تو ظاہر ہے یہ تو بہت زیادہ اچھا ہو جائے گا اگر وہ نہیں مانتی تو تم کسی بھی اور لڑکی کو اپنے لیے پسند کر لینا میں تمہاری اُس سے شادی کروادوں گا۔ اور اگر تمہاری نظر میں کوئی اور لڑکی نہیں ہے تو پھر میں اپنی مرضی سے تمہاری شادی کروادوں گا۔ اور تم جانتے تو ہو میرے جو دوست ہیں جاوید صاحب۔اُن کی بیٹی بھی USA سے پڑھائی مکمل کر کے آ گئی ہے۔ اُس فیملی کو بھی تم جانتے ہو اچھے لوگ ہیں۔ اُن کی بیٹی بھی ماشاءاللہ کافی خوبصورت ہے۔تم مل لو اُس سے۔کیا پتہ تمہاری اُس سے اچھی understanding ہو

جائے۔

شاہ میر: پلیز بابا۔شادی کے لیے مجھ سے کسی لڑکی کا ذکر نہ کیا کریں۔اگر ایسے ہی فرینڈ شپ کرنی ہے تو اُس کے لیے میں ریڈی ہوں۔ (وہ اُنھیں آنکھ مارتے ہوئے کہتا ہے)۔

سکندر صاحب: (سنجیدگی سے) شاہ میر اب اپنی زندگی کو لے کے سیریس ہو جاؤ۔

شاہ میر: بابا میں اب سیریس ہو گیا ہوں۔ میں خود اب اپنی زندگی سے بور ہو گیا ہوں۔

اچھا آپ آرام سے جائیں مجھے اُمید ہے آپ کے واپس آنے تک میں اِزنیٰ کو منا لوں گا۔(وہ پورے یقین سے کہتا ہے۔

(سکندر صاحب چند لمحوں اُسے خاموشی سے دیکھتے رہتے ہیں اور پھر کھانا کھانے لگتے ہیں)

---

(عازل اور اِزنیٰ اب زیادہ وقت ایک ساتھ گزارنے لگتے ہیں۔ بزنس میٹنگز اور سائٹ وزٹ کے علاوہ بھی کبھی لنچ اور کبھی ڈنر ایک ساتھ کرنے لگتے ہیں۔ دونوں میں تھوڑی سی بے تکلفی بھی ہونے لگتی ہے۔ایک دن لنچ کے بعد عازل اِزنیٰ سے کہتا ہے)

عازل: اِزنیٰ آپ کو میرے ساتھ beach پہ جانا تھا نا۔تو ایسا کرتے ہیں آج ہی چلتے ہیں۔آج شام کو کام بھی کچھ زیادہ نہیں ہے۔

اِزنیٰ: (خوش ہوتے ہوئے) ہاں ٹھیک ہے۔ویسے بھی beach پہ sunset دیکھنا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

اِزنیٰ شام ڈھلنے سے پہلے ہی عازل کے ساتھ سمندر کنارے پہنچ جاتی ہے۔ سکائی بلیو کلر کی لانگ شرٹ کے ساتھ اُس نے بلیو جینز پہن رکھی ہوتی ہے۔

گلے میں بلیو کلر کا چھوٹا سا اسکارف اُس کی گردن کے گرد جھول رہا ہوتا ہے۔ کالے سلکی بالوں کی لٹیں ہوا کی وجہ سے اُس کے چہرے کو بار بار چھو رہی ہوتی ہیں۔ اس ڈھلتی ہوئی شام میں اِزنیٰ کا حسن اور بھی نکھر ہوا لگ رہا ہوتا ہے۔ پانی میں جانے سے پہلے وہ اپنی جینز کو پیروں سے فولڈ کرتی ہوئی ٹخنوں سے اوپر چڑھا دیتی ہے۔ نرم گیلی ریت پہ اُس کے اور عازل کے پیرون کے نشان اپنا عکس چھوڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ جنہیں سمندر کی لہریں آ آ کے مٹا رہی ہوتی ہیں۔

اِزنیٰ: (اُس پل کو اپنے اندر سمیٹتے ہوئے) عازل آپ کو پتہ ہے میں نہ جانے کتنے عرصے بعد یہاں آئی ہوں جب کہ یہ جگہ ہمیشہ سے میری بہت پسندیدہ رہی ہے۔

عازل: پھر تو اچھی بات ہے نہ کہ میں آپ کو آج یہاں لے آیا ہوں۔

اِزنیٰ: ہاں عازل Thank you تم نے پھر سے مجھے زندہ کر دیا۔ (عازل چونک کر اُسے دیکھتا ہے۔ آپ سے تم تک سفر اُن دونوں کے بیچ کب طے ہوا پتہ بھی نہیں چلا)

عازل: (مسکراتے ہوئے) میں نے آپ کو کیسے زندہ کر دیا؟

اِزنیٰ: (آسمان پہ پھیلی ہوئی سورج کی کرنوں کو دیکھتے ہوئے) ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ کوئی special ہوتا ہے۔ اور مجھے لگتا ہے کہ میری زندگی میں تم ہو وہ انسان جس کی کوئی بھی بات میں ٹال نہیں سکتی۔

عازل اور اِزنیٰ دونوں ساتھ میں برابر چل رہے ہوتے ہین۔ اِزنیٰ فوراً سے عازل کے سامنے آتی ہے۔ اور اُلٹے پیروں چلنے لگتی ہے۔ اُسے آج کے

خوبصورت پل میں عازل کو بس اپنی آنکھوں میں قید کر لینا ہے۔ عازل بھی اپنے قدم نہیں روکتا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے ساحل کی گیلی ریت پہ چلتے جارہے ہوتے ہیں۔

عازل: کیا سچ میں ایسا ہے تو پھر تو میں بہت lucky ہوں۔ ویسے ہر انسان کا دوسرے انسان سے کوئی نہ کوئی تعلق تو ہوتا ہی ہے نا؟ تو آپ کا مجھ سے ایسا کیا رشتہ ہے؟

(اِزنیٰ اپنے دونوں ہاتھ کمر پہ باندھے ہوئے الٹے پیروں چلی جارہی ہوتی ہے۔ عازل کی بات سن کے مسکرانے لگتی ہے)

اِزنیٰ: عازل آپ کا اور میرا رشتہ بالکل ایسے ہے جیسے ریت اور ہوا کا۔

عازل: (سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے ماتھے پہ بل لے آتا ہے) ریت اور ہوا کا؟

اِزنیٰ: ''ہاں جیسے ہوا کے آتے ہی ریت خوشی سے اُڑنے لگتی ہے''

عازل: (مسکرانے لگتا ہے) ویسے آپ کی باتیں مجھے سمجھ میں نہیں آتیں۔

اِزنیٰ: (رُک کے عازل کو دیکھنے لگتی ہے) عازل جس دن آپ کو میری باتیں سمجھ میں آنے لگ جائیں گی نا اُس دن آپ میرے دیوانے ہو جائیں گے۔

عازل: ویسے فین تو میں آپ کا تب سے ہوں جب آپ کو پہلی بار ایوارڈ شو میں دیکھا تھا۔

اِزنیٰ: دیکھا اُس دن آپ میرے فین ہوئے تھے تو آہستہ آہستہ میرے دیوانے بھی ہو جائیں گے۔

(عازل اُس کی بات سُن کے اُسے دیکھتا رہ جاتا ہے)

---

(میراب ہادی کے کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ ہادی اُسے دیکھ کے فون سائیڈ پہ رکھ کے فوراً سے اُٹھ بیٹھتا ہے)

ہادی: بھائی آپ؟ آئیں بیٹھیں۔ میں بس ڈنر کے لیے نیچے آ ہی رہا تھا۔

میراب: (اُس کے پاس بیٹھتے ہوئے) ٹھیک ہے آ جاؤ۔ لیکن مجھے تم سے کچھ بات کرنی تھی۔

ہادی: جی بھائی بولیں کیا بات ہے؟ (اُس کے لہجے میں اُکتاہٹ ہوتی ہے)۔

میراب: ایک تو اس بیزاری کے ساتھ سب گھر والوں کو جواب نہ دیا کرو۔ تمہاری وجہ سے بابا بہت بیمار رہنے لگ گئے ہیں۔ (میراب اُسے ڈانٹتے ہوئے کہتا ہے)

ہادی: (آنکھیں گھماتا ہوا) اچھا بھائی آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں ساری جائیداد ہی جا کے بیچ آیا ہوں اور ہم روڈ پہ آ گئے ہیں۔

میراب: ہادی کس قسم کی باتیں کرتے ہو تم۔ اللہ نہ کرے کبھی ایسا ہو۔

ہادی: آپ سب مجھے ٹریٹ بھی تو ایسے ہی کر رہے ہیں۔

میراب: ابھی تم جب نیچے کھانے پہ آؤ تو بابا کے ساتھ کوئی بحث نہ کرنا۔ بابا کے سر میں شدید درد رہنے لگ گیا ہے تو بہتر یہی ہے کہ بابا جو بھی کہیں تو سر جھکا کے بس Ok کہہ دینا۔

ہادی: ٹھیک ہے بھائی۔ اس گھر میں تو سارے ہی غلام ہیں۔

میراب: (اُس کی سوچ پہ افسوس کرتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے) غلام نہیں ہیں اُن کی عزت کرتے ہین۔ تو بہتر یہی ہے کہ تم بھی وہی کرو۔ اور اب یہ تمہارا Semester ختم ہو تو میرے ساتھ آفس جوائن کرو۔

ہادی: لیکن کیسے بھائی۔ ابھی تو میرے دو سمسٹر باقی ہیں۔

میراب: میں جانتا ہوں لیکن یونیورسٹی کے بعد تم میرے ساتھ آفس میں ہوا کرو گے۔ I think this is enough. (وہ جیسے اپنی بات ختم کرتا ہے)

اب نیچے آؤ ڈنر کے لیے میں بھی جا رہا ہوں۔ میراب کے جانے کے بعد ہادی بڑ بڑانے لگتا ہے۔

ہادی: آ جاؤ کھانے پہ۔ بھوک ہی ختم کر دی ہے۔ ایک تو اس گھر میں جس کو دیکھو مجھے ہی لیکچر دے رہا ہوتا ہے۔ گھر نہ ہوا جیسے جیل ہو گئی ہونہہ۔

---

(اِزنیٰ اور عازل سمندر کے کنارے ہی بیٹھ جاتے ہیں۔ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد جیسے آسمان پہ سناٹا سا ہو گیا ہوتا ہے۔ دونوں خاموشی سے لہروں کا شور سن رہے تھے۔ لہروں کو غور سے دیکھتے ہوئے اِزنیٰ کہتی ہے)

اِزنیٰ: مجھے یہ لہریں بہت پسند ہیں۔ کیسے ساحل تک آنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر اُس سے ٹکرا کے واپس چلی جاتی ہیں۔ ویسے عازل (وہ فوراً عازل کی طرف پلٹتی ہے) تمہیں پتہ ہے سمندر کتنا گہرا ہوتا ہے۔

عازل: (سوچتے ہوئے) نہیں لیکن یہ پتہ ہے اِس کی گہرائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

اِزنیٰ: (عازل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے) عازل میری آنکھوں میں دیکھو اِن کی گہرائی کا بھی کوئی اندازہ نہیں ہے۔ یہ بھی سمندر جتنی گہری ہیں۔

عازل: (اِزنیٰ کے لہجے کو اگنور کرتے ہوئے) اچھا آپ ایک اچھی فلاسفر بھی ہیں؟ مجھے تو لگتا تھا آپ اچھی بزنس وومن ہیں۔

اِزنیٰ: ہاں میں اچھی فلاسفر بھی ہوں اور ایک اچھی لائف پارٹنر بھی بن سکتی ہوں۔

عازل: اِزنیٰ کی باتوں میں چھپے مطلب کو جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ اور خاموش رہتا ہے۔

ازنیٰ: عازل دیکھو سورج اپنی ساری روشنی سمیٹ کے ڈوب گیا۔ میں جب بھی sunset دیکھتی ہوں تو سوچتی ہوں کہ دنیا میں سب فانی ہے۔ سب چیزوں کا ڈوبنا ہی مقدر ہے۔ چاہے وہ کتنے ہی روشن کیوں نہ ہوں۔ جیسے بابا کا اس دنیا سے چلے جانا حالانکہ اُن کے ہونے سے ہی ہماری دنیا روشن تھی۔ اُن کے جانے کے بعد ماما کا اسطرح ٹوٹ کے بکھر جانا۔ عازل اس دنیا میں سب ہمیشہ کے لیے کیوں نہیں ہوتا۔ سب ختم کیوں ہو جاتا ہے (اِزنیٰ کے بولنے سے اُس کے اندر کے غم کا اندازہ با آسانی لگایا جا سکتا تھا)۔

عازل: (حوصلہ دینے والے انداز میں) اِزنیٰ یہ تو اس کائنات کا نظام ہے۔ کوئی بھی چیز ہمیشہ کے لیے نہیں رہے گی سوائے اللہ کی ذات کے۔

(اِزنیٰ اداسی سے اپنا سر عازل کے کندھے پہ رکھ دیتی ہے۔ عازل کا کندھا میسر آنے سے جیسے اِزنیٰ کو سکون مل جاتا ہے۔ وہ ایک گہری سانس لے کے آنکھیں بند کر لیتی ہے)

(عازل اُس کی اس حرکت سے حیران ہو جاتا ہے۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہتا ہے)

عازل: ازنیٰ میرے خیال سے اب ہمیں چلنا چاہیئے۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔

وہ اُٹھنا چاہ رہا ہوتا ہے کہ اِزنیٰ اُسے بازو سے تھام لیتی ہے۔ اور اُس کے کندھے سے سر ہٹائے بغیر آنکھیں موندے کہتی ہے۔ ”کچھ دیر ایسے ہی بیٹھے رہو۔ مجھے لگ رہا ہے جیسے مجھ میں کس نے نئی روح پھونک دی ہے اور

میں پھر سے زندہ ہو گئی ہوں۔"

(عازل وہیں رُک جاتا ہے اور اُس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگتا ہے۔ ازنٰی کے چہرے پہ تو اداسی بھی بہت خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے)

---

(شہناز عالیہ بیگم کے کمرے کا دروازہ knock کرتی ہے)

عالیہ بیگم: آجاؤ۔

شہناز: بی بی جی شاہ میر صاحب آئے ہیں۔

عالیہ بیگم: (سُنتے ہی خوش ہو جاتی ہے) شاہ میر آیا ہے۔ کہاں ہے وہ؟ تم نے اُسے ڈرائینگ روم میں بٹھایا ہے نا؟ (عالیہ بیگم خود سے اُٹھنے کی کوشش کرنے لگتی ہیں)

شہناز: بی بی جی وہ ڈرائینگ روم میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

(شہناز فوراً سے آگے بڑھ کے اُنہیں سہارا دیتی ہے۔ اور آرام آرام سے اُنہیں ڈرائینگ روم تک لے کے جاتی ہے۔ شاہ میر عالیہ بیگم کو دیکھتے ہی کھڑا ہو جاتا ہے)

شاہ میر: السلام علیکم آنٹی۔ کیسی ہیں آپ؟ I am so sorry میں نے آپ کو تکلیف دی۔

عالیہ بیگم: (صوفے پہ بیٹھتے ہوئے) کیا ہو گیا ہے بیٹا؟ کیسی باتیں کر رہے ہو یہ تمہارا اپنا ہی تو گھر ہے۔ ایک تو اتنے عرصے بعد مجھے اپنی شکل دکھا رہے ہو۔ اور پھر آنے کی معذرت بھی کر رہے ہو۔

شاہ میر: (اُن کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھ جاتا ہے) نہیں نہیں آنٹی معذرت تو میں اسی لیے کر رہا ہوں کہ کافی عرصے بعد آیا ہوں۔ بہت بار دل بھی چاہا لیکن ٹائم

ہی نہیں مل سکا۔ پھر ازنیٰ سے جب بھی پوچھا تو وہ بھی کہیں نہ کہیں بزی ہوتی تھی۔ تو میں چاہ رہا تھا کہ اُس کے ہوتے ہوئے ہی آؤں۔

عالیہ بیگم: لیکن بیٹا وہ تو آج کے دن بھی گھر نہیں ہے۔

شاہ میر: کیوں آنٹی کہاں گئی ہے؟ میں نے کار پورچ میں اُس کی گاڑی نہیں دیکھی تو مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ گھر نہیں ہے۔

عالیہ بیگم: مجھے خود نہیں پتا کہ وہ کہاں گئی ہے۔ وہ مجھے کہاں بتاتی ہے۔ تمہیں پتہ ہے کہ ہمارے آپس کے تعلقات کیسے ہیں۔ (وہ اداس سی ہو جاتی ہیں)

شاہ میر: اچھا آنٹی آپ پریشان نہیں ہوں۔ کسی کام سے ہی گئی ہو گی۔

عالیہ بیگم: اچھا بیٹا کیا لو گے؟ چائے، کافی یا کھانا کھاؤ گے؟

شاہ میر: کچھ بھی نہیں آنٹی میں ڈنر کر کے آیا ہوں۔ (عالیہ بیگم پھر بھی شہناز سے کافی لانے کو کہتی ہیں)

شاہ میر: آنٹی مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔

عالیہ بیگم: ہاں بیٹا۔ بولو کیا بات ہے؟

شاہ میر: آنٹی آپ ہی اِزنیٰ سے بات کریں۔ اُسے کہیں ناں کہ بابا کی بات مان لیں جو request آپ سے بابا نے کی تھی میں بھی وہی درخواست لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔

عالیہ بیگم: ہاں بیٹا میں تمہاری اور سکندر بھائی کی خواہش کو جانتی ہوں۔ لیکن پتہ نہیں کیوں وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ اُسے تو خوش ہونا چاہیئے کہ وہ ایسے گھر میں جائے گی جہاں اُسے باپ کا پیار بھی ملے گا جس کے لیے وہ ہمیشہ ترسی ہے۔

شاہ میر: آنٹی وہ کوئی بات سننے یا سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہے۔ میں کچھ بھی کہوں وہ اُسے

اگنور کر دیتی ہے۔

عالیہ بیگم: میں نے اُس دن اِسی لیے تم لوگوں کے گھر بھیجا تھا کہ آنا جانا کرے گی یا گھلے ملے گی تو اُس کے دل پہ پڑی برف پگھل جائے گی۔

شاہ میر: آنٹی میں اپنی ساری کوششیں کر چکا ہوں۔ اب چاہتا ہوں کہ آپ اُس سے بات کریں۔ اتنے میں شہناز کافی لے کے آجاتی ہے۔

عالیہ بیگم: تم پریشان نہ ہو۔ میں بھی اُس سے بات کروں گی۔ لیکن تم جانتے تو ہو اُس کے سامنے میری بات کی کیا حیثیت ہے۔ (وہ پریشان سی ہو جاتی ہیں) شاہ میر اُن کی بات سن کے سوچ میں پڑ جاتا ہے۔

---

(نیہا کی آنکھ ایک دم سے کھلتی ہے۔ اُسے کوئی بے چینی سی ہو رہی ہوتی ہے۔ اور چین کی نیند سوئے تو اُسے اب کافی دِن ہو گئے تھے۔ وہ اُٹھ کے پانی کا گلاس بھرتی ہے اور دیوار پہ لگی گھڑی کی طرف دیکھتی ہے۔ رات کا ایک بج رہا ہوتا ہے۔ وہ پانی پینے کے بعد اُٹھ کے الماری سے اپنا موبائل فون نکالتی ہے۔ اُس کا دل کہہ رہا ہوتا ہے کہ عازل بھی اُسے یاد کر رہا ہے وہ بھی اُس کی طرح ہی بے چین ہے۔ ایک اُمید سے وہ اپنا فون آن کرتی ہے۔ تھوڑی دیر انتظار کرتی ہے کہ شاید عازل کے میسجز کی notification آ جائے۔ پھر وہ فون کے messages چیک کرتی ہے۔ عازل کا کوئی میسج نہیں آیا ہوتا۔ اُس کی اُمید ابھی بھی نہیں ٹوٹتی وہ واٹس ایپ پہ عازل کی chat اوپن کرتی ہے۔ عازل کا آخری میسج missing you کا آیا ہوتا ہے اور اُس کے ساتھ اُس نے سرخ رنگ کے دِل بھی بھیجے ہوتے ہیں۔ یہ میسج بھی تو عازل نے اُس دِن کیا تھا جب وہ اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مارنے اُس لڑکے سے ملنے گئی تھی۔ اُس کے بعد سب کتنا بدل گیا۔ عازل نے اِن دس دنوں میں ایک دِن بھی اُس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اور وہ بھی اتنی بے بس تھی کہ خود کو بے گناہ

ثابت کرنے کے لیے اُس کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں تھا۔ وہ نم آنکھوں سے عازل کے واٹس ایپ پہ لگی تصویر کو zoom کر کے دیکھتی ہے۔ اتنا اپنا لگنے والا شخص کیسے ایک پل میں اُسے بیگانہ کر گیا تھا۔ آنسو اُس کے گالوں پہ بہنے لگتے ہیں۔ اُس کا عازل ایسا تو نہیں تھا۔ یا اُس کی محبت بھی اتنی سستی تو نہیں تھی جس کو بھلانے کے لیے عازل کو بس ایک پل کی ضرورت تھی۔ وہ اپنا فون آف کر کے پھر سے الماری میں رکھ دیتی ہے۔ اور پھر سے تکیے پہ سر رکھ دیتی ہے۔ آنسو اُس کی آنکھوں سے نکل نکل کے کنپٹیوں سے ہوتے ہوئے اُس کے تکیے کو بھگو رہے ہوتے ہیں۔ عازل کیوں؟ کیوں عازل وہ سوچتے سوچتے بُری طرح رونے لگتی ہے۔ ایک بار بس ایک بار تو وہ اُس پہ یقین کرتا۔ محبت کی پہلی سیڑھی تو اعتبار کی ہوتی ہے اور عازل اُس پہلی سیڑھی سے ہی واپس پلٹ گیا تھا)

---

(عازل آج کافی دیر بعد گھر لوٹتا ہے۔ اِزنیٰ کے ساتھ beach پہ کافی وقت گزارنے کے بعد وہ اُس کے فیورٹ ریسٹورنٹ سے ڈنر کرتے ہیں اور پھر اپنے گھر کو لوٹ جاتے ہین۔ رات کے بارہ بج رہے ہوتے ہیں۔ اتنی اچھی شام گزارنے کے بعد بھی عازل کے اندر نہ جانے کیوں ایک خالی پن سا ہوتا ہے۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا ہوتا کہ اُس کا دِل اتنا اُداس کیوں ہے۔ وہ مرے ہوئے قدموں سے کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ سب گھر والے شاید سو چکے ہوتے ہیں۔ اپنا کوٹ اُتار کے کمرے میں پڑی کُرسی پہ پھینک دیتا ہے۔ اُس کا دل بہت بے چین ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ جوتے اُتار کے بیڈ سے ٹیک لگا کے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ ایک دم سے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کے لیٹے ہوئے نیہا اُس کے سامنے آجاتی ہے۔ اُسے وہ وقت یاد آتا ہے جب وہ نیہا کو لے کے ایک تاریخی مقام پہ گیا ہوتا ہے۔ وہاں کی عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہوتی ہیں لیکن پھر بھی لوگ اُنہیں دیکھنے دور دور سے آئے ہوتے ہیں۔ وہ نیہا کی تصاویر بنا رہا ہوتا ہے۔ اور جیسے جیسے پوز بتاتا ہے نیہا بغیر کسی اعتراض کے وہ پوز بنانے لگ جاتی ہے۔ عازل کو اس کی معصومیت پہ ہنسی آرہی ہوتی ہے۔ لیکن وہ اپنی ہنسی پہ قابو پائے اُس کی تصویریں بناتا رہتا ہے۔ پھر بالآخر وہ ایک قہقہہ لگا کے

ہنسنے لگتا ہے۔ پوز بناتی نیہا confuse ہو کے رُک کے اُسے دیکھنے لگتی ہے)

نیہا: کیا ہوا عازل ایسے کیوں ہنس رہے ہو؟

عازل: کتنی پاگل ہو تم۔ میں جو بھی اوٹ پٹانگ پوز بتا رہا ہوں تم ویسے ہی بنائی جا رہی ہو۔ کچھ عقل نہیں ہے تم میں؟ (وہ پھر سے ہنسنے لگ جاتا ہے)

(عمارت میں لگے pillar کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے) تمہیں پتہ ہے عازل محبت میں انسان محبوب کے ہاتھوں کٹھ پتلی ہوتا ہے۔ جیسے وہ کہتا ہے اُسے ویسے ہی کرنا پڑتا ہے۔

(فون جیب میں رکھتے ہوئے اُس کے سامنے والے pillar کے ساتھ ٹیک لگائے دونوں ہاتھ باندھ کے اُسے دیکھتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: اچھا جی؟ ایسے ہوتا ہے؟

نیہا: لیکن عازل تمہیں پتہ ہے میں اس بات سے بھی ڈرتی ہوں کہ کہیں تم اس کٹھ پتلی کو اپنے پاؤں تلے روند نہ دو۔ (نیہا کے چہرے پہ ڈر کے سائے ہوتے ہیں)

عازل: (حیرت سے) کیسی باتیں سوچتی ہو تم نیہا میں تمہیں روندنے کا کیا کھونے کا بھی سوچ نہیں سکتا۔ تم میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہو۔

(عازل آنکھیں کھول کے ایک سرد آہ بھرتا ہے اور اپنا فون اُٹھاتا ہے۔ اُس کے ہاتھ نیہا کا نمبر ملاتے رک جاتے ہیں۔ وہ سوچتا ہیے کہ ایک میسج ایک کال بھی نیہا نے اُسے نہیں کی۔ ٹھیک ہے اُس وقت بہت غصے میں تھا۔ میرا اعتبار ٹوٹا تھا لیکن نیہا نے کیا کیا۔ ایک بار بھی اُسے منانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ فون سائیڈ پہ رکھ کے پھر سے بیڈ سے ٹیک لگا لیتا ہے۔ اُس کے

چہرے پہ افسردہ سی ہنسی ہوتی ہے۔ کتنے نازک دھاگے کی طرح تھی اُن دونوں کی محبت۔ دونوں نے ہی اپنا اپنا سرا چھوڑ دیا تھا۔ وہ سوچتے سوچتے پھر سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ ایک دم سے اِزنیٰ کا چہرہ اُس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ عازل فوراً سے آنکھیں کھول لیتا ہے۔ سر جھٹک کے وہ پھر سے آنکھیں بند کرتا ہے۔ اِزنیٰ پھر سے اُس کے کندھے پہ سر ٹکائے آنکھیں موندے باتیں کر رہی ہوتی ہے۔ وہ گھبرا کے آنکھیں کھول لیتا ہے۔ اور اپنے دِل کو جھٹلا کے فریش ہونے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے)

---

(اِزنیٰ اپنے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل سے شہباز کی تصویر نکالتی ہے۔ جس میں شہباز اِزنیٰ کو اُٹھائے اُس کے گال پہ پیار کر رہے ہوتے ہیں۔ اِزنیٰ شہباز کی تصویر سے باتیں کرنے لگتی ہے)

اِزنیٰ: بابا آپ کو پتہ ہے آج میں بہت خوش ہوں۔ آپ کے جانے کے بعد عازل دنیا کا دوسرا مرد ہے جس سے مجھے بے انتہا محبت ہے۔ اور میں جانتی ہوں عازل میرے لیے آپ کی طرح ثابت ہوگا۔ وہ میرا خیال رکھے گا، مجھ سے محبت کرے گا اور صرف میرے بارے میں سوچے گا۔ بابا میں آپ کو بہت مِس کرتی ہوں لیکن جب میں عازل کے ساتھ ہوتی ہوں تو میں پھر سے جینے لگتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے جیسے خوشیاں میری طرف لوٹ کے آرہی ہیں۔ کاش بابا کاش آج آپ زندہ ہوتے تو میں آپ کے سامنے بیٹھ کے آپ سے اپنی خوشیاں شیئر کر رہی ہوتی۔

یہ سوچ کے اِزنیٰ کی آنکھیں نم ہونے لگتی ہیں۔ وہ آنسو پونچھ کے شہباز کی تصویر کو سینے سے لگائے آنکھیں بند کر لیتی ہے۔

---

(میراب آفس میں بیٹھا اپنا کام کر رہا ہوتا ہے۔ وہ گلاس ڈور سے باہر دیکھتا ہے۔ سٹاف لنچ بریک کے لیے اُٹھ کے جا رہا ہوتا ہے۔ سامنے نظر آتی عیشاء ابھی تک اپنے laptop پہ مصروف ہوتی ہے۔ وہ کچھ دیر اُسے اسی طرح دیکھتا رہتا ہے۔ پھر انٹر کام پہ کال کر کے اُسے اپنے آفس بلاتا ہے۔ عیشاء سارے کام چھوڑ کے فوراً سے اُس کے آفس آتی ہے)

عیشاء: یس سر آپ نے بلایا؟

میراب: آپ نے لنچ نہیں کرنا؟

عیشاء: جی سر میں نے سوچا تھوڑا سا کام ہے پہلے وہ ختم کر لوں۔

میراب: چلیں پھر لنچ کر لیتے ہیں۔

عیشاء: (میراب کی بات سمجھے بغیر کہتی ہے) جی سر میں کر لیتی ہوں۔ میں اپنا ٹفن ساتھ لائی ہوئی ہوں۔

(میراب کچھ کہتے کہتے رُک جاتا ہے۔ عیشاء آج بھی اُسے بہت خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے۔ لائٹ پنک ڈریس میں لائٹ پنک میک اپ کے ساتھ ٹیل پونی بنائے وہ بالکل کالج گرل نظر آ رہی ہوتی ہے۔ میراب اُسے آنکھوں ہی آنکھوں سے اپنے دل میں قید کر لیتا ہے۔ لیکن اُس پہ ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ اور کہتا ہے)

میراب: ٹھیک ہے آپ جائیں اور ابھی لنچ ٹائم ہے تو آپ بھی کچھ کھا لیں کام بعد میں کر لیجیے گا۔ (وہ اُسے بہت پیار سے کہتا ہے)

عیشاء سر ہلا کے آفس سے چلی جاتی ہے۔ (میراب کچھ دیر اُس کی موجودگی کو محسوس کرتا ہے اور پھر مسکرا کے اپنے لیے سینڈوچ آرڈر کرتا ہے)

---

(اِزنیٰ آفس میں اسلم صاحب کو کچھ instruction دے کے باقی کی ساری میٹنگز Cancel کرنے کا کہہ دیتی ہے۔ اسلم صاحب کے آفس روم سے نکلنے کے بعد ازنیٰ عازل کو فون کرتی ہے)

اِزنیٰ: عازل کہاں ہیں آپ؟

عازل: بس سائٹ پہ جانے کے لیے آفس سے نکل رہا ہوں۔

اِزنیٰ: نہیں آج آپ سائٹ پہ نہ جائیں۔ ایسا کرتے ہیں پہلے کہیں لنچ کرتے ہیں اور اُس کے بعد مجھے شاپنگ پہ جانا ہے تو ایک ہی ساتھ چلتے ہیں پھر۔

عازل: (کچھ سوچتے ہوئے) ہاں چلیں ٹھیک ہے۔

اِزنیٰ: میں آپ کو ریسٹورنٹ کی لوکیشن send کرتی ہوں۔

(اِزنیٰ فون بند کرنے کے بعد عازل کو ریسٹورنٹ کا نام اور location بھیج کے خود بھی آفس سے نکل جاتی ہے۔ عازل اِزنیٰ کے پہنچنے سے پہلے ہی ریسٹورنٹ میں پہنچ جاتا ہے۔ گرے کلر کے ٹو پیس میں وہ کافی ہینڈسم لگ رہا ہوتا ہے۔ وہ ٹیبل پہ بیٹھا ہوٹل کا menue چیک کر رہا ہوتا ہے۔ اتنے میں اِزنیٰ ریسٹورنٹ میں داخل ہوتی ہے۔ بلیک ڈریس میں ایک اور بلیک گاگلز میں وہ بہت حسین لگ رہی ہوتی ہے)

(کھانے کا آرڈر دے کے دونوں پھر سے بزنس کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ عازل اِزنیٰ سے پوچھتا ہے)

عازل: کیا شاپنگ کرنی ہے آپ نے؟

اِزنیٰ: بس اپنے لیے کچھ چیزیں لینی تھیں۔

عازل: اچھا مجھے لگا شاید آپ بھی شادی کی شاپنگ کرنے جا رہی ہیں۔

اِزنیٰ: (ہنستے ہوئے) نہیں فی الحال تو نہیں لیکن شادی کی شاپنگ کے لیے بھی آپ کو ہی ساتھ لے کے جاؤں گی۔ (وہ اُسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولتی ہے)

(عازل اُس کی بات پہ مسکرا کے رہ جاتا ہے۔ اتنے میں ویٹر کھانا سرو کر کے چلا جاتا ہے)

(عازل کھانا شروع کر دیتا ہے لیکن اِزنیٰ اُسے مسلسل دیکھے جا رہی ہوتی ہے)

عازل: آپ کھانا نہیں کھا رہیں؟ ویسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟

اِزنیٰ: نہیں بس آپ کو دیکھ کے ہی میری بھوک ختم ہو گئی ہے۔

عازل: (حیرت سے) کیا مطلب کسی کو دیکھنے سے بھی بھوک مٹ جاتی ہے کیا؟

اِزنیٰ: ہاں کچھ چہرے ایسے ہی ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کے دِل یا نیت تو نہیں بھرتی لیکن پیٹ بھر جاتا ہے۔

عازل: ویسے میں ایسا پہلی بار سن رہا ہوں۔

اِزنیٰ: جب آپ کو کسی سے بے پناہ محبت ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

عازل: محبت؟؟

اِزنیٰ: ہاں وہ میں ویسے ہی example دے رہی ہوں۔ (فوراً سے بات پلٹتے ہوئے)

---

(میراب گھر میں داخل ہوتا ہے تبسّم بیگم لیونگ روم میں ہی اُس کا انتظار کر رہی ہوتی ہیں۔ میراب طارق صاحب کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کے لیے آتا ہے)

تبسّم بیگم: آ گیا میرا بیٹا؟

میراب: جی ماما۔ بابا ریڈی ہو گئے ہیں؟

تبسّم بیگم: نہیں بیٹا۔ میڈیسن لے کے تو ایسے سوتے ہیں کہ اُنہیں کسی بات کا ہوش ہی نہیں رہتا۔ میں اُنہیں جگاتی ہوں۔

میراب: ٹھیک ہے آپ اُنہیں جگائیں اتنے میں میں بھی change کر لیتا ہوں۔

تبسّم بیگم: بیٹا تمہارے لیے کافی بنواؤں۔

میراب: نہیں ماما۔ لیٹ ہو جائے گا appointment ہے اُس کا ٹائم نہ نکل جائے بس واپس آتے ہی کھانا کھاؤں گا۔

یہ کہہ کے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ جاتا ہے۔

---

(لنچ کرنے کے بعد اِزنٰی کریم بابا کو گھر واپس بھیج دیتی ہے اور خود عازل کی گاڑی میں mall پہنچ جاتی ہے۔ اِزنٰی اپنے لیے شاپنگ کر رہی ہوتی ہے۔ عازل gents area میں سے جس چیز کو بھی اُٹھا کے دیکھتا ہے اِزنٰی وہ چیز خریدتی چلی جاتی ہے۔ جن میں پرفیومز، آفس کے فارمل سوٹ اور کافی چیزیں شامل ہوتی ہین۔ عازل کا اپنے لیے کچھ بھی لینے کو دل نہیں کرتا۔ وہ کہیں نہ نہیں نیہا کے ساتھ شاپنگ کے دنوں کو یاد کر رہا ہوتا ہے۔ وہ بجھے دل سے چیز اُٹھاتا ہے اور پھر واپس رکھ دیتا ہے۔ شاپنگ سے واپسی پہ عازل اِزنٰی کو ڈراپ کرنے اُس کے گھر جاتا ہے۔ اِزنٰی کا محل جیسا بنگلہ دیکھ کے عازل حیران رہ جاتا ہے۔ گیٹ کیپر گیٹ کھولتا ہے اور عازل کی گاڑی پورچ میں داخل ہوتی ہے۔ گاڑی رُکنے کی آواز سن کے ہی اندر سے ملازمہ دوڑی ہوئی آتی ہے)

اِزنٰی: (ملازمہ سے) گاڑی میں سے سامان نکال لو۔ (وہ ملازمہ کو کچھ سامان اُٹھانے سے روک دیتی ہے) اُس کے (جانے کے بعد وہ عازل سے کہتی ہے)

اِزنٰی: عازل آئیں نہ آپ۔ اندر نہیں چلیں گے؟

عازل: نہیں ابھی تو کافی ٹائم ہو گیا ہے پھر کبھی سہی۔

اِزنیٰ: او کے شور۔ (وہ عازل کو اندر آنے کے لیے فورس نہیں کرتی) وہ گاڑی سے اُتر کے جانے لگتی ہے تو عازل اُسے کہتا ہے۔

عازل: آپ نے گاڑی سے باقی سامان تو نکلوایا ہی نہیں۔

اِزنیٰ: عازل وہ سب آپ کے لیے ہے۔

عازل: (حیران ہوتے ہوئے) میرے لیے۔ لیکن کیوں؟ اور اتنی زیادہ چیزیں؟ آپ مجھے اُس ٹائم بتا دیتیں تو میں آپ کو ایک چیز بھی نہ لینے دیتا۔ (اُسے جیسے افسوس ہوتا ہے)

اِزنیٰ: عازل آپ رکھ لیں میری طرف سے چھوٹا سا گفٹ۔

عازل: لیکن کس لیے؟

اِزنیٰ: اوہو عازل۔ آپ اتنا فارمل کیوں ہو رہے ہیں۔ آپ کو سب اچھا لگا تو میں نے لے لیا۔

(عازل اُس کی بات سن کے خاموش ہو جاتا ہے۔ لیکن اُسے اِزنیٰ سے یہ سب کچھ لینا بالکل بھی اچھا نہیں لگتا)

---

(اِزنیٰ گھر میں داخل ہوتی ہے اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگتی ہے تو شہناز اُسے آواز دیتی ہے)

شہناز: بی بی جی۔ عالیہ بیگم آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔

اِزنیٰ بُرا سا منہ بنا کے بڑبڑاتی ہے ''سارا موڈ ہی خراب کر دیا'' پھر شہناز سے کہتی ہے ''اچھا میں آتی ہوں''

(وہ عالیہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوتی ہے)

عالیہ بیگم: آ گیا میرا بچہ؟ سارا سارا دن کہاں رہتی ہو آج کل تو رات میں بھی دیر سے آنے لگ گئی ہو۔ اتنا کام بھی نہ کرو ازنیٰ بیمار پڑ جاؤ گی۔

ازنیٰ: ماما پلیز وہ بات کریں جس کے لیے بلایا تھا۔ (وہ اُکتائے ہوئے لہجے میں بولتی ہے)

عالیہ بیگم: بیٹا آج شاہ میر گھر آیا تھا۔

ازنیٰ: (لاتعلقی سے) تو ماما؟ اتنے عرصے بعد آیا تھا تو اچھی بات ہے نا۔ یا اُس کو نہیں آنا چاہیئے تھا؟ (وہ اُلٹا اُن سے کہتی ہے)

عالیہ بیگم: بیٹا تم بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔

ازنیٰ: ماما ابھی نہیں میں بہت تھک گئی ہوں۔

عالیہ بیگم: ٹھیک ہے تم جاؤ پھر ہم صبح بات کر لیتے ہیں۔

ازنیٰ: صبح؟ اُفوہ اب صبح بھی آپ کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔ آپ ابھی بتا دیں کیا بات ہے؟

عالیہ بیگم: بیٹا وہ شاہ میر چاہتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ازنیٰ: (عالیہ بیگم کی بات کاٹتے ہوئے) مما شاہ میر کیا چاہتا ہے کیوں چاہتا ہے کیسے چاہتا ہے میں ان میں سے کسی بات میں بھی interested نہیں ہوں۔ لیکن میں ایسا کچھ نہیں چاہتی۔ (وہ دوٹوک جواب دیتی ہے)

عالیہ بیگم: بیٹا شاہ میر میں کیا بُرائی ہے۔ وہ پسند کرتا ہے تمہیں اور پھر سکندر بھائی بھی تو تم سے اتنا پیار کرتے ہیں۔ تمہیں ایک باپ کا پیار بھی مل جائے گا۔

ازنیٰ: ماما میرے لیے میرے اپنے باپ کا پیار کافی تھا۔ مجھے اور کسی کے باپ کے

پیار کی ضرورت نہیں ہے۔ اور رہی بات شاہ میر کی تو وہ مجھے منظور نہیں ہے اور مجھے جب لگے گا کہ مجھے کس سے شادی کرنی چاہیئے میں اُس سے شادی کراوں گی۔ اُس کے لیے آپ کی advice کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ایسا کریں میڈیسن لیں اور سو جائیں۔

عالیہ بیگم: اِزنیٰ تمہیں میری ہر بات کیوں اتنی بُری لگتی ہے۔ میں اگر تم سے کچھ اچھا بھی کہوں تو تمہیں وہ بھی برا لگ جاتا ہے۔ (عالیہ بیگم بہت دُکھ سے بولتی ہیں)

اِزنیٰ: ماما آپ نے سارا موڈ خراب کر دیا ہے۔ اتنے اچھے موڈ سے میں گھر واپس آئی تھی۔ اور اگر next ٹائم شاہ میر آیا یا پھر اُس نے پھر مجھ سے کوئی بھی ایسی ویسی بات کی تو میں بھول جاؤں گی کہ اُن کے ہمارے اوپر کیا احسانات تھے۔

عالیہ بیگم: خبردار اِزنیٰ۔ احسان بھولنے والا انسان اللہ کو کبھی پسند نہیں آتا

اِزنیٰ: تو پھر احسان کرنے کے بعد جتانے والا بھی اللہ کو پسند نہیں آتا۔ اب یہ دونوں باپ بیٹا اپنے کیے ہوئے احسانوں کا معاوضہ مانگ رہے ہیں۔ قیمت مانگ رہے ہیں ماما میری صورت میں۔ میں ایسا کبھی نہیں کروں گی۔ اور ماما آپ بھی مجھ سے ایسی کوئی بات دوبارہ نہ کرنا۔ (اِزنیٰ اپنا لہجہ نرم کیے بغیر عالیہ بیگم سے بات کرتی ہے اور اُن کے کمرے کا دروازہ پٹخ کے چلی جاتی ہے)

عالیہ بیگم: (بے بسی سے) میں کیا کروں اِزنیٰ تمہیں کیسے سمجھاؤں تم میری کوئی بات سمجھنا ہی نہیں چاہتی۔

---

(عازل اور اِزنیٰ سائٹ وزٹ کر رہے ہوتے ہیں۔ عازل اُسے سائٹ کا نقشہ دکھا کے سمجھا رہا

ہوتا ہے۔ اِزنیٰ بس عازل کو ہی دیکھے جا رہی ہوتی ہے۔ اُسے عازل کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی ہوتی۔ وہ اچانک سے اُس سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: عازل آپ کو نہیں لگتا کہ ہماری بہت اچھی فرینڈ شپ ہو گئی ہے۔

عازل: (بولتے بولتے ایک دم سے رُک کے اُسے دیکھنے لگتا ہے) ہاں بے شک۔

ہاں میں آپ سے تھوڑا reserve رہتا تھا۔ لیکن اچھا لگتا ہے آپ کے ساتھ time spend کر کے (عازل تھوڑا سا مسکراتا ہے)

(اتنا سن کے اِزنیٰ ایک پل میں ہواؤں میں اُڑنے لگتی ہے۔ وہ عازل سے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتی ہے کہ عازل بول جاتا ہے)

عازل: مجھے پتہ ہے کہ آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں۔ وہی میں بھی آپ سے کہنا چاہ رہا ہوں۔ (وہ سنجیدگی سے map پہ نظریں ٹکائے ہوئے بولتا ہے)

(اِزنیٰ حیرت سے اُسے دیکھنے لگتی ہے اور سوچتی ہے کہ عازل کو اب تو اسکے دل کی بھی خبر ہونے لگ گئی ہے۔ وہ اُس سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: کیا؟ کیا بولو گے؟ کہاں کہو گے؟ سب کے سامنے؟ (اُسے سمجھ نہیں آ رہی ہوتی وہ کیسے ری ایکٹ کرے)

عازل: ہاں یہاں ہی بتاؤ گا ناں اور کہاں بتاؤں گا۔

اِزنیٰ: (سانس روکے ہوئے) ہاں بتاؤ نا۔

عازل: (نقشے پہ ایک بلڈنگ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے) اگر ہم اس بلڈنگ کو اِس کے فرنٹ کی طرف سے

(اِزنیٰ گہری سانس لے کے سوچتی ہے کہ پتہ نہیں ایک پل میں میں نے جانے کیا کیا سوچ لیا۔ وہ عازل کی بات سنے بغیر ہی کہتی ہے

ازنیٰ: ''ٹھیک ہے جیسے آپ کو بہتر لگے''

----------------------------------

(میراب آفس میں بیٹھا فائلز چیک کر رہا ہوتا ہے اتنے میں عیشاء آفس کا ڈور ناک کرتی ہے۔ وہ بہت پریشان دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ میراب اُسے اندر آنے کی اجازت دیتا ہے)

میراب: آئیں مس عیشاء۔

عیشاء: (روہانسی ہوتے ہوئے) سر میری امی کی طبیعت اچانک سے خراب ہو گئی ہے۔ مجھے half day leave چاہیئے تھی۔

میراب: اچھا آپ روئیں نہیں۔ آپ بے شک چلی جائیں۔ ویسے آپ جائیں گی کیسے؟

عیشاء: سر میں ride بک کروالوں گی۔ (وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولتی ہے

میراب: نہیں آپ چھوڑیں۔ میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔

عیشاء: (حیران ہوتے ہوئے) سر آپ؟

میراب: ہاں میں بس کچھ کام کے لیے نکل ہی رہا تھا۔ چلیں آپ کی امی wait کر رہی ہوں گی۔

(میراب عیشاء کو چھوڑنے اُس کے گھر کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ گاڑی شہر کے پوش علاقے سے ہوتی ہوئی ایک چھوٹی سی کالونی میں داخل ہوتی ہے۔ کالونی میں کوئی گھر بڑا اور کوئی چھوٹا ہوتا ہے۔ روڈ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی ہوتی ہے۔ گاڑی کافی ہچکولے کھاتی ہوئے عیشاء کے گھر کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ عیشاء کا گھر بھی کافی معمولی سا ہوتا ہے۔ گھر کے باہر کی خستہ حالت دیکھ کر اندر کے حالات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ عیشاء گاڑی سے

اُترتے ہوئے میراب کو بھی اندر آنے کا کہتی ہے )

میراب: نہیں پھر کبھی۔ ابھی مجھے کسی کام سے جانا ہے۔ آپ اپنی امی کو میری طرف سے پوچھیئے گا۔

(اتنا کہہ کے میراب گاڑی واپس آفس کی طرف موڑ لیتا ہے )

-------------------------------------

(اِزنیٰ ساحل سمندر پہ اایک Hut بُک کرواتی ہے۔ اور اُسے خوبصورت سے پھولوں سے سجواتی ہے۔ Hut کا فرنٹ ساحلِ سمندر کی طرف ہوتا ہے جس سے سمندر کی لہریں صاف دِکھائی دے رہی ہوتی ہیں۔ اور سمندر کی طرف سے آتی ٹھنڈی ہوائیں بھی Hut کے موسم کو مزید رومینٹک بنا رہی ہوتی ہے )

(اِزنیٰ عازل کو فون کر کے آج کی شام وہاں مدعو کرتی ہے۔ عازل کو لگتا ہے کہ شاید اِزنیٰ آج پھر سمندر کے کنارے اُس کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہے وہ فوراً سے مان جاتا ہے۔ اِزنیٰ کو آج شام بہت خوبصورت لگنا ہوتا ہے۔ وہ بہت خوبصورت میرون کلر کا ڈریس نکالتی ہے۔ بہت سمپل سا میک اپ اور بالوں میں تھوڑے سے curls ڈالنے سے ہی وہ آسمان سے اُتری کوئی حور لگ رہی ہوتی ہے۔ اِزنیٰ اور عازل دونوں تھوڑے سے وقفے سے ہی ساحل پہ پہنچ جاتے ہیں۔ عازل کی نظر جب اِزنیٰ پہ پڑتی ہے تو ایک پل تو وہ بھی مبہوت سارہ جاتا ہے۔ اِزنیٰ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے )

(ازنیٰ عازل کو Hut پہ لے جاتی ہے۔ خوبصورت پھولوں سے سجا Hut عازل کے لیے باعثِ حیرت ہوتا ہے۔ وہ حیران ہو کے اِزنیٰ سے پوچھتا ہے )

عازل: اِزنیٰ سب خیریت ہے آپ نے آج یہ سرپرائز کیوں دیا مجھے؟ یہ Hut تو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا ہے۔ آپ نے یہاں کیوں بلایا مجھے؟

ازنیٰ: ایسے ہی مجھے اس طرح سے دوسروں کو سرپرائز کرنا اچھا لگتا ہے۔اور اگر کوئی مجھے اس طرح کا سرپرائز دے تو مجھے زیادہ اچھا لگتا ہے۔

عازل: وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن آج تو کوئی خاص بات نہیں تھی۔

اِزنیٰ: ہر دن کو ہم خود خاص بناتے ہیں۔دن تو سب عام سے ہوتے ہیں ہم اُنہیں خاص بناتے ہیں۔اچھا عازل اب بیٹھ جائیں کچھ آرڈر کرتے ہیں۔مجھے بھوک لگ رہی ہے۔

(عازل نہ سمجھی کی کیفیت میں وہاں بیٹھ جاتا ہے۔Hut سے دکھائی دیتا سمندر بہت خوبصورت لگ رہا ہوتا ہے۔ویٹرز ٹیبل پہ کھانا سرو کرتے ہیں۔ اِزنیٰ عازل کے سامنے ٹیبل کے دوسری طرف بیٹھی ہوتی ہے۔candle light میں اِزنیٰ کا حسن چودھویں کے چاند جیسا لگ رہا ہوتا ہے۔عازل نے اتنی خوبصورت جگہ پہ اتنے خوبصورت نظارے تو زندگی میں پہلی بار دیکھے ہوتے ہیں۔بلاشبہ وہ اِس پل کو انجوائے کر رہا ہوتا ہے۔اِزنیٰ عازل کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتی ہے اور ٹیبل پہ تھوڑا سا جھکتے ہوئے اُس سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: عازل میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟

عازل: (اپنا ہاتھ اِزنیٰ کے ہاتھ کے نیچے سے ہٹاتا ہوا تھوڑا کپکپاتے ہوئے جواب دیتا ہے)۔''خوبصورت''

اِزنیٰ: وہ تو میں سب کو لگتی ہوں۔اِس کے علاوہ تمہیں کیسی لگتی ہوں؟

عازل: (تھوڑا کنفیوز ہوتے ہوئے اچھی لگتی ہیں۔

اِزنیٰ: (اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پھر سے پوچھتی ہے)اچھی لگتی ہوں؟

عازل: ہاں کیوں کہ آپ اچھی ہیں تو مجھے بھی اچھی لگتی ہیں۔

(اتنے میں Hut کی چھت پہ بارش کی بوندیں گرنے کی آواز آتی ہے۔ اِزنیٰ اور عازل فوراً سے جیسے اُس پل میں واپس آتے ہیں)

اِزنیٰ: مجھے لگ رہا تھا کہ آج بارش ہوگی۔

(اِزنیٰ بارش دیکھ کے جیسے بے قابو ہو جاتی ہے وہ اپنی ہیل والی سینڈل سمیت ہی بارش میں بھیگنے چلی جاتی ہے۔ اُسے بارش شروع سے ہی بہت پسند ہوتی ہے۔ وہ اشارے سے عازل کو بھی بُلاتی ہے۔ عازل وہیں کھڑے کھڑے اُسے چیخ کے بتاتا ہے)

عازل: نہیں اِزنیٰ۔ مجھے بارش میں بھیگنا نہیں پسند۔ بلکہ مجھے تو ڈر لگتا ہے بارش سے۔

اِزنیٰ: (زور سے بولتے ہوئے) عازل آ جاؤ نا۔ تم وہ پہلے شخص ہو گے جسے بارش سے ڈر لگتا ہے۔

(اِزنیٰ عازل کو لینے Hut کی طرف جا رہی ہوتی ہے اتنے میں اُس کا پاؤں slip ہوتا ہے۔ Hut میں کھڑا عازل گھبرا کے بھاگتا ہے۔ اِس سے پہلے کہ اِزنیٰ گرتی عازل اُسے تھام لیتا ہے۔ اور بے اختیار بولتا ہے

عازل: ''آرام سے اِزنیٰ''۔

(اِزنیٰ کچھ پل عازل کو دیکھتی رہ جاتی ہے۔ عازل کی نظریں بھی اِزنیٰ کے چہرے پہ ہوتی ہیں۔ صاف شفاف چہرے پہ گرتی بارش کی بوندیں اِزنیٰ کے کسی اور ہی دُنیا کا بتا رہی ہوتی ہے۔ اِزنیٰ فوراً تھوڑا سا concious ہو کے کھڑے ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ ایک دم سے اُس کا پیر پھر لڑ کھڑا جاتا ہے۔ وہ اپنے پاؤں پہ وزن نہیں ڈال پا رہی ہوتی)

اِزنیٰ: اوہ (درد کی شدت اُس کے چہرے سے عیاں ہو رہی ہوتی ہے)

(عازل فوراً سے اُس کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔ وہ عازل کی طرف دیکھنے لگتی ہے۔ عازل فوراً گبھرا کے پوچھتا ہے۔ عازل: ''بُرا لگا آپ کو''۔

(اِزنیٰ عازل کے دوسرے ہاتھ کا بھی سہارا لیتے ہوئے سوچتی ہے

ازنیٰ: ''ایک یہی تو مجھے اب تک اچھا لگا ہے''۔

عازل: اِزنیٰ کیا ہوا۔ آپ چل کیوں نہیں پا رہیں؟

اِزنیٰ: پتہ نہیں عازل میں اِس پاؤں کو نیچے نہیں رکھ پا رہی۔ (وہ سیدھے پیر کو تھوڑا آگے کرتے ہوئے اُسے بتاتی ہے)

عازل: اِزنیٰ مجھے لگتا ہے آپ کے پیر میں موچ آ گئی ہے۔

(اِزنیٰ عازل کے سہارے بمشکل کھڑی ہوئی ہوتی ہے۔ عازل کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہوتا وہ اِزنیٰ کو اپنے دونوں بازو کے سہارے سے اُٹھا لیتا ہے اور Hut کی طرف چلنے لگتا ہے۔ اِزنیٰ عازل کے گلے میں بازو پھنسائے اُسے ٹُک ٹُک دیکھے جا رہی ہوتی ہے۔ عازل اِزنیٰ کو (ہٹ Hut) کے کاؤچ پہ بٹھاتا ہے۔ اور اُس کے سامنے بیٹھ کے اُس کے پیر سے جوتا اُتارتا ہے۔ عازل کافی نرمی سے اُس کے پیر کے ٹخنے کو مسلتے ہوئے آہستگی سے پیر کو سیدھا کرتا ہے۔ اِزنیٰ کسی بُت کی طرح بس عازل کو ہی دیکھے جا رہی ہوتی ہے)

عازل: اِزنیٰ آپ کا پاؤں ٹھیک ہو گیا ہے۔ عموماً تو موچ نکالنے پہ لڑکیاں تو چیخ چیخ کے پاگل ہونے لگتی ہیں۔ اور آپ کے منہ سے تو آواز بھی نہیں نکلی۔

اِزنیٰ: اگر موچ نکالنے والا آپ جیسا ہو گا تو یقیناً کسی بھی لڑکی کے منہ سے آواز بھی نہیں نکلے گی۔

(عازل قہقہہ لگا کے ہنسنے لگتا ہے)

عازل: اِزنیٰ ایک تو آپ مجھے ہواؤں میں لے جاتی ہیں۔

اِزنیٰ: تو آپ جیسوں کا زمین پہ کیا کام؟

عازل: اچھا اب مجھے چل کے بتائیں اب آپ چل سکتی ہیں ناں؟ یا پھر مجھے آپ کو اُٹھا کے ہی گھر چھوڑنا پڑے گا۔

(اِزنیٰ ہنستے ہوئے اُس کے ہاتھ کے سہارے سے کھڑی ہو کے چلنے کی کوشش کرتی ہے۔اُس کا پیر بالکل ٹھیک ہو چکا ہوتا ہے۔وہ مسکراتے ہوئے عازل کو دیکھنے لگتی ہے)

---

(میراب اپنے کمرے میں لیٹا نیوز چینل دیکھ رہا ہوتا ہے۔اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار عشاء کی پریشان صورت آ رہی ہوتی ہے۔اس کی روئی روئی آنکھیں میراب کو سونے نہیں دے رہی ہوتیں۔وہ سوچتا رہتا ہے جانے وہ کیسی ہوگی اس کی امی کی طبیعت کیسی ہوگی)

(عیشاء پہلے دن سے ہی میراب کے دل کو بھا گئی تھی۔آفس میں بھی وہ اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔وہ ایک سلجھی ہوئی لڑکی تھی۔میراب سوچنے لگتا ہے کہ کیا واقعی وہ عشاء کو پسند کرنے لگ گیا ہے۔آفس کے روم کی گلاس ونڈو سے اسے چھپ چھپ کر دیکھنا اور پھر بہانے بہانے سے آفس بلانا اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنا دل اس پہ ہار بیٹھا ہے۔لیکن عیشاء جس فیملی سے belong کرتی ہے یہ بات تو اس کے گھر والوں کے لیے کسی بھی صورت قابلِ قبول نہیں ہوگی۔اس کی نظروں کے سامنے عشا کا گھر آ جاتا ہے۔وہ اچھے سے جانتا ہے کہ اس کے ماں باپ کبھی بھی عیشاء کے لیے نہیں مانیں گے۔وہ یہ سوچ کر کچھ پریشان سا ہو جاتا ہے)

---

(ازنیٰ عاذل کو فون کر کے مووی دیکھنے جانے کا پوچھتی ہے۔ عاذل سن کے تھوڑی دیر خاموش ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ نیہا کے علاوہ کبھی کسی کے ساتھ سینما گیا ہی نہیں تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد عاذل ازنیٰ سے پوچھتا ہے)

عازل: کتنے بجے کا شو ہے؟

ازنیٰ: آج رات 7 بجے کا۔

عازل: ہم مم سوچ لیں اتنا ملیں گی تو کہیں گھبرا نہ جائیں آپ

ازنیٰ: سوچتے ہوئے "یہ نہ سمجھنا کہ میں گھبرا جاؤں گی تم ملو تو سہی میں حد سے گزر جاؤں گی"

عازل: کیا ہوا؟ کچھ بُرا لگا آپ کو؟

ازنیٰ: نہیں تو پھر میں ٹکٹس کنفرم کروا لوں؟

عازل: وہ نہیں اِزنیٰ وہ میں کروا لیتا ہوں۔

---

(میراب تبسم بیگم کے ساتھ بیٹھا ہوتا ہے۔ اتنے میں طارق صاحب بھی لاؤنج میں آ جاتے ہیں۔ ان کے چہرے پہ نقاہت ہوتی ہے۔ میراب انھیں دیکھ کے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے)

میراب: چلیں بابا (وہ ان کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے)

طارق صاحب: اس دن تو اتنے ٹیسٹ ہوئے تھے اب اور کیا رہتا ہے؟

میراب: بابا ڈاکٹر نے کچھ اور ٹیسٹ کروانے کو کہا ہے۔ لیکن آپ پریشان نہیں ہو وہ ڈاکٹر بہتر سمجھتا ہے۔ انشااللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

(تبسم بیگم بھی طارق صاحب کو حوصلہ دیتی ہیں۔ میراب انھیں کہتا ہے)

میراب: ماما آپ بابا کے لیے سوپ ریڈی کروائیں۔ ہم بس جلدی سے واپس آ

جائیں گے۔ ایک scan ہی کروانا ہے بس۔

(وہ طارق صاحب کو پکڑے پکڑے باہر کی طرف چلا جاتا ہے)

(ہاسپٹل سے واپس آ کر میراب طارق صاحب کو اُن کے کمرے میں اُن کے بیڈ پہ بٹھا کے آتا ہے اور تبسم بیگم کو اُن کا خاص خیال رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ میراب کے چہرے پہ شدید پریشانی کے اثرات تبسم بیگم سے چھپے نہیں رہ سکتے۔ وہ طارق صاحب کے سوتے ہی میراب کے کمرے میں آتی ہے)

میراب: (انھیں دیکھتے ہی) ماما بابا سو گئے ہیں؟ انھیں زیادہ pain تو نہیں ہے نا؟ وہ ایک دم پریشانی سے پوچھتا ہے۔

تبسم بیگم: ہاں بیٹا وہ تو سو گئے ہیں۔ لیکن مجھے بتاؤ اُن کی رپورٹس میں کیا آیا ہے؟ مجھے تم بہت پریشان لگ رہے ہو۔

میراب: (اُن کے پاس بیٹھ کے اُن کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہتا ہے) ماما بابا کو Brain tumor ہے۔

(تبسم بیگم سنتے ہی گھبرا جاتی ہیں۔ وہ میراب کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے کپکپاتی آواز میں پوچھتی ہیں)

تبسم بیگم: کیا؟ کیا کہا تم نے میراب؟

میراب: (تسلی دیتے ہوئے) ماما پلیز حوصلہ رکھیں۔ یہ بھی شکر ہے کہ ابھی ٹیومر early stage میں ہے۔ ڈاکٹر نے ہوپ دی ہے کہ میڈیسن سے ہی اسکا علاج ہو جائے گا اور ہاں بابا کو اس بارے میں بالکل علم نہیں ہے۔ آپ نے ان کے سامنے ایسا کچھ نہیں کرنا جس سے انھیں شک ہو۔

تبسم بیگم: (نم آنکھوں سے) ٹھیک ہے بیٹا۔ بس اللہ پاک انھیں جلد صحت یاب

کرے۔

میراب: جی ماما انھیں کسی قسم کی کوئی ٹینشن بھی نہیں دیتی۔ انھیں بس خوش رکھنا ہے۔ میں اس سلسلے میں ہادی سے بھی بات کروں گا اور ہاں یہ رپورٹس آپ اپنے پاس ہی رکھیں۔

(تبسم بیگم اتنی بڑی بیماری کا سن کے ہی خوفزدہ سی ہو جاتی ہیں۔ وہ میراب کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیتیں۔ آنسو اُن کی آنکھوں سے بہنے لگتے ہیں۔ وہ خاموشی سے رپورٹس اُٹھا کر کمرے سے چلی جاتی ہیں)

---

(ازنیٰ عازل کو فون کرتی ہے۔ آج اُس کا دن بہت مصروف گزر رہا ہوتا ہے۔ تھوڑی سی فرصت میں اُسے یاد آتا ہے کہ اُسے عازل سے بات کرنا تھا)

ازنیٰ: عازل آپ کہاں ہیں؟

عازل: میں اپنے mall کے پراجیکٹ کے لیے اُس کی سائٹ وزٹ کرنے جا رہا ہوں۔ کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا؟

ازنیٰ: جی بس میں نے پوچھنا تھا مسٹر اینڈ مسز الیاس کی anniversary کا invitation آیا ہے نا آپ کو؟

عازل: جی بالکل۔ آج رات کو ہی ہے نا؟ (وہ جیسے اُسی سے کنفرم کرتا ہے)

ازنیٰ: ہاں بالکل آج رات کو۔ اچھا ایسا کرنا کہ مجھے رات 9 بجے گھر سے پک کر لینا۔

عازل: ٹھیک ہے میں آجاؤں گا۔

---

(ازنیٰ آج رات کو پارٹی کے لیے رائل بلیو کلر کا ڈریس پہنتی ہے۔ ٹخنوں جتنی سٹریٹ فراک کے ساتھ بلیو گاؤن ہوتا ہے۔ ازنیٰ اپنے گلے میں نازک سا ڈائمنڈ کا نیکلس پہنتی ہے اور ساتھ میں ٹاپس ابھی وہ اپنی ہیل پہن ہی رہی ہوتی ہے کہ عازل کا فون آ جاتا ہے۔ وہ نیچے اسکے گھر کے سامنے اسکا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ ازنیٰ فوراً سے ریڈی ہو کے نیچے پہنچ جاتی ہے۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ بہت خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے۔ عازل اُسے دیکھ کے دل ہی دل میں سراہتا ہے)

(عازل نے آج ڈارک بلیو کلر کا سوٹ پہنا ہوتا ہے۔ بلیو ٹو پیس میں وہ بھی کافی ہینڈسم لگ رہا ہوتا ہے۔ آج اُن دونوں کی میچنگ قدرتی طور پہ ہی ہو جاتی ہے)

(الیاس صاحب نے اپنے گھر کے لان میں ہی بہت خوبصورت arrangement کی ہوتی ہیں۔ لان میں جگہ جگہ اُن کے سرکل کے اور اُن کی بزنس کمیونٹی کے لوگ ٹولیوں میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ازنی اور عازل دونوں ایک ساتھ ہی لان میں داخل ہوتے ہیں۔ لان میں موجود ہر شخص کی نگاہ اُن پہ پڑتی ہے۔ جن میں کچھ نظریں ستائشی اور کچھ نظریں جلن کا شکار ہوتی ہیں۔ لان میں پہنچ کے اِزنیٰ اور عازل الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ عازل جینٹس کے گروہ کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ جبکہ اِزنیٰ بھی لیڈیز سے ملنا شروع کر دیتی ہے)

(مسز الیاس اپنی دوستوں کی ٹولی میں کھڑی اُن سے باتیں کر رہی ہوتی ہیں۔ ازنیٰ اور عازل کے داخل ہونے پہ اُن کی کچھ سہیلیاں ان سے پوچھتی ہیں)

"یہ تو اِزنیٰ شہباز ہے نا؟ اس کے ساتھ یہ لڑکا کون ہے"

مسز الیاس: یہ ویسے تو ہے معمولی سی کمپنی M.K constructions کا مالک۔ اسی پہ تو آج کل یہ اتنا مہربان ہوئی ہوئی ہے۔ تھوڑے سے عرصے میں اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ نہیں تو اسکی اتنی اوقات کہاں تھی کہ ہمارے سرکل کی پارٹیز میں اسے شامل کیا جائے اس کا منظورِ نظر ہے تبھی تو بلانا پڑ گیا نہیں تو ہے تو یہ

معمولی constructor ہی۔

(ان کے لہجے میں عازل کے لیے ہتک اور تذلیل ہوتی ہے)

(اِزنیٰ جو سب سے ملتی ہوئی آ رہی ہوتی ہے مسز الیاس کی ساری باتیں سن لیتی ہے۔ اُن کی بات ختم ہوتے ہی وہ ایک دم سے اُن کے سامنے آتی ہے۔ اذنی کو اپنے سامنے دیکھ کر مسز الیاس کے تو رنگ اڑ جاتے ہیں۔ وہ فوراً اُسے گھبرا جاتی ہیں۔ اور خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے اسے کہتی ہیں)

مسز الیاس: Hi Izna, How are you looking gorgeous like always

ازنیٰ: (مسز الیاس کی ساری باتوں کو اگنور کرتے ہوئے) آپ ہوتی کون ہیں میرے ساتھ آئے guest کی انسلٹ کرنے والی۔ (ازنیٰ کے لہجے میں جیسے انگارے برس رہے ہوتے ہیں)۔ مسز الیاس شرمندگی سے آس پاس دیکھنے لگتی۔ اذنی غصے میں مسلسل بولے جا رہی ہوتی ہے۔

”آپ کسی کو کیا اُسکی اوقات یاد کرائیں گی؟ آپ کو تو اپنی اوقات یاد رکھنی چاہیے۔ کہاں سے الیاس صاحب آپ کو لے کے آئے تھے۔ کیا حیثیت تھی آپ کی اور کس خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔“

(ازنیٰ کے اس طرح بولنے سے آس پاس کھڑے لوگ بھی ان کی طرف متوجہ ہونے لگتے ہیں۔ مسز الیاس کو سمجھ نہیں آ رہا ہوتا کہ وہ وہاں سے فرار کیسے حاصل کریں)

ازنیٰ: آپ بتائیں نا سب کو اپنے بارے میں کہ آپ کس معمولی نوکری کرنے

والے شخص کی بیٹی تھیں۔ تو اس لیے دوسروں کو کچھ بھی کہنے سے پہلے اپنے گریباں میں جھانک لیا کریں۔ (وہ اپنی انگلی اُن کے سینے پہ رکھ کر دو، تین بار کہتی ہے) بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی اوقات یاد رکھیں۔

(اتنا کہہ کے وہ دور کھڑے عازل کو بازو سے پکڑتی ہے اور باہر جانے لگتی ہے۔ مسٹر الیاس حواس باختہ ہو کے اُسے روکنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ نہیں رُکتی۔ باہر گاڑی کے پاس آ کے ازنیٰ گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگاتی ہے اور گہرے گہرے سانس لیتی ہے۔ جیسے وہ اپنے غصے پہ قابو پانا چاہ رہی ہو۔ عازل اسے calm down کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے)

عازل: ریلیکس ازنیٰ ریلیکس (وہ گاڑی میں سے پانی کی بوتل نکال کے اسے تھماتا ہے)۔

ازنیٰ دو گھونٹ بھر کے اسے دیکھتے ہوئے کہتی ہے

ازنیٰ: نہیں عازل جہاں آپکی عزت نہیں ہو گی وہاں میں خود کو کنٹرول نہیں کر سکتی۔ انھوں نے سوچا بھی کیسے کہ وہ آپ کو اس پارٹی میں بلائیں گے اور سب کے سامنے یہ سب کچھ کہہ دیں گے اور میں خاموش رہوں گی۔ (غصے سے ازنیٰ کے گال سرخ ہو رہے ہوتے ہیں)۔

عازل: ازنیٰ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ آپ تو ایک پروفیشنل لائف میں ہیں۔ بہت سی باتوں کو اگنور کرنا پڑتا ہے۔

ازنیٰ: عازل میں آپ کی طرف اُٹھنے والی ہر انگلی کو توڑ سکتی ہوں۔ مجھ سے یہ سب نہ تو اگنور ہو گا نہ برداشت۔

عازل: اچھا چلیں گاڑی میں تو بیٹھیں۔ (وہ اسے گاڑی میں بٹھاتا ہے اور خود

ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ کے گاڑی سٹارٹ کرتا ہے۔

عازل: ازنی ڈنر کے لیے چلیں بہت بھوک لگ رہی ہے۔ (وہ ازنی کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کرتا ہے)

(ازنیٰ اسے دیکھ کے مسکرا جاتی ہے اور ہاں میں سر ہلا دیتی ہے)

---

(ازنیٰ اپنے کمرے میں نائٹ ٹراؤزر میں لیٹی اپنے بالوں سے کھیل رہی ہوتی ہے۔ وہیں عاذل بھی اپنے بیڈ پہ لیٹا ازنیٰ کے بارے میں سوچ رہا ہوتا ہے کہ ازنیٰ اس کے لئے تو کسی سے بھی لڑ جاتی ہے۔ اور اس کے خلاف کوئی بھی بات برداشت نہیں کرتی۔ اتنے میں اُسے ازنی کا فون آنے لگتا ہے۔ وہ فوراً سے فون اٹھاتا ہے)

ازنیٰ: کیا ہوا؟ ابھی تک سوئے نہیں تھے۔

عازل: نہیں آپ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

ازنیٰ: (خوش ہوتے ہوئے) میرے بارے میں؟ کیا سوچ رہے تھے۔

عازل: بس ایسے ہی۔ آپ کو اپنے لوگوں کو کتنا خیال ہوتا ہے نا

ازنیٰ: اپنے لوگوں کا؟

عازل: میرا مطلب ہے آپ میرے لیے کتنا ٹچی ہیں ناں۔

ازنیٰ: ہاں تو کیا مجھے نہیں ہونا چاہیے؟ (اُلٹا اُس سے سوال کرتی ہے)

عازل: ہاں لیکن آپ کچھ زیادہ ہی ہیں۔

ازنیٰ: میں ایسی ہی ہوں عاذل۔ میں کسی بھی رشتہ میں جنون پہ اعتبار کرتی ہوں۔ اگر ہے تو بہت زیادہ نہیں تو بالکل نہیں۔ رشتوں کے بارے میں یہ میانہ روی کا راستہ مجھے نہیں آتا۔ میں محبت میں کسی حد کی قائل نہیں ہوں۔

عازل: لیکن ایسے تو بہت مشکل ہو جاتی ہے۔

ازنیٰ: میں جانتی ہوں میں مشکل ہوں۔ ''میرے ساتھ رہنا مشکل ہے لیکن میرے بغیر رہنا ناممکن ہے۔''

(یہ سن کے عازل ہنسنے لگتا ہے۔ ازنی اور عازل کافی دیر تک باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ازنیٰ کے لیے آج کی رت سب سے حسین رات ہوتی ہے۔ جس میں رات کے سناٹے میں اُسکے کانوں میں صرف عازل کی آواز گونج رہی ہوتی ہے)

---

(ازنیٰ آفس سے آنے کے بعد لان میں ٹہلنے کے لیے آجاتی ہے۔ موسم کافی خوشگوار ہو رہا ہوتا ہے۔ ٹھنڈی ہوا لان کے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو بھی اپنے ساتھ لا رہی ہوتی ہے۔ ملازمہ ازنیٰ کے لیے کافی وہیں لان میں پڑے ہوئے کرسیوں اور ٹیبل پر رکھ جاتی ہے۔ ازنی کافی کا مگ پکڑے پھر سے ٹہلنے لگتی ہے۔ اتنے میں اسے اپنے کندھے پہ کسی کا ہاتھ محسوس ہوتا ہے۔ وہ فوراً اُسے مڑ کے دیکھتی ہے تو وہاں شاہ میر ہوتا ہے)

شاہ میر: (ہنستے ہوئے) میں نے تمہیں ڈرا دیا ناں؟

ازنیٰ: ہاں وہ تو تم ہمیشہ سے ڈراتے ہو۔

شاہ میر: کیسی ہو؟

ازنیٰ: ٹھیک ہوں۔ تم یہاں کیسے؟

شاہ میر: بابا تمہیں پتہ تو ہے سنگاپور گئے ہیں تو میں گھر میں بور ہو رہا تھا تو سوچا تم لوگوں کے ساتھ ٹائم گزار لوں۔

ازنیٰ: اچھا سکندر انکل کب گئے۔ مجھے تو اس بارے میں نہیں پتا۔

شاہ میر: بس ابھی دو، چار دن ہی ہوئے ہیں۔

ازنیٰ: چلو اچھی بات ہے۔ (شاہ میر ازنیٰ کے ساتھ ساتھ ہی ٹہلنے لگتا ہے)

شاہ میر: اذنی میں نے اُس دن تمہیں چائینیز ریسٹورنٹ میں دیکھا تھا۔ تم عاذل کے ساتھ لنچ کر رہی تھی۔ کوئی خاص کام تھا جو تم اسکے ساتھ وہاں تھی۔ (شاہ میر بظاہر نسبت سرسری طریقے سے اس سے پوچھتا ہے)۔

ازنیٰ: (رکتے ہوئے) ایکسیکوزمی۔ تم کون ہوتے ہو میرے پرسنل میٹرز میں interfere کرنے والے۔ میں جہاں بھی جاؤں جسکے ساتھ بھی جاؤں۔ آج تک یہ سوال کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ تو تم کیسے پوچھ سکتے ہو۔ اور ویسے تم بھی تو اتنی لڑکیوں کے ساتھ گھومتے ہو میں نے کبھی تم سے کوئی سوال کیا؟

شاہ میر: (دو قدم چل کے اُسکے پاس آتا ہے) یہ تو میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے پوچھو۔ مجھ سے سوال کرو۔ تمھارا حق ہے مجھ پہ میری زندگی پہ۔ تم مجھ سے پوچھا کرو۔

ازنیٰ: معاف کرو یار۔ مجھے ایسا کوئی حق نہیں چاہیے۔ اور میں چاہتی ہوں کہ تم میرے معاملے سے دور رہو۔

شاہ میر: کیسے دور رہوں اور ویسے آجکل تم کچھ زیادہ ہی مہربان نہیں ہو رہی ہو اس عاذل پہ۔ وجہ جان سکتا ہوں میں؟

ازنیٰ اکتاہٹ کا شکار ہو کے اسکی باتوں کا جواب دیئے بغیر گھر کے اندر جانے لگتی ہے تو شاہ میر فوراً اُسے بازو سے پکڑتے ہوئے کہتا ہے۔

شاہ میر: اذنی میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔

(ازنیٰ حیرت سے اپنے بازو پہ اس کے ہاتھ کی گرفت کو دیکھتی ہے پھر جواب

دیتی ہے)

ازنیٰ: شاہ میر چھوڑو مجھے۔تم اب اپنی limits کراس کررہے ہو۔

شاہ میر: (طنزیہ) لہجے میں) اور جو تم اور عاذل کررہے وہ سب کیا ہے؟

ازنیٰ: عاذل نے آج تک مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش بھی نہیں کی۔وہ تم مردوں جیسا نہیں ہے وہ ایک شریف مرد ہے۔

شاہ میر: (ازنی کی بات سن کے زور سے قہقہہ لگاتا ہے اور کہتا ہے) ''مرد ہر اُس عورت کے لیے شریف ہوتا ہے جس میں اُسے کوئی انٹرسٹ نہ ہو۔''

(ازنیٰ شاہ میر کی بات سن کر جیسے سُن سی ہو جاتی ہے)

---

(میراب آفس میں داخل ہوتا ہے۔اُسکی نظریں عیشاء کو تلاش کر رہی ہوتی ہیں۔اپنے ڈیسک پہ بیٹھی عشا جلدی جلدی کمپیوٹر پر ہاتھ چلا رہی ہوتی ہے۔آج بھی وہ سادہ سے ڈریس میں کافی خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے۔میراب اپنے آفس روم میں جا کے انٹرکام پہ عیشاء کو اپنے آفس بلاتا ہے۔عیشاء میراب کے آفس میں داخل ہوتی ہے۔میراب اُسے بیٹھنے کو کہتا ہے اور اُس سے پوچھتا ہے)

میراب: مِس عیشاء آپ کی امی کی طبیعت کیسی ہے؟

عشاء: جی سر اب وہ پہلے سے کافی بہتر ہیں۔

میراب: میں کسی دن اُن سے ملنے آوں گا۔

عیشاء: جی سر anytime۔ (عشاء میراب کی طرف دیکھتے ہوئے کہتی ہے۔میراب کی بولتی آنکھیں عیشاء کو چونکا دیتی ہے وہ فوراً گھبرا کے نظریں نیچے کر لیتی ہے۔)

میراب: مِس عیشاء آج میرے ساتھ لنچ پہ چل سکتی ہیں آپ

عشاء: (تذبذب کا شکار ہوتے ہوئے) لنچ پہ؟ وہ خاصی کنفیوز ہوتے ہوئے سر ہاں میں ہلا دیتی ہے۔

---

(ازنیٰ ڈارک گرین کلر کے بہت خوبصورت ڈریس پہ لائٹ سی گولڈ کی جیولری پہنتی ہے۔ ریڈی ہونے کے بعد وہ عاذل کو فون کرتی ہے)

ازنیٰ: عاذل کہاں ہیں آپ؟

عاذل: میں بس پانچ منٹ میں نکل رہا ہوں۔

ازنیٰ: ٹھیک ہے پھر آپ بھی پہنچیں میں بھی بس نکل رہی ہوں۔

(ازنیٰ اور عاذل کا آج پھر ایک ساتھ ڈنر کا پلان ہوتا ہے۔ حسبِ معمول ریسٹورنٹ آج بھی ازنیٰ کی پسند کا ہوتا ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے گنگناتی ہوئی اپنے کمرے سے باہر نکلتی ہے)

(عاذل بھی ریڈی ہوکر اپنے گھر سے نکل پڑتا ہے۔ ابھی وہ راستہ میں ہی ہوتا ہے کہ ممتاز آنٹی کی کال آنے لگتی ہے۔ وہ تھوڑی حیرت سے آتی ہوئی کال کو دیکھتا ہے اور نظر انداز کر دیتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد پھر سے اُسکا فون بجنے لگتا ہے۔ عاذل فون اُٹھالیتا ہے)

ممتاز: عاذل بیٹا تم کہاں ہوں؟ نیہا کی طبیعت بہت خراب ہے۔ اُسکا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہے وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہے۔ (اُنکی آواز سے صاف لگ رہا ہوتا ہے کہ وہ رو رہی ہیں)۔

عاذل: کیا؟ (سن کے ہی خوفزدہ ہو جاتا ہے) وہ فوراً سے اپنی گاڑی ہاسپٹل کے

راستہ پہ موڑ لیتا ہے۔

(یہاں ازنیٰ ریسٹورنٹ پہ بیٹھی اُسکا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ دس منٹ، بیس منٹ اور پھر آدھا گھنٹہ۔ اسکے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے۔ وہ عازل کو فون کرنے لگتی ہے۔ تین، چار بار فون کرنے پہ بھی عازل اُسکا فون نہیں اُٹھاتا۔ اتنے میں ویٹر اُسے خالی بیٹھا دیکھ کے اسکی طرف آتا ہے)

ویٹر: میڈم آپ کچھ آرڈر کرنا پسند کریں گی؟

ازنیٰ: نہیں مجھے کچھ بھی آرڈر نہیں کرنا۔ وہ غصے سے ویٹر کو جواب دیتی ہے۔

(عازل کے فون نہ اُٹھانے پر ازنی کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگتا ہے اُسے سمجھ نہیں آرہی ہوتی کہ آخر کیا وجہ ہے جو عازل اسکا فون بھی نہیں اٹھا رہا۔ تھوڑی دیر اور رکنے کے بعد وہ اپنا پرس اُٹھا کے ریسٹورنٹ سے نکل جاتی ہے)

---

(تبسم بیگم اپنے گھر کے لاؤنج میں جلے پیر بلی کی طرح چکر کاٹ رہی ہوتی ہے۔ وہ گھڑی پہ وقت دیکھتی ہیں رات کا ایک بج رہا ہوتا ہے۔ وہ پھر سے فون ملانے کے بعد بڑبڑانے لگتی ہے۔ "یا اللہ کوئی فون بھی نہیں اٹھا رہا۔ جانے وہاں کیا ہو رہا ہوگا۔ نہ جانے پولیس والے ہادی کے ساتھ کیا کر رہے ہوں گے۔" اُن کا دل بری طرح سے ڈوب رہا ہوتا ہے۔ اتنے میں گاڑی رکنے کی آواز آتی ہے۔ طارق صاحب اور میراب ہادی کو بھی اپنے ساتھ لے کے آئے ہوئے ہیں۔ وہ ہادی کو ساتھ دیکھنے کے بعد سکھ کا سانس لیتی ہے۔ طارق صاحب جیسے ہی اندر داخل ہوتے ہیں اُن کا ضبط جواب دے جاتا ہے۔ وہ پلٹ کر ہادی کو ایک زوردار دھکا دیتے ہیں۔ ہادی ایک جھٹکے سے صوفے پہ جا گرتا ہے۔ تبسم بیگم فوراً اُسے ہادی کی طرف لپکتی ہے)

تبسم بیگم: کیا ہو گیا ہے آپ کو طارق صاحب۔

طارق صاحب: (گرجدار آواز میں بولتے ہوئے) کیا ہو گیا ہے؟ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ یہ تمہارا برخوردار وہ (ہادی کی طرف اشارہ کہتے ہیں) یہ آج ڈکیتی کرتے ہوئے پکڑا گیا ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں پہلی بار اتنا شرمندہ ہونا پڑا ہے۔ میں طارق سلطان جسکی معاشرے میں ایک عزت ہے آج اسکے لیے ایک انسپکٹر کے آگے گڑگڑا کے آیا ہوں۔ منت کر کے آیا ہوں۔ میں تمھیں بتا نہیں سکتا مجھے کتنی ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

(تبسم بیگم سن کے جیسے سکتے میں آجاتی ہیں۔ وہ ہادی کی طرف پلٹتے ہوئے کہتی ہیں)

تبسم بیگم: ہادی یہ تم نے کیا کیا؟ پہلے تم نے گھر میں یہ کام کیا اور نوبت یہاں تک آ گئی کہ اب تم باہر بھی یہ کچھ کرنے لگ گئے ہو۔ کن لوگوں کے ساتھ ہوتے ہو آج کل۔

(ہادی ڈھٹائی سے اُنھیں دیکھتا ہوا اُٹھ کے اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے)

طارق صاحب: تم دیکھ رہی ہو؟ اس پہ کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

میراب: بابا میں کل سے ہی اسے اپنے ساتھ آفس لے کے جایا کروں گا۔ کل سے اسکی یونیورسٹی ختم۔

طارق صاحب: میں چاہ رہا ہوں کہ اسکو اس کے ماموں کے پاس کینیڈا بھیج دوں۔ یہ وہاں جائے گا تو وہیں سدھرے گا۔ میں مزید اسکو یہاں نہیں رکھ سکتا۔

میراب: لیکن بابا میری بات سنیں۔

طارق صاحب: میں کوئی بات نہیں سنوں گا۔ میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ اسے وہاں بھیجنے کا (وہ تبسم بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہتے ہیں) تم اپنے بھائی سے بات کر لینا۔ (اتنا

کہہ کے طارق صاحب اپنے کمرے کی طرف چلے جاتے ہیں)

تبسم بیگم: (میراب کی طرف دیکھتے ہوئے) یہ کیا ہو گیا ہے بیٹا میں ہادی کے بغیر کیسے رہوں گی؟

میراب: ماما ہمیں اُسکے فیوچر کے لیے کچھ تو کرنا پڑے گا۔ اور پلیز پاپا کو مزید پریشان نہیں کرنا۔ آپ جانتی نہیں اُنکی اپنی طبیعت کتنی خراب ہے۔

---

(عازل بھاگتا ہوا ہاسپٹل پہنچتا ہے۔ Reception سے نیہا کے روم کے بارے میں پتہ کر کے وہ فوراً وہاں پہنچتا ہے۔ ممتاز بیگم روم کے باہر ہی کھڑی رو رہی ہوتی ہیں۔ ماہین باجی اُن کو دلاسہ دیتے ہوئے اپنے آنسو بھی پونچھ رہی ہوتی ہیں۔ عازل گھبرایا ہوا اُن کے پاس آ کے پوچھتا ہے)

عازل: آنٹی کیا ہوا نیہا کو؟

ممتاز: کیا پوچھ رہے ہو کیا ہوا ہے؟ تم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی میری بیٹی کو یہاں (وہ ICU کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہیں) پہنچانے کی۔ جب وہ تمہیں یقین دلا رہی تھی۔ قسمیں کھا رہی تھی کہ وہ بے قصور ہے۔ تو تم نے کیسے اتنا پرانا ساتھ ایک چھوٹی سی بدگمانی میں آ کے ختم کر دیا۔ تم اُس سے بات تو کرتے اُسے اپنی صفائی کا موقع تو دیتے۔ لیکن تم نے سارے رابطے ختم کر دیے۔ سوچ سوچ کے وہ بیمار رہنے لگ گئی تھی۔ (وہ روتے ہوئے اس سے شکوہ کر رہی ہوتی ہیں)

ماہین: عازل تم نیہا کے بغیر اتنے دن کیسے رہ لیے؟ اُسے تو بہت مان تھا کہ عازل میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ممتاز: عازل میری بیٹی کی اس حالت کے ذمہ دار تم ہو۔ اگر اُسے کچھ ہو گیا تو میں

تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔

(عازل بہت زیادہ پریشان ہوتا ہے۔ وہ خاموشی سے اُن دونوں کی باتیں سن رہا ہوتا ہے۔ اتنے میں ڈاکٹر روم سے نکلتا ہے اور انھیں بتاتا ہے)

ڈاکٹر: شکر ہے کہ اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔ لیکن آپ سب نے بہت احتیاط کرنی ہے اُنھیں کسی قسم کی کوئی ٹینشن نہیں دینی۔ اور آپ میں سے کوئی ایک شخص جا کے ان سے مل سکتا ہے۔

(ماہین ممتاز بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہتی ہے)

ماہین: بہتر ہے امی آپ جا کے مل لیں۔

(عازل اُن سے ریکوسٹ کرتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: پلیز آنٹی میں جانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے جانے دیں۔

(دونوں خاموش ہو جاتی ہیں اور سوچتی ہیں کیا پتہ نیہا عازل کو اپنے سامنے دیکھ کر خوش ہو جائے)

(عازل روم میں داخل ہوتا ہے۔ نیہا نیم بے ہوشی میں بھی عازل کا نام لے رہی ہوتی ہے۔ عازل اُسکے منہ سے اپنا نام سن کے مزید شرمندہ ہو جاتا ہے۔ وہ خاموشی سے اُسکے پاس جا کے کھڑا ہو جاتا ہے اور اُسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگتا ہے۔ نیہا کے چہرے کے تو سارے رنگ ہی ماند پڑ چکے تھے۔ آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ نجانے کتنے دنوں وہ سوئی بھی نہیں تھی۔ نیہا کو جیسے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ آرام آرام سے اپنی آنکھیں کھولتی ہے۔ اُسکے سامنے عازل ہوتا ہے۔ بے یقینی سے اُسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اپنی نیہا

کو اس حال میں دیکھ کے عازل بھی برداشت نہیں کر پاتا اور رونے لگتا ہے۔

وہ نیہا کا ہاتھ تھام کے اُسکے پاس ہی بیٹھ جاتا ہے۔اور روتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: i am so sorry نیہا۔ میں نے تمہارا یقین نہیں کیا۔ اور آج تم میری وجہ سے اس حال تک پہنچ گئی ہو۔ نیہا اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہ کرتا (عازل کے آنسو نیہا کے ہاتھ پہ ٹپکنے لگتے ہیں)۔ نیہا پلیز مجھے معاف کردو۔ خدا جانے میں نے یہ سب تمہارے ساتھ کیسے کر دیا۔ بس اب کی بار معاف کردو۔ آج کے بعد عازل تم سے کبھی بھی دور نہیں ہوگا۔

(نیہا خاموشی سے اسکی باتیں سن رہی ہوتی ہے)

عازل: نیہا کچھ بولو ناں۔تم نے مجھے معاف کر دیا ہے؟

(اتنے میں نرس روم میں داخل ہوتی ہے وہ عازل کو کہتی ہے)

نرس: سر پلیز آپ انھیں زیادہ ڈسٹرب نہ کریں۔ یہ ابھی میڈیسن کے اثر میں ہیں۔ آپ باہر جا کے wait کریں۔

عازل نیہا کو چند لمحے دیکھنے کے بعد روم سے باہر چلا جاتا ہے۔

---

(ازنیٰ غصے سے بے قابو ہوتی اپنے کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ اپنے جوتے اتار کے پھینکتی ہے اور گلے میں پڑا نیکلس نوچ ڈالتی ہے۔ (وہ کمرے میں تیز تیز چلتے ہوئے سوچ رہی ہوتی ہے)

ازنیٰ: "عازل تم یہ سب میرے ساتھ کیسے کر سکتے ہو۔ میری اتنی انسلٹ تم کیسے کر سکتے ہو۔تم ہوتے کون ہو میرے ساتھ یہ سب کرنے والے۔تم نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے۔ کیا سمجھا ہے تم نے مجھے عازل۔ میں تمھیں بتاؤں گی کہ میں

ہوں کون؟ میں میں ازنیٰ شہباز ہوں جو کچھ بھی حاصل کر سکتی ہوں۔ تو تمہیں کیوں نہیں حاصل کر سکتی''۔

(وہ رک کے اپنا فون چیک کرتی ہے عازل نے ابھی تک اُس سے کوئی رابطہ نہیں کیا ہوتا۔ وہ حیران ہوتی ہے کہ عازل نے اُسے call back کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ وہ تشویش کا شکار ہوتی ہے۔ وہ عازل کو پھر سے کال کرتی ہے۔ دوسری بیل پہ ہی عازل فون اٹھالیتا ہے)

عازل: ازنیٰ سوری نیہا کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے میں ہاسپٹل میں ہوں۔

ازنیٰ: (بے یقینی سے) کیا؟

عازل: میں ہاسپٹل میں ہوں ازنیٰ۔ نیہا کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔ اتنا کہہ کے عازل فون بند کر دیتا ہے۔

(ازنیٰ حیرت سے بند فون کو دیکھتی ہے۔ اُسکا دماغ گھوم جاتا ہے کہ نیہا پھر سے واپس آ گئی ہے۔ وہ فون اُٹھا کے دیوار کے ساتھ پٹخ دیتی ہے۔ فون دیوار کے ساتھ لگ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کے زمین پہ آ گرتا ہے)

(ازنیٰ اپنے بال نوچتے ہوئے بڑبڑانے لگتی ہے)۔ ایسے کیسے یہ ہو سکتا ہے۔ کیسے؟ کیسے؟ کیسے؟ کیسے وہ واپس آ سکتی ہے؟

(وہ اپنے کمرے کے قالین پہ ہی بے سدھ سی بیٹھ جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو جھٹلا رہی ہوتی ہے کہ نہیں نیہا واپس نہیں آ سکتی۔ وہ بھلا کیسے آ سکتی ہے۔ اُن دونوں کا رشتہ تو ختم ہو گیا تھا۔ اسی تکرار میں وہیں قالین پہ بیٹھے بیٹھے ازنیٰ ساری رات گزار دیتی ہے)

---

(طارق صاحب آفس جانے کے لیے تیار ہو رہے ہوتے ہیں۔ اپنے سوٹ کے ساتھ کی میچنگ ٹائی سامنے نہ پا کے وہ تبسم بیگم کو آواز دینے لگتے ہیں۔ پھر تنگ آ کے خود ہی اپنی وارڈ روب سے ٹائی ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ اچانک اُن کی نظر میں وارڈ روب میں رکھی گئی اُن کی رپورٹس کے envelope پہ پڑتی ہے۔ وہ تجسس کا شکار ہوتے ہوئے وہ رپورٹس نکال کے پڑھنے لگتے ہیں۔ جیسے جیسے وہ رپورٹس پڑھتے رہتے ہیں اُن کے چہرے پہ پریشانی کے اثرات بڑھتے جاتے ہیں۔ وہ پاس پڑی کرسی پہ بمشکل بیٹھتے ہیں۔ وہ کپکپاتے ہاتھوں سے بار بار رپورٹس کو پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ایسے کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ سوچنے لگتے ہیں۔ نہیں نہیں مجھے برین ٹیومر نہیں ہوسکتا۔ میں کیسے سب کو چھوڑ کے جا سکتا ہوں۔ ابھی تو ہادی کا بچپنا بھی نہیں ختم ہو رہا۔ وہ کیا کرے گا۔ اور میراب، میراب اکیلا کیا کرے گا۔ اُف میرے خدا۔ وہ بے ساختہ اپنا سر پکڑ لیتے ہیں)

---

(ازنیٰ اپنے کمرے سے باہر ہی نہیں نکلتی اتنے میں شہناز کمرے کا دروازہ knock کرتی ہے۔ اور اندر داخل ہوتی ہے)

شہناز: بی بی جی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟ آپ پورا دن اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلیں اور نہ ہی آفس گئی ہیں۔ سب ٹھیک تو ہے نہ؟ (وہ تشویش کا شکار ہوتی ہے)

(ازنیٰ اداسی سے شہناز کی طرف دیکھتے ہوئے کہتی ہے)

ازنیٰ: ہاں میں ٹھیک ہوں۔ میرا کھانا روم میں لے آؤ۔

شہناز: جی بی بی ٹھیک ہے۔

(شہناز کے جانے کے بعد وہ سوچتی ہے "کہ کیا ہو گیا ہے ازنیٰ تم اتنی جلدی ہار نہیں مان سکتی۔ ابھی تو وہ صرف نیہا کے پاس گیا ہے۔ کونسا اُن دونوں نے

شادی کر لی ہے عازل تو تمہارا ہے صرف تمہارا۔ تم اتنی جلدی ہار نہیں مان سکتی نہ اپنی ایسی حالت کر سکتی ہو۔ تم تو بہت سٹرونگ ہو۔ تم نے تو ہر طرح کے حالات سے مقابلہ کیا ہے۔ تو یہ نیہا کیا چیز ہے۔ اسکو راستے سے ہٹانا کون سا مشکل کام ہے۔ اور اس دفعہ تو ایسا وار کرنا ہے کہ وہ کبھی بھی پلٹ کے نہ آ سکے۔ یہ سوچ کے جیسے اُس میں پھر سے لڑنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے)

---

(عازل اور ممتاز نیہا کو تھامے آرام آرام سے چلاتے ہوئے اُسے اُسکے کمرے تک لے کے آتے ہیں۔ عازل کے گھر والے بھی اُن کے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ ممتاز بیگم نیہا کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے اُسکے ماتھے کو چومتی ہیں اور عازل سے کہتی ہیں)

ممتاز بیگم: عازل مجھے اب نہ پتہ چلے کہ تم نے میری بیٹی کو تنگ کیا ہے۔ اگر ایسا کچھ بھی کیا تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔

عازل: نہیں نہیں امی۔ سوری بھئی (وہ نیہا کو دیکھتے ہوئے کہتا) سوری نیہا میں سب کے سامنے تم سے معافی مانگتا ہوں۔ (وہ اپنے دونوں کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے)

ممتاز بیگم: دیکھو بیٹا سب سے پہلے تو ایک دوسرے پہ یقین کرو۔ اگر ایسا کچھ بھی ہوتا ہے تو بیٹھ کے مسئلہ کو سلجھاؤ۔ ایک دوسرے کا اعتبار کرو۔ اِسطرح سے غلط فہمیوں کو اپنے رشتے میں آنے کی بالکل اجازت نہ دو۔

(نیہا عازل کی طرف دیکھ کے ادا سے منہ پھیرتی ہے اور بڑبڑاتی ہے) ''ہونہہ اب معافی مانگ رہے ہیں۔'' (عازل اسکی بات سن لیتا ہے اور کہتا ہے)

عازل: ہاں بالکل ابھی معافی مانگ رہا ہوں اور سب کے سامنے مانگ رہا ہوں۔

(وہ ڈھیٹوں کی طرح اُسکے سامنے کھڑا مسکرا رہا ہوتا ہے۔ نیہا بمشکل اپنی ہنسی

چھپاتے ہوئے کہتی ہے)

نیہا: اچھا اب کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔

عازل: اچھا تم کہتی ہو تو بیٹھ کے دیکھ لیتا ہوں۔ یہ کہہ کے عازل اُسکے سامنے کرسی پہ جا بیٹھتا ہے۔ سب اُسکی بات سن کے ہنسنے لگتے ہیں۔

دعا: بھابھی آپ کو پتہ ہے نہ اس friday کو میرا برتھ ڈے ہے۔ اور آپ نے بالکل ٹھیک ہونا ہے۔ اور اس بار تو میری برتھ ڈے پہ ایک گرینڈ پارٹی ہوگی۔ آپ کو بتا رہی ہوں آپ نے ضرور آنا ہے۔ (وہ پیار سے نیہا سے کہتی ہے)۔

عازل: (ہنستے ہوئے) ہاں بھئی اسکا برتھ ڈے بھی ہے۔ اور ہاں یاد آیا اُس دن چھٹی بھی ہے۔

سب یک زبان ہو کے پوچھتے ہیں۔ ''ہیں چھٹی کس بات کی؟''

عازل: اوہو آپ سب کو پتہ تو ہے ہمارے ملک میں جب بھی کوئی بڑا حادثہ پیش آتا ہے تو اُس دن چھٹی ہوتی ہے۔

(سب ایک ساتھ قہقہہ لگاتے ہیں۔ دعا بُرا سا منہ بنا کے عازل کو دیکھنے لگتی ہے)

---

(از نی ریڈی ہو کے آفس جاتی ہے۔ آج وہ خود کو جیسے ایک نئی جنگ کے لیے تیار کرتی ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے اُسے نیہا کو عازل کی زندگی سے نکالنا ہے۔ وہ آفس پہنچ کے عازل کے نمبر پہ کالز کرتی ہے۔ لیکن عازل اُس کا فون answer نہیں کرتا۔ دو بار کالز کرنے کے بعد وہ عازل کے آفس فون کرتی ہے۔ آفس فون کرنے پہ اُسے پتہ چلتا ہے کہ عازل تو دو دن سے آفس بھی نہیں گیا۔ وہ فون بند کر کے بے چین سی ہو جاتی ہے۔ اور سوچتی ہے کہ عازل کی ایسی بھی کیا مصروفیت ہے جو وہ ہر جگہ سے ہی غائب ہو گیا ہے۔ ایسا کیا چل رہا ہے اُسکی زندگی میں۔ وہ بے چینی سے اپنا

نچلا ہونٹ دانتوں میں دبانے لگتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ عازل کو پھر فون کرتی ہے۔ اب کی بار عازل فون اُٹھا لیتا ہے)

عازل: کیسی ہیں اذنی؟ آئی ایم سوسوری میں آپ کو بتا بھی نہیں سکا۔ میں actually بہت زیادہ بزی ہو گیا تھا۔ اسی لیے آپ سے بھی کوئی contact نہیں کر سکا۔ میں انشااللہ کل آفس آتا ہوں تو ہم پھر بات کرتے ہیں۔

(عازل اذنی کی بات سنے بغیر ہی اپنی مصروفیت کے بارے میں بتا دیتا ہے)

اذنی: ٹھیک ہے عازل۔ آپ اپنا خیال رکھیں۔ see you tomorrow

(فون بند کر کے جیسے وہ پرسکون سی ہو جاتی ہے کہ چلو کل عازل آفس آئے گا)

---

(شاہ میر اپنے کمرے میں ٹہل رہا ہوتا ہے۔ اُسکی پریشانی بڑھتی جا رہی ہوتی ہے۔ وہ سوچ رہا ہوتا ہے کہ "بابا کے آنے میں تو بس اب کچھ دن ہی باقی ہیں اور جب اُنھیں پتہ چلے گا کہ میں اب تک اذنی کو منا نہیں سکا تو وہ تو کسی سے بھی میری شادی کروا دیں گے۔ مجھے ایسا کیا کرنا چاہیے کہ اذنی مان جائے۔" وہ اپنے دماغ پہ زور ڈالتا ہے کہ کوئی تو ایسا سرا ہو جس سے وہ اذنی کو راضی کر سکے۔ وہ اُسے کیسے بتائے کہ وہ اُسکے بغیر کسی سے بھی شادی نہیں کر سکتا۔ وہ تھک ہار کے اپنے کمرے میں رکھے کاؤچ پہ جا بیٹھتا ہے۔ اُسکے سامنے اذنی اور اُسکا بچپن کا وہ منظر آ جاتا ہے جس میں وہ اور اذنی کھیل رہے ہوتے تھے وہ جان کے کہیں بھی چھپ جاتا تھا اور اذنی اُسے پاگلوں کی طرح پورے گھر میں ڈھونڈتی پھرتی تھی اور اُسکے نہ ملنے پر بُری طرح رونے لگتی تھی۔ شاہ میر وہ منظر یاد کر کے مسکرانے لگتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ "ہائے جو بچپن میں ہمیں حسرت سے دیکھتے تھے اب جوانی میں ہم اُنھیں حسرت سے دیکھ رہے ہیں۔")

---

(ازنیٰ آفس میں بیٹھی کچھ فائلز پہ سائن کر رہی ہوتی ہے۔ اسلم صاحب اُسکے پاس ہی کھڑے ہوتے ہیں۔ ساری فائلز پہ سائن کروانے کے بعد وہ اُنھیں اُٹھا لیتے ہیں اور پھر ازنیٰ سے کہتے ہیں)

اسلم صاحب: میڈم آج آپ نے شاپنگ مال والے پراجیکٹ کے سلسلے میں ریان صاحب کے آفس میٹنگ پہ جانا ہے۔

ازنیٰ: (موبائل فون استعمال کرتے ہوئے) اوکے۔

(اسلم صاحب آفس سے چلے جاتے ہیں)

(ازنیٰ عازل کو کال ملانے لگتی ہے۔ عازل اُسکا فون اُٹھاتا ہے۔ حال احوال پوچھنے کے بعد ازنیٰ عازل سے پوچھتی ہے)

ازنیٰ: عازل آپ کب تک آفس پہنچ رہے ہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ میٹنگ کے بعد میں بھی سائٹ وزٹ کرلوں تو آپ بھی وہاں آجایئے گا۔

عازل: سوسوری ازنیٰ۔ آج میں نہیں آپاؤں گا۔ میرے گھر میں ایک دو الیشوز ہیں تو میں آفس سے آج جلدی گھر واپس جاؤں گا۔

(عازل چاہ رہا ہوتا ہے کہ وہ نیہا کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارے تاکہ وہ جلد سے جلد صحت یاب ہوسکے۔ اور نیہا کی طبیعت دیکھ کر وہ جیسے سب کچھ بھول گیا ہوتا ہے)

(عازل اپنی بات جاری رکھتے ہوئے)

عازل: ''اوکے ازنیٰ پھر کل ملتے ہیں۔''

اتنا کہہ کے وہ فون بند کر دیتا ہے۔ ازنیٰ غصے سے سرخ ہو جاتی ہے۔ وہ اپنا موبائل اُٹھا کے آفس سے نکل جاتی ہے۔ اُسکے ہمراہ اسلم صاحب بھی

ہوتے ہیں۔ اُسے اب میٹنگ کے لیے زیان گروپ آف کمپنیز کی طرف جانا ہوتا ہے)

---

(ازنیٰ ریان کمپنی کے میٹنگ روم میں پہنچ جاتی ہے۔ اُسکے علاوہ بھی وہاں کافی لوگ موجود ہوتے ہیں۔ ازنیٰ کا موڈ سخت خراب ہوتا ہے۔ وہ اپنی کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کے بیٹھی اپنی انگلوں کو مسل رہی ہوتی ہے۔ ریان کمپنی کے مینیجر روم میں لگی بڑی سے LED پہ ازنی کی کمپنی کی طرف سے بھیجے گئے ڈیزائن کو اوپن کر کے اُس پہ briefing دے رہے ہوتے ہیں۔ ازنی کو اُن کی کسی بھی بات میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہوتا۔ اتنے میں مینیجر صاحب اُسے مخاطب کرتے ہیں)

مینیجر صاحب: میڈم آپ کے بھیجے گئے ڈیزائن میں کافی flaws ہیں۔ سوری ٹو سے (sorry to say) لیکن management کو آپ کا یہ ڈیزائن پسند نہیں آیا۔

ازنیٰ: (چونکتے ہوئے) کیا مطلب ہے آپ کا؟ آپ کو شہباز کمپنی کا ڈیزائن پسند نہیں آیا؟ (کمپنی کے CEO منور صاحب بھی وہاں موجود ہوتے ہیں وہ ازنیٰ کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں)۔

منور صاحب: جی میڈیم یہ ڈیزائن تو اب تھوڑا پرانا ہو چکا ہے۔ ہمیں اپنے شاپنگ مال کے لیے ایک یونیک ڈیزائن چاہیے تھا۔ جو کہ آپ کی کمپنی کا خاصہ ہے۔ ہم آپ سے بہت منفرد ڈیزائن expect کر رہے تھے۔

ازنیٰ: (اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے) تو پھر۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیسا ڈیزائن بنے؟

منور صاحب: میڈیم آپ کے پاس تو ایک سے ایک Architect ہے۔ آپ تو ہمیشہ نئے

آئیڈیاز مارکیٹ میں لائی ہیں۔ یہی سوچ کہ تو ہم نے یہ پراجیکٹ آپ کی کمپنی کو دیا تھا۔ anyways ہم نے اپنے Architect کے ڈیزائن کو فالو کرتے ہوئے ایک ماڈل تیار کروایا ہے۔ آپ پلیز اُسے دیکھ لیں اور اُسکے مطابق کام شروع کروادیں۔

ازنیٰ: (غصے سے اٹھ کھڑی ہوتی ہے) excuse me۔ یعنی کہ آپ میری کمپنی کے ہر employe کو ڈی گریڈ کر رہے ہیں۔ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ڈیزائن آپ کو پسند نہیں آیا اور وہ ایک پرانا ڈیزائن ہے۔

منور صاحب: میڈیم جو بھی ہے لیکن ہماری ٹیم ہمارے ہی ماڈل کو select کر چکی ہے تو آپ پلیز اُس پہ کام کریں اور پراجیکٹ کو جلد از جلد ختم کریں۔ (منور صاحب کا لہجہ کافی نرم ہوتا ہے)

ازنیٰ: کیا مطلب ہے آپ کا؟ آپ مجھے آرڈر دے رہے ہیں۔

منور صاحب: نہیں میڈم ریکویسٹ کر رہا ہوں۔ آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو ماڈل دکھاتا ہوں۔

(ازنیٰ تھوڑے آف موڈ کے ساتھ منور صاحب کے ساتھ ماڈل دیکھنے جاتی ہے۔ ایک الگ کمرے میں کرسٹل کا ماڈل واقعی بہت منفرد نظر آرہا ہوتا ہے۔ منور صاحب اُسے ماڈل دکھاتے ہوئے کہتے ہیں)

منور صاحب: "یہ دیکھیں میڈیم اسکو ماڈل کہتے ہیں۔ (اُن کے لہجے میں فخر ہوتا ہے) اور آپ کا ماڈل ہی پرانے ڈیزائن کا تھا۔

(ازنیٰ کا صبر اب جواب دے جاتا ہے۔ اس سے پہلے اُسکی کمپنی کے بارے میں کبھی کسی نے اتنی باتیں نہیں کی ہوتیں۔ اُسکی کمپنی تو شہر کی ٹاپ کمپنی

تھی۔ ازنیٰ غصے میں ماڈل کے پاس آتی ہے۔ اور جس میز پہ وہ ماڈل بہت خوبصورتی سے رکھا گیا ہوتا ہے اُسے زور سے دھکا دیتی ہے۔ میز اپنی جگہ سے سرک جاتی ہے۔ اور اوپر رکھا ہوا ماڈل اپنا بیلنس کھو دیتا ہے اور دھڑام سے زمین پہ گر کے کرچی کرچی ہو جاتا ہے)

ازنیٰ: تمھاری اتنی ہمت کہ تم اذنی شہباز کو بتاؤ کہ اُسے کیا کرنا ہے کیا نہیں۔

(وہ فرش پہ پڑے ہوئے ماڈل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہے) یہ لو میں نے تمہارے ماڈل کو فالو کر لیا ہے۔

(منور صاحب حیرت سے اِزنیٰ کو دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اُن کے لیے یہ سب نسبت غیر متوقع ہوتا ہے)

منور صاحب: (غصے سے) یہ کیا کیا ہے میڈم آپ نے؟

ازنیٰ: اس ماڈل کی قیمت کا چیک آ کے میری کمپنی سے لے لینا۔ اور ہاں میں یہ ڈیل کینسل کرتی ہوں۔ یہ کہہ کے ازنیٰ وہاں سے نکل جاتی ہے۔

(منور صاحب بھی اونچی آواز میں چیخ کے بولتے ہیں)

منور صاحب: ''ہماری کمپنی کو بھی کوئی شوق نہیں ہے آپ کے ساتھ کام کرنے کا۔ اتنے نان پروفیشنل لوگوں کے ساتھ۔۔۔ وہ پیچھے بولتے رہ جاتے ہیں)

(ازنیٰ اسلم صاحب کے ساتھ گاڑی میں جا کے بیٹھ جاتی ہے اُسکا موڈ پہلے سے زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ اسلم صاحب اُس کو کن اکھیوں سے دیکھ رہ جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اِسطرح کا غصہ تو میڈم کو پہلے کبھی نہیں آیا۔ نہ جانے آج کیا بات ہوئی ہے)

---

(میراب عیشاء کے ساتھ پھر لنچ پہ آیا ہوتا ہے۔ اب وہ اکثر لنچ عیشاء کے ساتھ ہی کرتا ہے۔ عیشاء بھی اب میراب کی پسندیدگی کو جان چکی ہوتی ہے۔ باوجود اس کے کہ میراب نے ابھی تک ظہار نہیں کیا ہوتا۔ میراب عیشاء سے کہتا ہے)

میراب: عیشاء بابا کی آجکل کچھ طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ وہ جیسے ہی کچھ بہتر ہوتے ہیں میں اُن سے ہم دونوں کی شادی کی بات کروں گا۔

عیشاء: (کھانا کھاتے ہوئے ایک دم شاک رہ جاتی ہے اُسے یقین نہیں آرہا ہوتا کہ میراب نے اُس سے کیا کہا ہے وہ حیرت سے پوچھتی ہے) سر آپ مجھے پرپوز کر رہے ہیں!

میراب: ہاں عیشاء میں تمہیں پرپوز کر رہا ہوں۔ جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تو مجھے تم اُسی وقت اچھی لگ گئی تھیں اور پھر جب تمہارے ساتھ time spend کرنے لگ گیا تو مجھے لگا کہ میں تمہارے ساتھ پوری زندگی گزار سکتا ہوں۔

(عیشاء حیرت سے پھٹی آنکھوں سے میراب کو دیکھتی رہ جاتی ہے)

---

(ازنیٰ اپنے کمرے میں بہت غصے سے داخل ہوتی ہے۔ وہ اپنا پرس بیڈ پہ پھینکتی ہے اور کرسی پہ بیٹھ جاتی ہے۔ بے چینی سے وہ اپنی ٹانگیں ہلانے لگتی ہے۔ اور خود کو cool down کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن اُس کا خود پہ جیسے کوئی بس نہیں چل رہا ہوتا وہ سوچنے لگتی ہے)

(ازنیٰ ازنیٰ یہ کیا ہو رہا ہے آج عازل کو پورے پانچ دن ہو گئے وہ مجھ سے ملا نہیں ہے اُس نے مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ وہ مجھے اِس قدر کیسے اگنور کر سکتا ہے۔ اتنی بار ہم ایک دوسرے سے ملے ہیں اتنا وقت ایک ساتھ گزارہ ہے۔ تو کیا ایک ملاقات بھی اُس پہ اثر انداز نہیں ہوئی؟ اُسے کیا میری کوئی فکر نہیں ہے؟ وہ سمجھ کیوں نہیں پا رہا کہ میرے دل میں اُسکے لیے کیا ہے؟ میرے دل کی کیا

کیفیت ہے میرے پہ اُسکے بغیر کیا گزر رہی ہے۔ وہ کرسی کہ hand rest کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے بے بسی سے سوچتی ہے)

---

(دعا پورے گھر میں خوشی سے گھوم رہی ہوتی ہے۔ عازل نے اُسکی برتھ ڈے کے لیے بہت اچھی ڈیکوریشن کروائی ہوتی ہے۔ جسکو دیکھ کے اُسکے تو پاؤں ہی نہیں زمین کو لگ رہے ہوتے۔ عازل اُسکی خوشی کو دیکھ کے خوش ہو رہا ہوتا ہے)

دعا: عازل بھائی بھابھی سے پوچھیں ناں کہ وہ کب تک آئیں گی؟

عازل: آجاتے ہیں دعا۔ تم تو بہت بے صبری ہو رہی ہو۔ ایسا کرو پہلے خود تو جا کے تیار ہو جاؤ۔

(دعا مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلی جاتی ہے)

---

(نیہا کافی دنوں کے بعد پورے دل سے تیار ہوتی ہے۔ لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامے کے ساتھ بلاشبہ وہ خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے)

(ممتاز بیگم تیار ہونے کے بعد نوید صاحب کے پاس آتی ہیں اور اُنھیں اُٹھاتے ہوئے کہتی ہیں)

ممتاز: اُٹھ جائیں آپ۔ سب تیار ہو چکے ہیں۔ بس آپ بھی جلدی سے change کرلیں تو پھر ہم نکلتے ہیں۔

(وہ بولتے بولتے نوید صاحب کے پاس آجاتی ہیں۔ اور اُنھیں بازو پکڑ کے جگانے کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ جیسے ہی اُن کی آنکھوں سے اُن کا بازو ہٹاتی ہیں۔ بے جان بازو، دھڑم سے بیڈ پہ آگرتا ہے۔ وہ گھبرا کے اُنھیں جھنجھوڑنا شروع کر دیتی ہے۔ نوید، نوید کیا ہوا ہے آپ کو؟ وہ اُنھیں بری طرح سے

جھنجھوڑ رہی ہوتی ہیں۔ اُن کی آواز آہستہ آہستہ (اونچی ہونے لگتی ہے اُن کی آوازیں سن کے نیہا اور ماہین بھاگتے ہوئے اُن کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں)۔

ماہین: امی کیا ہوا ہے؟

ممتاز: دیکھو، دیکھوناں تمہارے ابو کو کیا ہو گیا ہے۔

(نیہا اور ماہین بھاگتی ہوئی نوید صاحب کے پاس آتی ہیں۔ اُن کے بے جان وجود اُن میں سی کسی کی بھی چیخ و پکار نہیں سن رہا ہوتے)

---

(طارق صاحب بے سدھ سے اپنے بیڈ پہ لیٹے ہوتے ہیں۔ تبسم بیگم اُن کے پاس بیٹھی ہوتی ہیں۔ اور اُنھیں کہتی ہیں)

تبسم بیگم: آپ اس قدر دل پہ کیوں لے رہے ہیں۔ تبھی تو ہم سب کی کوشش تھی کہ آپ کو نہ پتہ چلے۔ نہ جانے کیسے اُس دن آپ نے وہ رپورٹس دیکھ لیں۔

طارق صاحب: مجھ سے اتنی بڑی بات نہیں چھپانی چاہیے تھی۔

تبسم بیگم: چھپا بھی تو آپ کے لیے رہے تھے۔ ہمارا تو سب کچھ آپ ہی ہیں۔

طارق صاحب: اگر میں اُس دن وہ رپورٹس نہ دیکھتا اور خود جا کے ڈاکٹر سے اپنی بیماری کی نوعیت نہ پوچھتا تو میں تو اُسے صرف سر درد ہی سمجھتا رہتا۔

تبسم بیگم رونے لگتی ہیں اور کہتی ہیں۔

تبسم بیگم: ''ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے بس آپ سوچنا چھوڑ دیں۔ پریشان نہ ہوں''۔

طارق صاحب: (اُٹھ کے بیٹھتے ہوئے) تبسم بیگم میں پریشان نہیں ہوں ایک نہ ایک دن تو

سب کو جانا ہی ہے۔ بس سوچتا ہوں بزنس کے حالات کافی خراب ہیں۔ میراب اکیلے کیا کرے گا۔ ہادی، ہادی کوتو اپنا خیال نہیں ہے وہ کب کسی اور کا سوچے گا۔ تمہارے بھائی کے پاس جانے کے بعد بھی مجھے اُس سے کوئی اچھی اُمید نہیں ہے۔

(طارق صاحب تبسم بیگم کو دیکھتے ہوئے دکھ سے بولنے لگتے ہیں)

طارق صاحب: ویسے تبسم زندگی میں مجھ سے بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں۔ مجھے شہباز کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

تبسم بیگم: لیکن آپ نے کیا غلط کیا ہے اُسکے ساتھ؟ اُس نے خود ہی ایسی عورت سے شادی کر لی تھی جو ہمارے خاندان کی نہیں تھی۔ تو یہ تو ہمارے خاندان کا اصول ہے۔ کبھی بھی کسی نے اپنے سے نیچے خاندان سے شادی نہیں کی۔

طارق صاحب: اتنا بڑا گناہ بھی نہیں تھا اُسکا۔ اُس نے نکاح کیا تھا۔ وہ میری بھابھی بن کے اس گھر میں آئی تھی۔ اور پھر شہباز کے جانے کے بعد ہم نے اُن کے ساتھ کیا کیا؟ اُنھیں پوچھا بھی نہیں۔ مجھے اُنکا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ اِزنیٰ اور عالیہ کو یہاں اپنے پاس لے کے آجانا چاہیے تھا۔ پھر اُن کے بزنس کو بھی میں سنبھال لیتا اور آج میراب اور اِزنیٰ کی شادی کروادیتا۔ تو سب کچھ کتنا اچھا ہوتا۔ آج مجھے بزنس کی بھی اتنی پریشانی نہ ہوتی۔ اِزنیٰ بھی اتنی ذہین ہے اُس نے اُس بزنس کو کہاں سے کہاں پہنچادیا ہے۔ سب ایسے ہو جاتا ہے ہم ایک فیملی کی طرح رہتے اور پھر ہماری کوئی بیٹی بھی نہیں تھی ہم اُسے بیٹی بنا کے رکھتے۔ لیکن تم نے مجھے اُس وقت ایسا کچھ کرنے ہی نہیں دیا کہ ان کی سردردی کون پالے گا۔ کاش اُس وقت تم مجھے کوئی اچھا فیصلہ کرنے دیتی تو

آج ہم اتنا برا نہ پھنستے۔

تبسم بیگم: آج سارا الزام مجھے دے رہے ہیں۔ آپ نے تو ہمیشہ ہمارے دلوں میں عالیہ کے لیے نفرت ہی ڈالی ہے۔ اور اب آپ کو یہ سب یاد آ رہا ہے۔ اتنی سمجھداری کا مظاہرہ آپ اس وقت کر لیتے۔ اب مجھے یہ سب سنانے کی کیا ضرورت ہے۔

طارق صاحب: چپ کرو تم۔ ہمیشہ میں نے تمہاری بات مانی ہے۔ اور تمہاری سن کے ہی میں آج یہاں پہنچا ہوں۔ کاش میں تمہاری ایسی کوئی بات نہ مانتا۔ میں کل ہی جاتا ہوں میراب کے لیے ازنیٰ کا رشتہ مانگنے۔

تبسم بیگم: (آنکھیں چڑھاتے ہوئے) آپ نے مانگ لیا اور اُنھوں نے دے دیا۔

طارق صاحب: وہ دیں نہ دیں میں جاؤں گا ضرور۔ میرے دِل میں بہت بوجھ میں ہے اُن کے گھر ضرور جاؤں گا۔

(تبسّم بیگم اُنہیں دیکھ کے سر ہلا کے رہ جاتی ہیں)

---

(نیہا کے گھر صفِ ماتم بچھی ہوتی ہے۔ نوید صاحب اِن سب کو روتا ہوا چھوڑ کے جا چکے ہوتے ہیں۔ جس گھر میں کچھ دیر پہلے زندگی دوڑ رہی تھی اب وہاں رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ زندگی بھی کتنی Unpredictable ہے ناں اگلے پل کیا ہو جائے کسی کو بھی نہیں معلوم)

(نوید صاحب کو یہ پہلا ہارٹ اٹیک تھا جو کہ آخری ثابت ہوا۔ اُن کا جنازہ صحن کے بیچ و بیچ رکھا ہوا تھا۔ اور آس پاس بیٹھی نیہا، ماہین اور ممتاز بیگم رو رو کے نڈھال ہو رہی تھیں۔ نوید صاحب چاہے بستر پر ہی تھے۔ لیکن ان عورتوں کے لیے بڑا سہارا تھے۔ ایک دم سے کتنی بڑی آفت آ پڑی اُن پہ۔ حسن بھائی بھی دور بیٹھے تڑپ رہے تھے۔ چونکہ نیہا کی شادی کے لیے چھٹی approve

کروائی تھی تو اب آنا اُن کے لیے کسی بھی طرح ممکن نہیں تھا۔ پردیس میں بیٹھے لوگ بھی تو اپنوں کے لیے کتنا ترستے ہیں۔ اور اب تو وہ اپنے باپ کے جنازے کو کندھا بھی نہیں دے سکتے تھے۔ عازل ہی اُن کے بیٹے کی جگہ سارے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ اتنے میں عازل سمیت نوید صاحب کے خاندان کے کچھ مرد جنازہ اُٹھانے صحن میں داخل ہوتے ہیں۔ صحن میں بیٹھی عورتیں ایک دم سے پھُوٹ پھُوٹ کے رونے لگتی ہیں۔ سب نوید صاحب کے آخری دیدار کے لیے آگے بڑھ بڑھ کے اُنہیں دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ عازل کی نظر نیہا پہ پڑتی ہے۔ اُسے آس پاس کا کوئی ہوش نہیں ہوتا۔ وہ غم سے نڈھال ہوئی ہوتی ہے۔ عازل کا بس نہیں چل رہا ہوتا کہ وہ نیہا کو اس غم کے کنوئیں سے کسی طرح نکال کے لے آئے ) (جنازے کا وقت ہو گیا ہوتا ہے۔ عازل اور نوید صاحب کے بھتیجے آگے بڑھ کے اُن کی چارپائی کو اُٹھا لیتے ہیں۔ کلمہ کی صدائیں گونجنے لگتی ہیں۔ اور نوید صاحب اپنی آخری منزل کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں )

---------------------------------------------

( اِزنیٰ عازل کو فون کرنے کے بعد اُس کے آفس پہنچ جاتی ہے۔ وہاں جا کے وہ Receptionist سے اُس کا پتہ کرتی ہے )

اِزنیٰ: عازل صاحب آفس میں ہیں؟

Receptionist: نہیں میڈم وہ تو نہیں آئے۔ اُن کی فیملی میں death ہو گئی ہے۔ اسی لیے۔

اِزنیٰ: Death۔۔کس کی؟

Receptionist: اُن کے father in law کی۔

اِزنیٰ: اُوہ۔ اِزنیٰ ایک دم سے پریشان ہو جاتی ہے۔ وہ خاموشی سے وہاں سے واپس آجاتی ہے۔

( گھر آکے بھی اِزنیٰ کی بے چینی کم نہیں ہوتی۔ اُس کے کانوں میں آوز گونج

رہی ہوتی ہے۔father in law کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔وہ سوچنے لگتی ہے کہ اِس کا مطلب ہے کہ نیہا کے باپ کی۔تو عازل اس وقت وہاں ہوگا؟ نیہا کے پاس اُسے حوصلہ دینے؟ ایسے تو نیہا اُس کے اور قریب ہوتی جارہی ہے۔ ایسانہ ہواسی ہمدردی میں وہ پھر سے عازل کے حواسوں پہ حاوی ہونے لگے۔وہ کمرے میں ٹہلنے لگتی ہے اور خود کلامی کرتے ہوئے کہتی ہے۔عازل مجھے تم سے ملنا ہوگا۔تمہیں بتاؤں گی تم میرے لیے کیا ہو۔ہوسکتا ہے کہ تم اپنے دل کی کیفیت مجھے نہ بتاسکو۔تواس لیے میں اپنے دل کی کیفیت تمہیں خود بتاؤں گی)

-----------------------------------

(عازل اپنے ماں، باپ کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا ہوتا ہے)

مشتاق صاحب: نوید بھائی کیسے اچانک سے سب کو چھوڑ کے چلے گئے۔ابھی تک یقین نہیں ہو رہا۔

عازل: جی ایک ہفتہ ہوگیا ہے اس سانحے کو۔اور میں اِتنے سے ٹائم نہ تو آفس جاسکا ہوں اور نہ ہی کسی سائٹ وزٹ پہ۔نیہا اتنی اپ سیٹ ہے کہ میں نے اُسے ٹائم دینا زیادہ ضروری سمجھا۔

عابدہ بیگم: ہاں یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔اُسے تمہاری بہت ضرورت تھی۔رو رو کے تو وہ ندھال تھی۔پہلے ہی اُس کی طبیعت ٹھیک سے سنبھلی نہیں تھی پھر اتنا بڑا دُکھ۔

عازل: ہم مم۔بس اب کل سے میں آفس جاؤں گا۔

عابدہ بیگم: مجھے کل ہی ممتاز کہہ رہی تھی کہ اب نوید کے بعد دو جوان لڑکیوں کا ساتھ کافی مشکل ہوگیا ہے تو آپ جلد سے جلد اپنی امانت کو لے جائیں۔

عازل: امی ٹھیک ہے۔وہ جو بھی ٹائم دیتی ہیں آپ اُنہیں ہاں کر دیں۔

عابدہ بیگم: ٹھیک ہے بیٹا میری بھی یہی مرضی تھی۔ کہ اب وہ نیہا کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

---

(اِزنیٰ عازل کو فون کرتی ہے۔ عازل پہلی بیل پہ ہی اُس کا فون اُٹھا لیتا ہے۔ اور فوراً سے بولنے لگتا ہے)

عازل: اِزنیٰ سوسوری۔ مجھے پتہ ہے آپ مجھ سے بہت ناراض ہوں گی۔ لیکن میں کیا بتاؤں فیملی میٹرز میں اتنا stuck ہو گیا تھا کسی سے بھی contact نہیں کر سکا۔ سوری اِزنیٰ I know آپ غصے میں ہوں گی۔

اِزنیٰ: غصّے میں تو میں ہوں۔ آپ پورے بائیس دن سے غائب ہیں۔ نہ کوئی فون نہ کوئی میسج۔ at least مجھے بتانا تو چاہیئے تھا۔

عازل: سوری اِزنیٰ وہ نیہا کے فادر کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔

اِزنیٰ: (نارمل طریقے سے) so sad۔ اچھا تو آپ آفس کب آرہے ہیں؟

عازل: میں کل آفس آرہا ہوں۔

اِزنیٰ: ٹھیک ہے پھر میں آپ کو ایک لوکیشن send کروں گی۔ کل آفس کے بعد وہاں آجائیے گا۔

عازل: کیوں خیریت؟

اِزنیٰ: آپ کل آئیں گے تو بتاؤں گی ناں۔ آپ اپنا خیال رکھیئے گا۔ اللہ حافظ۔

(وہ اتنی بات کر کے فون بند کر دیتی ہے۔)

---

(سکندر صاحب جیسے ہی گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ شاہ میر بے چینی سے اُن کا انتظار کر رہا ہوتا

ہے۔ ڈرائیور کو ائیر پورٹ بھیجنے کے بعد وہ آفس میں ایک میٹنگ کے بعد گھر ہی آجاتا ہے۔ وہ سکندر صاحب کو مضبوطی سے گلے لگاتا ہے۔ اور کچھ دیر اسی طرح رہنے کے بعد وہ اُنھیں دیکھتے ہوئے کہتا ہے)

شاہ میر: بابا آپ کو بہت مِس کیا میں نے۔

سکندر صاحب: میں نے بھی اپنے بیٹے کو بہت مِس کیا۔ (اور پیار سے اُس کا گال تھپتھپاتے ہیں۔)

شاہ میر: How was your trip and meetings

وہ اُن کے ساتھ چلتے چلتے اُن سے پوچھتا ہے۔

سکندر صاحب: wonderful.Everthing was good

شاہ میر: چلیں آپ فریش ہو جائیں پھر ساتھ میں ڈنر کرتے ہیں۔

سکندر صاحب: (مسکراتے ہوئے) ٹھیک ہے بیٹا۔ وہ اتنا کہہ کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔

---

(عازل اِزنیٰ کی بھیجی ہوئی لوکیشن پہ پہنچتا ہے۔ وہ آج بھی ساحلِ سمندر پہ اُسے بلاتی ہے۔ عازل وہاں پہنچ کے مسکرانے لگتا ہے اُسے لگتا ہے۔ اِزنیٰ کو آج پھر ساحل پہ کچھ وقت گزارنا ہوگا۔ اِزنیٰ کی گاڑی وہیں ساحل پہ کھڑی ہوتی ہے۔ لیکن اِزنیٰ اُسے کہیں نظر نہیں آتی۔ وہ اِزنیٰ کو فون کرتا ہے تو اِزنیٰ اُسے cruise میں آنے کو کہتی ہے۔ وہ جیسے ہی کروز میں پہنچتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ کروز کا ایک حصہ ساری جگہ سے separate کیا گیا ہوتا ہے۔ اُسے بہت ہی خوبصورت پھولوں سے سجایا ہوا ہوتا ہے۔ واکنگ ٹریک کو سرخ پھولوں کی پتیوں سے آراستہ کر کے ایک خوبصورت سے دیوان کی طرف لے کے جایا گیا ہوتا ہے۔ دیوان پہ پڑی ستاروں سے بھری

چادر رات میں اور بھی خوبصورت لگ رہی ہوتی ہے۔ وہ حیرت سے چلتا ہوا وہاں تک پہنچتا ہے اُسے سمجھ نہیں آ رہا ہوتا کہ یہ سب کس لیے ہے۔ مدھم سی روشنی میں بیٹھی اِزنیٰ اُس کی راہ تک رہی ہوتی ہے۔ اُسے دیکھ کے ایک دم کھڑی ہو جاتی ہے۔ عازل چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد اُس سے پوچھتا ہے)

عازل: یہ سب کس لیے؟

(اِزنیٰ خوبصورت سے ڈریس میں دھیرے دھیرے چلتی ہوئے اُس کے پاس آتی ہے)

اِزنیٰ: عازل یہ سب آپ کے لیے ہے۔

عازل: میرے لیے؟ لیکن کیوں؟ اِس سے پہلے کہ اِزنیٰ کوئی جواب دیتی عازل کا فون بجنے لگتا ہے۔

(نیہا کا نام دیکھ کر وہ فوراً سے فون اُٹھا لیتا ہے۔ اور نیہا سے بہت پیار سے بات کرنے لگتا ہے۔ اُس کے لہجے سے صاف چھلک رہا ہوتا ہے کہ وہ نیہا کے لیے زیادہ فکرمند ہے۔ اِزنیٰ کچھ دیر صبر سے اُس کی باتیں سنتی رہتی ہے پھر جا کے ٹیبل پہ بیٹھ جاتی ہے۔ عازل نیہا سے باتیں کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ اِزنیٰ کے لیے سب برداشت سے باہر ہوتا جا رہا ہوتا ہے۔ وہ ٹیبل پہ پڑی چھُری اُٹھا کے اُسے اتنی مضبوطی سے پکڑتی ہے کہ چھُری اُس کے ہاتھوں میں گھُسنے لگتی ہے۔ خون کا ایک فوارہ سا نکلنے لگتا ہے۔ اِزنیٰ کو ذرہ برابر تکلیف محسوس نہیں کرتی۔ اُسے اِس وقت تکلیف صرف عازل کے لہجے میں نیہا کے لیے محبت دیکھ کے ہو رہی ہوتی ہے۔ خون تیزی سے ٹپکنے لگتا ہے۔ باتیں کرتے ہوئے عازل کی نظر اِزنیٰ کے ہاتھ کی طرف پڑتی ہے۔ وہ کال

بند کر کے فوراً سے اُس کی طرف بھاگتا ہے اور چھری اُس کے ہاتھ سے لے کے دور پھینکتا ہے )

عازل: ازنیٰ یہ کیا کیا آپ نے ؟ کتنا زیادہ خون بہہ رہا ہے۔(وہ پریشانی سے اُس کا ہاتھ تھامے اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے کہ اب ازنیٰ کے ہاتھ سے بہتا خون کیسے روکا جائے )اِتنا زیادہ ہاتھ کاٹ لیا آپ نے۔وہ واقعتا کافی پریشان ہو جاتا ہے۔

ازنیٰ: (دوسرے ہاتھ سے عازل کو پیچھے ہٹاتے ہوئے )''جب میں جدائی کاٹ سکتی ہوں تو اپنا ہاتھ کیوں نہیں''۔عازل یہ تو بہت معمولی سی بات ہے۔

عازل: (چونکتے ہوئے )جدائی ؟

ازنیٰ: (چلاتے ہوئے ) ہاں ہاں جدائی۔تمہاری جدائی عازل۔کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ میں کیوں تم پہ اتنی مہربان ہوں۔تمہیں کبھی میری آنکھوں میں اپنے لیے محبت نظر نہیں آئی ؟

عازل: محبت ؟ لیکن مجھے تو لگتا تھا کہ ہم اچھے دوست ہیں۔

ازنیٰ: دوست ؟ نہیں عازل میں تم شدید محبت کرتی ہوں۔تمہیں میری محبت کا میری عنایتوں سے اندازہ ہو جانا چاہیئے تھا۔

عازل: لیکن میرے دل میں ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے۔آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔

ازنیٰ: نہیں عازل اپنے دل میں جھانکو تم بھی مجھ سے محبت کرتے ہو۔

عازل: (جواب میں چلاتے ہوئے ) نہیں ہے مجھے آپ سے محبت میں صرف نیہا سے پیار کرتا ہوں۔آپ شاید بھول رہی ہیں کہ ہم دونوں کی بہت جلد شادی

ہونے والی ہے۔

(اِزنیٰ غصّے اور بے بسی سے اُس کے پاس آتی ہے۔ خون مسلسل اُس کے ہاتھ سے بہہ رہا ہوتا ہے۔ وہ عازل کو اُس کے کوٹ کے کالر سے پکڑے ہوئے کہتی ہے)

اِزنیٰ: یہ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو عازل۔ تم مجھے چھوڑ کے نہیں جا سکتے۔ تم مجھے چھوڑ ہی نہیں سکتے۔ تم نیہا سے محبت نہیں کرتے۔ تم صرف مجھ سے محبت کرتے ہو۔

عازل: (اُس کا ہاتھ اپنے کالر سے چھڑاتے ہوئے) کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ یہ کس قسم کا پاگل پن ہے؟

اِزنیٰ: عازل میں تم سے بے پناہ محبت کرتی ہوں اور یہ ہی میرا پاگل پن ہے۔ تم میری طرف دیکھو۔ دیکھو تمہاری آنکھوں میں مجھے اپنے لیے محبت صاف نظر آ رہی ہے۔ (اِزنیٰ دیوانوں کی طرح بولے جا رہی ہوتی ہے)

عازل: (اُسے جھٹکے سے پیچھے ہٹاتا ہے) ایسا کچھ نہیں ہے اِزنیٰ میڈم۔ (وہ جیسے چبا چبا کر بولتا ہے)

اِزنیٰ: تم میری محبت کی توہین کر رہے ہو عازل۔ تمہیں پتہ ہے عازل ''محبت ایک انگارے کی طرح ہوتی ہے۔ جو جلتا بھی ہے اور جلاتا بھی''۔

عازل: تو آپ مجھے دھمکا رہی ہیں؟ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میری زندگی میں صرف نیہا ہے۔ اِس کے علاوہ کوئی نہیں۔ اور آپ کو تو میں ایک اچھا دوست سمجھتا تھا۔ اِس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اتنا کہہ کے عازل وہاں سے جانے لگتا ہے۔ اِزنیٰ فوراً سے آگے بڑھ کے اُسے روکتے ہوئے کہتی ہے۔

اِزنیٰ: عازل پلیز مجھے ایسے چھوڑ کے مت جاؤ۔ مجھے اتنا ویران مت کرو۔ میں

بالکل خالی ہو جاؤں گی۔ میرے پاس تمہارے علاوہ جینے کی اور کوئی وجہ نہیں ہے۔

(ازنیٰ یہ کہہ کے بے بسی سے روتے ہوئے گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتی ہے۔ اور عازل سے کہتی ہے)

ازنیٰ: عازل میں تمہاری منت کرتی ہوں۔ میں ازنیٰ شہباز آج کسی کے سامنے اتنی بے بس اور مجبور ہو گئی ہوں کہ تم سے یہ request کرتی ہوں کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ عازل پلیز وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہتی ہے۔

عازل: اِزنیٰ آپ ابھی اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہیں۔ میں آپ سے پھر بات کروں گا۔

(عازل وہاں سے چلا جاتا ہے۔ اِزنیٰ اُسی طرح بیٹھے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتی ہے۔ عازل کے جانے کے کچھ دیر تک کریم بابا باہر ہی اِزنیٰ کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ تھوڑی دیر اور انتظار کرنے کے بعد کریم بابا گُروز میں جا کے اِزنیٰ کو ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ دور بیٹھی اِزنیٰ اُنہیں پھوٹ پھوٹ کے روتی دکھائی دیتی ہے۔ کریم بابا اُس کی اِس حالت پہ سرد آہ بھر کے رہ جاتے ہیں)

---

(عازل بہت عجیب سی کشمکش میں گھر واپس آتا ہے۔ اُسے یقین نہیں آرہا ہوتا کہ ازنیٰ اُس سے یہ سب کہے گی۔ اُس کے فون پہ بار بار نیہا کی کالز آرہی ہوتی ہیں وہ اُن کا بھی جواب نہیں دیتا۔ بلکہ اپنا فون silent پہ لگا دیتا ہے۔ وہ اپنا سر پکڑ کے بیٹھا مسلسل یہ سوچ رہا ہوتا ہے کہ آج جو کچھ بھی ہوا کیا وہ سچ تھا لیکن کیسے؟ اُس نے تو کبھی بھی اِزنیٰ کے بارے میں ایسا کچھ نہیں سوچا تھا وہ تو بہت

عزت کرتا تھا اُن کی۔ اور وہ اُس کے لیے اِس قدر پاگل اور جنونی ہیں اُسے یقین نہیں آ رہا ہوتا۔ وہ اُن کے جنون سے بھی خوفزدہ ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ کس قدر جنونی ہے وہ گھبراہٹ میں اُٹھ کے ٹہلنے لگتا ہے)

---

(کریم بابا اپنے کوارٹر میں لیٹے ہوتے ہیں۔ اِزنیٰ کا روتا ہوا چہرہ اُن کی آنکھوں کے سامنے آ رہا ہوتا ہے۔ عازل کے لیے اُن کی محبت اُنہوں نے اِزنیٰ کی آنکھوں میں دیکھ رکھی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ وہ عازل کو کس قدر چاہتی ہے۔ اور اِزنیٰ کا بچپن بھی تو اُن کے سامنے گزرا تھا۔ اپنوں کی محبت کو ترسا ہوا بچپن۔ کیسے وہ لان کے پودوں کے پیچھے چھپ چھپ کے رویا کرتی تھی اور اُسے خاموش کروانے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ اُس کا حق تھا کہ اُسے بھی زندگی میں خوشیاں ملیں۔ جن کے لیے وہ ساری عمر تڑپی ہے۔ وہ دل سے اِزنیٰ کے لیے دعا کرتے ہیں۔ ''یا اللہ اِس دفعہ اِزنیٰ بی بی کے حصّے کی خوشیاں اُنہیں دے دینا۔ عازل اُن کی خوشی ہے اُسے اُن سے مت چھیننا''۔ وہ سوچتے ہیں کہ کاش میں اُن کے لیے کچھ کرسکتا۔ کاش میں اِس قابل ہوتا کہ اُن کے حصے کی خوشیاں اُن کی جھولی میں ڈال دیتا)

(کریم بابا سوچتے رہ جاتے ہیں کہ وہ اِزنیٰ کے لیے کیا کریں؟)

---

(نیہا اپنی امیّ اور ماہین باجی کے ساتھ بیٹھی شادی کی تیاریوں کے بارے میں باتیں کر رہی ہوتی ہیں۔ شادی چونکہ اب سادگی سے کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے وہ لوگ اُس کے مطابق اہتمام کرنے کا سوچ رہے ہوتے ہیں)

ممتاز بیگم: بس اپنے بہت ہی قریبی رشتہ داروں کی لسٹ بنانی ہے۔ بس سوچ سمجھ کے بنا لینا اور کوئی رہ نہ جائے۔ اور ہاں نیہا بیٹا (وہ نیہا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتی

ہیں) تم بھی ایک بار دیکھ لو کہ کیا چیزیں رہ گئیں ہیں۔ میں چاہ رہی ہوں کہ حسن کے آنے سے پہلے تمہاری ساری شاپنگ مکمل ہو جائے۔ پھر جب حسن آئے تو یہ بازاروں کے چکر کم سے کم ہی لگیں۔ ویسے بھی وہ شادی سے چار دن پہلے ہی تو آ رہا ہے۔

نیہا: ٹھیک ہے امی میں دیکھ لیتی ہوں۔ بس کسی دن عازل فری ہو تو اُس کے ساتھ جا کے فرنیچر select کر لوں۔

(ماہین باجی بھی کاغذ اور پین لے کے مہمانوں کی لسٹ بنانے میں مصروف ہوتی ہیں)

---

(ہادی اپنے سوٹ کیس کے ساتھ بالکل ریڈی ہوتا ہے۔ طارق صاحب سے ملتے ہوئے وہ اُنہیں شکوہ بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہتا ہے)

ہادی: بابا آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ میرے یونیورسٹی کے بس دو لاسٹ سمسٹر رہتے تھے وہ complete ہو جاتے تو مجھے ڈگری مِل جاتی۔

طارق صاحب: (اپنا دل سخت کیے ہوئے کہتے ہیں) میں تم پہ مزید یقین نہیں کر سکتا تم نے اپنی زندگی کے نجانے کتنے ہی سال ضائع کر دیئے ہیں پڑھائی کے نام پہ۔ میں نہیں چاہتا کہ اب تمہارا مزید وقت ضائع ہو۔ اور پھر تمہارا وہاں ایڈمشن بھی تو ہو رہا ہے۔

ہادی: تو اُس کے لیے پھر سے کتنے سال ضائع ہوں گیں ناں بابا؟

طارق صاحب: سال ضائع نہیں ہوں گے اب یہ سال تمہارے مستقبل کے لیے بہتر ہوں گے۔

(ہادی تبسّم بیگم سے ملتا ہے تو وہ رونے لگتی ہیں۔ ملازم اُس کا سامان گاڑی میں رکھ چکے ہوتے ہیں۔ ہادی طارق صاحب سے ملے بغیر باہر کی طرف جانے لگتا ہے تو تبسّم بیگم اُسے آواز دیتی ہیں)

تبسّم بیگم: ہادی بابا سے مِل جاؤ۔

ہادی: ماما مجھے جس سے ملنا تھا میں مِل چکا ہوں۔ یہ کہہ کے وہ باہر نکل جاتا ہے۔ میراب گاڑی میں ہی اُس کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔

(طارق صاحب گلاس ڈور سے اُسے دیکھتے ہوئے کہتے ہیں)

طارق صاحب: کتنی محنت کی ہے میں نے اپنی اولاد کے لیے لیکن اولاد کبھی بھی ماں باپ سے راضی نہیں ہوتی۔

(تبسّم بیگم پاس کھڑی افسردہ سی ہادی کو جاتے ہوئے دیکھ رہی ہوتی ہیں)

-------------------------------------

(عازل خود کو کافی نارمل کر کے سائٹ وزٹ کے لیے جاتا ہے۔ اِزنیٰ بھی وہاں آئی ہوتی ہے۔ عازل کافی فارمل طریقے سے اِزنیٰ سے سلام کرتا ہے۔ اِزنیٰ بھی خاموشی سے سر ہلا دیتی ہے۔ سائٹ کے بارے میں تھوڑی سی ڈسکشن کے بعد وہ وہاں پڑی کرسیوں پہ بیٹھ جاتے ہیں۔ عازل اِزنیٰ کے ہاتھ پہ بندھی پٹی دیکھ کے اُس سے کچھ نہیں پوچھتا۔ تھوڑی دیر بعد کہتا ہے ''کچھ منگواؤں آپ کے لیے؟'' اِزنیٰ نفی میں سر ہلا دیتی ہے۔ تھوڑی دیر دونوں میں خاموشی کا وقفہ رہتا ہے۔ اُس کے بعد اِزنیٰ عازل سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: کیا سوچا پھر آپ نے؟

عازل: (حیرت سے) کس بارے میں؟

اِزنیٰ: میرے بارے میں۔ میرے پرپوزل کے بارے میں۔

عازل: میں اِس بارے میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں اس ٹاپک پہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ اور اگر آپ نے اسی قسم کی باتیں کرنی ہیں تو مجھے لگتا ہے میں آپ کے ساتھ یہ پراجیکٹ جاری نہیں رکھ سکوں گا۔ (عازل کا لہجہ نرم لیکن الفاظ سخت ہوتے ہیں)

اِزنیٰ: (طنزیہ کہتے ہوئے) ٹھیک ہے آپ کینسل کر دیں۔ لیکن جو آپ نے 50٪ ایڈوانس لیا تھا وہ آپ کو واپس کرنا پڑے گا؟

عازل: کیا مطلب؟

اِزنیٰ: لگتا ہے ڈیل پہ سائن کرتے وقت آپ نے Regulations Rules نہیں پڑھے تھے اُس میں یہ لکھا تھا پراجیکٹ مکمل نہ کرنے کی صورت میں 50٪ واپس کمپنی کو دینا ہوگا۔ 50٪ کا 50٪۔ مطلب کل پیمنٹ

عازل: اچھا اگر ایسا ہے تو پھر یہ میرا آپ کے ساتھ last project ہے۔

(اتنا کہہ کے عازل وہاں سے اُٹھنے ہی لگتا ہے کہ اِزنیٰ اُسے بازو سے پکڑ لیتی ہے۔ اور اُس سے پوچھتی ہے)

اِزنیٰ: عازل کیا تمہیں سچ میں لگتا ہے کہ تم میرے بغیر رہ لو گے؟

عازل: آپ کیوں اِس قدر خوش فہمی میں رہتی ہیں؟

اِزنیٰ: میں خوش فہمی میں نہیں رہتی۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیوں کہ محبت کے دو ہی اصول ہوتے ہیں۔ ''یا تو آپ محبوب کے ہو جائیں یا پوری طرح سے محبوب آپ کا ہو جائے''۔ تو میں پوری طرح سے تمہاری ہو گئی ہوں۔ اور میں جانتی ہوں کہ مرد اُس عورت کے بغیر بالکل نہیں رہ سکتا جو پوری طرح سے صرف اُسی کی ہو۔

عازل: آپ شاید اپنی حد سے بڑھ رہی ہیں۔

اِزنیٰ: (عازل کے قریب آتے ہوئے) محبت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ محبت تمام حدوں کو پار کر کے کی جاتی ہے۔ محبت کو اگر محدود کر لیا جائے تو وہ گلے کا طوق بن جاتی ہے۔ محبت نہیں رہتی۔

(عازل اِزنیٰ کی بات سن کے خاموشی سے اپنی گاڑی کی چابی اُٹھاتا ہے۔اور وہاں سے چلا جاتا ہے)

---

(عالیہ بیگم اپنے ڈرائینگ روم میں بیٹھے طارق صاحب کو حیرت سے دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ طارق صاھب سر جھکائے خاموشی سے بیٹھے ہوتے ہیں۔ شہناز اُن کے آگے چائے سرو کر رہی ہوتی ہے)

(عالیہ بیگم طارق صاحب سے کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: اِتنے عرصے بعد آئے ہیں آپ۔ ابھی تو چائے پیئیں۔لیکن کھانا بھی ہمارے ساتھ کھا کے جایئے گا۔

طارق صاحب: (حیرت سے اُنہیں دیکھتے رہ جاتے ہیں پھر بمشکل بولتے ہیں) مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں بات کہاں سے شروع کروں۔ میں کہاں سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کروں۔

عالیہ بیگم: بھائی صاحب ایسا کرتے ہیں کہ کوئی بھی پرانی بات شروع ہی نہیں کرتے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ پرانی باتوں سے پھر سے دِل خراب ہوں گے۔ تو ہم آج کی بات کیوں نہ کریں۔ جو پہلے ہو چکا ہے میں بھول چکی ہوں آپ بھی بھول جائیں۔

طارق صاحب: (شرمندہ ہوتے ہوئے) یہ تو آپ کا بڑا پن ہے۔آپ کی اچھائی ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ شہباز نے آپ سے شادی کی۔لیکن یہ بات ہم نہیں جان سکے۔

(عالیہ بیگم یہ سن کر خاموشی سے سر جھکا لیتی ہیں)

طارق صاھب: بس ایک اور بڑا پن دکھا دیں مجھے آپ دل سے معاف کریں۔میرے دِل پہ بہت بوجھ ہے۔

(عالیہ بیگم اس بات کا کوئی جواب نہیں دیتی اور طارق صاحب سے پوچھتی ہیں)

عالیہ بیگم: بھابھی اور بچے کیسے ہیں؟

طارق صاحب: ہاں اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہیں۔ (طارق صاحب گلا صاف کرتے ہوئے) مجھے لگتا ہے کہ پرانے گِلے شکوے ختم کرنے کا بس ایک ہی راستہ ہے۔کہ ہمارا رشتہ اب ایک اور نئے رشتے میں بندھ جائے۔

(عالیہ بیگم نہ سمجھی سے اُنہیں دیکھنے لگتی ہیں)

(طارق صاحب اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں) میرا مطلب ہے میں میراب کے لیے اِزنیٰ کا ہاتھ مانگنا چاہتا ہوں۔

(عالیہ بیگم اُن کی بات کر حیران رہ جاتی ہیں اور پوچھتی ہیں۔''اِزنیٰ کا؟'')

طارق صاحب: ہاں اِزنیٰ کو اپنے میراب کے لیے مانگنا چاہتا ہوں۔

(عالیہ بیگم اُنہیں حیرت سے دیکھتی رہ جاتی ہیں۔اتنے میں باہر سے اِزنیٰ کی آواز آتی ہے وہ شہناز سے پوچھ رہی ہوتی ہے)

اِزنیٰ: شہناز! کون آیا ہے؟

شہناز: بی بی جی آپ کے تایا طارق صاحب آئے ہیں۔

اِزنیٰ: (حیران ہوتے ہوئے) میرے تایا؟ لیکن وہ کیوں آئے ہیں۔ وہ فوراً سے ڈرائینگ روم میں داخل ہوتی ہے۔ (طارق صاحب اُسے دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور خوشی سے کہتے ہیں)

طارق صاحب: اِزنیٰ میرا بچہ۔ میں تمہیں کتنے عرصے بعد دیکھ رہا ہوں۔

اِزنیٰ: (اُنہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھتی ہے) آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟

عالیہ بیگم: بیٹا ایسے نہیں پوچھتے۔ تایا ہیں تمہارے۔ اتنے عرصے بعد آئے ہیں جا کے ملو اُن سے۔

اِزنیٰ: ماما اس گھر میں سارے رشتے ایسے کیوں ہیں کہ اُنہیں مجھے یاد کرانا پڑتا ہے کہ وہ میرے کیا ہیں۔

طارق صاحب: (شرمندہ ہوتے ہوئے) میں جانتا ہوں بیٹا کہ تمہیں مجھ سے بہت شکایتیں ہیں۔ لیکن بیٹا میں وہ شکایتیں اب دور کرنا چاہتا ہوں۔

اِزنیٰ: آپ ہم سے دور ہی اچھے ہیں۔ ہم آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے۔ جب بابا کو آپ کی ضرورت تھی۔ ہمیں آپ کی ضرورت تھی تو آپ کہاں تھے۔ لیکن اب آپ آ گئے جب کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمیں آپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں البتہ آپ کو ہماری ضرورت ہو کیوں کہ مطلب کے بغیر تو آپ کسی کو سلام بھی نہیں کرتے۔ یہ تو آپ کا خاندانی طریقہ ہے۔

عالیہ بیگم: (ڈانٹتے ہوئے) اِزنیٰ تم بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔ یہ تمہارے باپ کا خاندان ہے۔

اِزنیٰ: بالکل ماما۔ میرے باپ کا بھی یہی خاندان تھا لیکن وہ اِن جیسے احسان فراموش نہیں تھے۔ خیر آپ آئے کیوں ہیں؟ جائیں یہاں سے۔

عالیہ بیگم: (شرمندہ ہوتے ہوئے) اِزنیٰ وہ ہم سے ملنے آئے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ کھانا کھا کے جائیں گے۔

اِزنیٰ: کیا؟ یاد ہے نہ کہ یہ تو کہہ کے گئے تھے کہ اس گھر کا پانی بھی نہیں پئیں گے۔ بڑی بات ہے۔

عالیہ بیگم: بیٹا تمہارے تایا بیمار رہیں کافی۔

(اِزنیٰ طنزیہ بولتے ہوئے شہناز کو آواز دیتی ہے)

اِزنیٰ: شہناز ذرا جا کے دیکھو ہمارے گھر کے باہر کہیں ہاسپٹل کا بورڈ تو نہیں لگا ہوا؟ یا کہیں یہ تو نہیں لکھا کہ یہاں مفت علاج کیا جاتا ہے۔

عالیہ بیگم: اِزنیٰ تم اپنے کمرے میں جاؤ اور تمہیں تمیز بھول گئی ہے بات کرنے کی؟ اور تمہارے تایا چاہتے ہیں کہ تمہارا اور میراب کا رشتہ۔۔۔۔۔۔۔۔

(اُن کا اتنا کہنا ہوتا ہے کہ اِزنیٰ کے تو جیسے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے وہ حیرت سے کہتی ہے)

اِزنیٰ: کیا؟ کیا کہا آپ نے؟ میراب جیسے شخص سے تو میں کبھی اپنے جوتے سیدھے نہ کرواؤں۔

طارق صاحب: (کھڑے ہوتے ہوئے) بس۔ بہت باتیں سن لی میں نے۔ میں تو چاہ رہا تھا کہ ہمارے بیچ کی رنجش دور ہو جائے۔ ہمارا اشتہ پھر سے بحال ہو جائے۔ لیکن تم، تم ایک نہایت بدتمیز لڑکی ہو۔

اِزنیٰ: بالکل آپ نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ دوبارہ یہ غلطی مت کرنا۔ اگر پھر ایسا کچھ کہا تو میں آپ کو معاف نہیں کروں گی۔ اتنا کہہ کے وہ اپنے کمرے کی طرف چل پڑتی ہے۔

(طارق صاحب اپنا فون اُٹھا کے نکلنے لگتے ہیں تو عالیہ بیگم کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: بھائی صاحب آپ پلیز تشریف رکھیں۔ ازنیٰ کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتی ہوں۔

طارق صاحب: آپ کیوں معذرت کر رہی ہیں۔ ہے تو یہ ہمارا ہی خون اُسی طرح ضدی اور خودسر۔ لیکن شاید میں نے یہاں آ کے غلطی کی ہے۔

(یہ کہہ کے طارق صاحب چلے جاتے ہیں)

---

(عالیہ بیگم اِزنیٰ کے کمرے میں آتی ہیں۔ اُنہیں اِزنیٰ کا اپنے تایا سے یوں بولنا بالکل بھی پسند نہیں آیا ہوتا۔ وہ اُسے کہتی ہیں)

عالیہ بیگم: یہ کیا بدتمیزی تھی ازنیٰ۔ میرے ساتھ پھر بھی میری سمجھ آتا تھا۔ لیکن تم تو گھر آنے والے کا بھی لحاظ بھول گئی ہو۔ پہلے سکندر انکل پھر تمہارے تایا۔

اِزنیٰ: تو کیا کروں آپ بتائیں استقبال کرتی اُن کا۔ پھول نچھاور کرتی۔ وہ تایا جنہوں نے کبھی پیار سے بھی میرے سر پہ ہاتھ تک نہیں رکھا۔

عالیہ بیگم: بس اِزنیٰ۔ میں تنگ آ گئی ہوں تمہارے اِس رویے سے۔ اگر تمہیں کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ میں ماں ہوں تمہاری۔

اِزنیٰ: یہ کیسی ماں ہیں آپ؟ دن میں دس بار تو آپ کو مجھے یاد دِلانا پڑتا ہے کہ آپ میری ماں ہیں۔ اور جب ماں کو بار بار یہ بتانا پڑ جائے تو اُسے اپنے ماں ہونے پہ شک ہونا چاہیئے۔

(عالیہ بیگم یہ سن کے خاموش ہو جاتی ہیں)

اِزنیٰ: جس دن بابا اِس دنیا سے گئے تھے اُس دن میرے لیے آپ بھی چلی گئی

تھیں۔ آپ جانتی ہیں میں اِتنے بڑے گھر میں اکیلی ہو گئی تھی۔ اکیلی رہی ہوں، اکیلی روئی ہوں، اکیلی تڑپی ہوں۔ میں آپ کے ہوتے ہوئے بھی اکیلی تھی۔ میں نے سب اکیلے ہی کیا ہے۔ اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بھی جائیں۔ یہاں سے۔ آج کے بعد میرے کمرے میں مت آنا۔ اور نہ میں مزید آپ کے کسی سوال کا جواب دے سکتی ہوں۔ میں آپ کے گِلے شکووں سے تنگ آ گئی ہوں۔ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔

(عالیہ بیگم خاموشی سے چند لمحے اُسے دیکھتی ہیں۔ پھر وہاں سے چلی جاتی ہیں)

---

(شاہ میر گھر کے راستے میں ہوتا ہے۔ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اُس نے اِزنیٰ کو بارہا کالز ملائی تھیں۔ لیکن اِزنیٰ نے ایک بھی کال کا جواب نہیں دیا۔ شاہ میر کا موڈ سخت خراب ہو جاتا ہے۔ وہ گھر آتا ہے تو سکندر صاحب اُس کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں)

سکندر صاحب: بیٹا کہاں رہ گئے تھے میں نے کھانے پہ بھی تمہارا کافی انتظار کیا۔

شاہ میر: (آف موڈ کے ساتھ) بابا مجھے بھوک نہیں ہے۔

سکندر صاحب: کیا ہوا ہے تمہارا موڈ کیوں خراب ہے؟

شاہ میر: کچھ نہیں بابا۔

سکندر صاحب: جب وہ تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو ٹھیک ہے تم اپنی زندگی انجوائے کرو۔ شادی کرو فیملی بناؤ۔ اب کیا تم اُس کے لیے ساری زندگی بیٹھے رہو گے۔ کیا وہ دنیا میں آخری لڑکی رہ گئی ہے۔ (سکندر صاحب بلند آواز سے بولتے ہیں)

شاہ میر: پلیز بابا۔ آپ اس مسئلے سے دور رہیں۔

سکندر صاحب: میں دور ہوں؟ میں؟ میں نہیں سوچوں گا تو تمہارا کون سوچے گا۔ ابھی میری آنکھیں بند ہو جائیں تو تم اکیلے رہ جاؤ گے کیا کرو گے۔

شاہ میر: اللہ آپ کو زندگی دے بابا۔ لیکن میں اِزنیٰ کے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔ اور شادی کا تو بالکل نہیں۔ مجھے صرف اُسی سے شادی کرنی ہے مجھے صرف اُسی سے محبت ہے۔ اتنا کہہ کے شاہ میر اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے۔

سکندر صاحب: میں کیسے سمجھاؤں تمہیں۔ وہ تم سے شادی نہیں کرے گی۔ وہ ایک ضدی اور خودسر لڑکی ہے۔ وہ کسی کی نہیں سنتی۔ (سکندر صاحب بڑبڑاتے ہوئے وہیں صوفے پہ پریشانی کے عالم میں بیٹھ جاتے ہیں)

---

(اِزنیٰ آفس کے کام نپٹا کے کریم بابا کے ساتھ سائٹ پہ پہنچتی ہے۔ عازل بھی وہاں موجود ہوتا ہے۔ آج موسم بھی کافی ابر آلود ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی بھی وقت بارش شروع ہو جائے گی۔ مینیجر ٹیم سے جلدی جلدی کام وائنڈ اپ کرواتا ہے تاکہ بارش سے پہلے سامان سمیٹ لیا جائے اور کوئی نقصان نہ ہو۔ اِزنیٰ کریم بابا کو بہانے سے گھر بھیج دیتی ہے اور عازل سے کہتی ہے)

اِزنیٰ: عازل آپ مجھے گھر ڈراپ کر سکتے ہین۔ کریم بابا کو کچھ کام تھا تو وہ چلے گئے ہیں۔

عازل: (کچھ سوچتے ہوئے) ٹھیک ہے۔

اِزنیٰ: لیکن گاڑی میں ڈرائیو کروں گی۔

(عازل گاڑی کی چابی اُسے پکڑاتا ہے۔ اِزنیٰ چاہتی تھی کہ وہ اتنے خوبصورت موسم میں کچھ وقت عازل کے ساتھ گزارے۔ اس لیے وہ اُس سے چابی لے

لیتی ہے۔ ابھی اِزنیٰ گاڑی روڈ پہ لاتے ہی عازل سے کہتی ہے)

اِزنیٰ: عازل مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کیا ہم کہیں چل کے کچھ کھا سکتے ہیں؟

عازل: (اُسے اِزنیٰ کی نیت پہ پہلے ہی شک تھا) خاموشی سے سر ہلا دیتا ہے۔

(اتنے میں ایک دم سے موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی ہے۔ تیز بارش کو دیکھ کے اِزنیٰ گاڑی کی رفتار کافی تیز کر دیتی ہے۔ اسے کسی بھی قریبی ریسٹورنٹ میں پہنچنا ہوتا ہے۔ گاڑی کی اتنی سپیڈ دیکھ کے عازل اِزنیٰ سے کہتا ہے)

عازل: آرام سے چلائیں اِزنیٰ۔ بارش کافی تیز ہے۔ روڈ سلپری ہے۔ سامنے کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ اور آپ کو موت سے ڈر نہیں لگتا؟

اِزنیٰ: (گاڑی کی بریک لگاتے ہوئے عازل کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ دیتی ہے اور کہتی ہے)
''جب زندگی ساتھ ہو تو موت سے کیسا ڈر۔''

عازل: (اپنا ہاتھ ہٹاتے ہوئے) آپ کس قسم کی باتیں کرتی ہیں۔ (وہ اُسے سمجھاتے ہوئے کہتا ہے)۔ آپ کو نہیں پتا اِزنیٰ میں اگر نیہا سے بچھڑ گیا تو بکھر جاؤں گا۔

اِزنیٰ: (محبت سے بھرے انداز میں) ''تو بکھر جاؤ عازل میرے حصّے میں تمہارا ایک ذرّہ بھی آ گیا تو میں نکھر جاؤں گی۔''

عازل: کوئی جواب دیئے بغیر گاڑی سے اتر جاتا ہے۔ اُسے اُترتے ہی اِزنیٰ بھی گاڑی سے اُتر جاتی ہے۔

عازل: (وہ بارش میں چیختے ہوئے اِزنیٰ سے کہتا ہے) میں آپ کو کیسے سمجھاؤں! آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی میری بات۔ میں آپ کی عزت کرتا ہوں محبت نہیں کرتا۔

اِزنیٰ: (بارش میں بھیگتے ہوئے اونچی آواز میں بولتی ہے) نہیں چاہیے عزت۔ عزت بہت ہے میرے پاس۔ مجھے بس محبت چاہیئے۔ تمہاری محبت۔

عازل: میں کیسے سمجھاؤں آپ کو؟

اِزنیٰ: عازل میں بھی تمہیں اپنی محبت کی گہرائی کیسے بتاؤں۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔ دیکھوناں۔ عشق کی زبان نہیں ہوتی یہ تو آنکھوں سے بیاں ہوتا ہے۔ میری آنکھوں میں دیکھو عازل تمہیں عشق نظر نہیں آتا۔ میری طرف دیکھو عازل تمہیں میرے روم روم سے عشق بیاں ہوتا ہوا نظر آئے گا۔

عازل: (اُسے دیکھتے ہوئے) میں آپ کو کچھ نہیں سمجھا سکتا۔ یہ کہہ کے عازل گاڑی میں بیٹھ جاتا ہے اور اِزنیٰ کو اُسی تیز بارش میں چھوڑ کے چلا جاتا ہے۔

اِزنیٰ: (چلاتے ہوئے) عازل مجھے مت چھوڑ کے جاؤ۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ عازل تمہیں کیوں نظر نہیں آتی میری محبت۔ کیوں عازل؟

(عازل کے جانے کے بعد بھی اِزنیٰ شدید بارش میں کھڑی عازل کو پکار رہی ہوتی ہے)

---

(تبسّم بیگم طارق صاحب سے پوچھتی ہیں)

تبسّم بیگم: جب سے آپ عالیہ کے گھر سے آئے ہیں۔ کافی پریشان ہیں۔ میں کل سے پوچھ رہی ہوں کہ ایسا کیا ہوا ہے؟

طارق صاحب: (پریشان ہوتے ہوئے) ہونا کیا تھا۔ اِزنیٰ نے رشتے سے صاف انکار کر دیا۔

تبسّم بیگم: (وہ وہ تو میں پہلے ہی جانتی تھی کہ وہ کبھی نہیں مانے گی۔

طارق صاحب: مم مم۔ لیکن غلطی ہماری ہی ہے۔ ہماری طرف سے کیے جانے والے سلوک نے اُس کے دل میں ہمارے لیے اتنی نفرت بھر دی ہے کہ وہ اب ہمارا ذکر بھی نہیں سننا چاہتی۔

تبسم بیگم: طارق صاحب آپ نے سوچا ہے کہ اگر میراب کو پتہ چل گیا کہ آپ اِزنیٰ کا رشتہ اُس کے لیے مانگنے گئے تھے تو ایک قیامت برپا ہو جائے گی۔ وہ سچ میں سوچ سوچ کے ہی کافی پریشان نظر آ رہی ہوتی ہے۔

طارق صاحب: تو پتہ چل جائے اُس کا بھلا تھا اِس میں۔ اُس کے فیوچر کے لیے ہی گیا تھا۔

(اتنے میں میراب داخل ہوتا ہے۔ اُس کے ماتھے کے بل صاف نظر آ رہے ہوتے ہیں)

میراب: یہ کیا سن رہا ہوں میں؟ آپ اِزنیٰ کا رشتہ لینے گئے تھے۔

طارق صاحب: تو میں کیا کرتا؟ میرے پاس بس ایک یہی راستہ تھا۔ ایک ہادی تھا جو مجھے لگتا تھا کہ ہمارا سہارا بنے گا لیکن وہ کسی کام کا نہیں نکلا۔ تو اُسے بھیجنا ہی ضروری سمجھا۔ اکیلے تم کیا کیا کرو گے؟

میراب: بابا آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اللہ مالک ہے۔ میں نے اکیلے ہی بزنس کو کافی آگے پہنچایا ہے۔ ابھی بھی کوشش تو کر رہا ہوں نا۔ اِزنیٰ نہیں دے گی تو ہم کھائیں گے نہیں؟

طارق صاحب: پہلے تم اکیلے نہیں تھے بیٹا۔ میں تمہارے ساتھ کھڑا تھا۔ اب میری اپنی طبیعت خراب رہتی ہے۔ میں نے یہی سوچا کہ اِزنیٰ سے رشتہ کر کے ہمارے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ اور بُرائی ہی کیا ہے اِس میں یہ تو اِزنی نہیں مانی نہیں تو اُس سے اچھا رشتہ اور کوئی نہیں تھا۔

میراب: میں اِرُنی سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ (وہ اپنی بات پہ زور ڈالتے ہوئے کہتا ہے) اگر وہ مان بھی جائے تو تب بھی۔

طارق صاحب: لیکن کیوں؟

میراب: کیوں کہ میں کسی اور میں interested ہوں۔

(دونوں حیرت سے میراب کو دیکھنے لگتے ہیں)

طارق صاحب: کیا مطلب ہے؟ اگر ایسا ہے تو کون ہے وہ؟

میراب: بابا میں کافی ٹائم سے آپ کو بتانا چاہ رہا تھا لیکن آپ کی طبیعت کی وجہ سے بات نہیں کر سکا۔ میں آفس کی ایک employe کو پسند کرتا ہوں۔ عیشاء نام ہے اُس کا۔

طارق صاحب: (حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے) وہ! جو ہماری ملازم ہے۔ کیا حیثیت ہے؟

اُسکی؟ کس خاندان سے تعلق رکھتی ہوگی وہ؟ اُن کی آواز غصے سے اونچی ہو جاتی ہے۔ وہ؟ وہ مڈل کلاس لڑکی میری بہو بنے گی؟

میراب: دھیمے لہجے میں اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے بولتا ہے) بس بابا۔ میں نے آج تک وہی کیا جو آپ نے اور ماما نے چاہا ہے اور یہ میری خواہش ہے اور میری خواہش آپ کو ماننی ہی پڑے گی۔ اور میں نہیں چاہتا کہ میں آپ کے پرانے اصولوں پہ میں اپنی محبت قربان کر دوں۔

(طارق صاحب اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کے وہیں صوفے پہ گر جاتے ہیں۔ تبسم بیگم طارق صاحب کو سنبھالتے ہوئے فوراً ملازمہ کو آواز دیتی ہیں کہ جلدی سے پانی لے کے آؤ)

(طارق صاحب ہانپتی ہوئی آواز میں کہتے ہیں)

طارق صاحب: ''کیا ہو گیا ہے میرے گھر کو تبسم۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ میرے دونوں بچے ہی مجھ سے بدظن ہو گئے ہیں۔ اپنے فیصلے خود کرنے لگ گئے ہیں۔ میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں اُن کے سامنے۔''

(اتنے میں ملازمہ پانی لے کے آجاتی ہے۔ تبسم بیگم طارق صاحب کو فوراً پانی پلاتی ہیں)

---

(ازنیٰ کا دل بہت بوجھل ہو رہا تھا۔ اُسکے دل میں ایک جنگ چھڑ گئی تھی۔ وہ کیسے دل کو مناتی کہ عازل اُسکی طرف آجائے گا۔ وہ دل کے سامنے بے بس ہوتی جا رہی تھی۔ آج اُس نے شہر کے مہنگے ڈزائنرز کا بہت خوبصورت اور سمپل سا سفید کلر کا شلوار سوٹ پہنا ہوا تھا۔ سمپل سے میک اپ میں وہ کوئی آسمان سے اتری ہوئی حور لگ رہی تھی۔ کریم بابا کے ساتھ آفس جاتے ہوئے وہ اُن سے پوچھتی ہے)

ازنیٰ: کریم بابا۔ آپ نے ایک بار ذکر کیا تھا کہ آپ کہیں منت مانگنے جاتے تھے کسی مزار پہ۔ تو آج مجھے اُس مزار پہ لے چلیں گے۔

کریم بابا ایک سرد سی خاموشی سے اِزنیٰ کو کافی دیر تک دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ اس بات پہ حیران ہوتے ہیں کہ ازنیٰ تو کبھی ان باتوں پہ یقین نہیں رکھتی تھی۔ تو آج یہ کیسے کہہ رہی ہے۔ وہ دھیمے لہجے میں جواب دیتے ہیں۔

کریم بابا: بی بی جی ضرور

(تھوڑی دیر میں کریم بابا اُسے مزار تک لے آتے ہیں۔ اِزنیٰ جب اُترنے لگتی ہے تو وہ اُس سے پوچھتے ہیں)

کریم بابا: بی بی جی میں ابھی آپ کے ساتھ چلوں؟

ازنیٰ: نہیں کریم بابا۔ آپ یہیں انتظار کریں میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔

(ازنیٰ اپنے سر پہ ڈوپٹہ لیتی ہے۔ اُسکا ان چھوا حسن تو جیسے کسی حور کی طرح پاک ہوتا ہے۔ سفید ڈوپٹے میں لپٹا اُسکا چہرہ، بوجھل آنکھیں اُسے کسی مورت کی تشبیہ دے رہے ہوتے ہیں۔ وہ جیسے جیسے دربار کی سیڑھیاں چڑھ رہی ہوتی ہے عازل کی یاد مزید شدت اختیار کر رہی ہوتی ہے۔ اور اُسکے وہی جملے اُسکے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح برس رہے ہوتے ہیں۔ جن میں وہ پتھر کی طرح سخت لہجے میں کہتا ہے کہ میں صرف نیہا سے محبت کرتا ہوں اور میں اُسکے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیسے عازل اُسکے لیے اتنا سنگدل ہوسکتا ہے وہ مسلسل یہی سوچے جا رہی ہوتی ہے۔ مزار میں داخل ہونے سے پہلے ایک شخص اُسے پھولوں کی چادر اور منت کا دھاگہ دیتے ہوئے کہتا ہے)

اجنبی شخص: باجی جو بھی منت مانو گی اللہ کے حکم سے ضرور قبول ہوگی۔

(ازنیٰ اُس سے وہ دونوں چیزیں خرید لیتی ہے۔ وہ مزار کے اندر داخل ہوتی ہے۔ قبر مبارک پہ پھولوں کی چادر چڑھا کے وہ منت کی جالی پہ دھاگہ باندھنے کے بعد جب اپنے ہاتھ دعا کے لیے اُٹھاتی ہے تو اُسکی آنکھوں میں رُکے آنسو سیلاب کی طرح بہنے لگتے ہیں۔ وہ اللہ سے دعا کرتی ہے)

(''یا اللہ میں نے کبھی تجھ سے کچھ نہیں مانگا۔ کیونکہ میں مانگنے پہ یقین نہیں رکھتی۔ کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ میں جو چاہوں گی کرلوں گی لیکن اس بار میں بہت بے بس ہوگئی ہوں۔ تو نے میرا ساتھ ہمیشہ دیا ہے۔ لیکن میں نے کبھی قبول ہی نہیں کیا۔ مجھے لگتا تھا جو بھی کیا ہے میں نے کیا ہے۔ لیکن آج میں تجھ سے

دعا مانگنے آئی ہوں۔ منت مانگنے آئی ہوں۔ یا اللہ میں آج پہلی بار تجھ سے دعا مانگ رہی ہوں۔ تو میری دعا قبول فرما دے۔ بس یہ میری پہلی اور آخری دعا قبول فرما دے۔ اُسکے بعد میں تجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگوں گی۔ بس عازل مجھے ایک بار کہے کہ اُسے مجھ سے محبت ہے۔ عازل کی آنکھوں میں میرے لیے محبت ہو۔ میں اُسکی آنکھوں میں اپنے لیے محبت کی شدت دیکھوں۔ بس اللہ جی عازل کو مجھ سے بے پناہ محبت ہو جائے۔ عازل مجھ سے چیخ چیخ کے کہے کہ اُسے مجھ سے محبت ہے۔ اتنا کہہ کے وہ جالی کے ساتھ سر لگائے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتی ہے۔ اُسے اپنے اندر لہروں کا شور سنائی دے رہا ہوتا ہے۔ جنھیں کوئی کنارہ نہیں مل رہا ہوتا۔ وہ بے بس سی کھڑی اللہ سے التجا کر رہی ہوتی ہے ''کہ میرے رب مجھے خالی ہاتھ نہ لوٹانا بس میرا عازل مجھے دے دے'' اُسکا دل چیخ چیخ کے اللہ پاک کے سامنے گڑگڑا رہا ہوتا ہے)

---------------------------------------

(عازل کے اندر ایک بے چینی سی رہنے لگ جاتی ہے وہ ازنیٰ کی وجہ سے پریشان رہنے لگ جاتا ہے۔ نیہا کئی بار اس سے پوچھ چکی ہوتی ہے لیکن وہ ہر بار یہ کہہ کے ٹال جاتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اب شادی جلد سے جلد ہو جائے۔ اور یہ سن کر نیہا ہنسنے لگ جاتی ہے اور اُسے حوصلہ دینے والے انداز میں کہتی ہے کہ بس اب تو تھوڑا سا ہی وقت رہ گیا ہے۔ تو اتنی بے چینی کیوں۔ وقت گزرنے کا تو پتہ بھی نہیں چلے گا اور پھر وہ دونوں ایک ہو جائیں گے۔ اور عازل اُسکے جواب پہ خاموشی سے اُسکی آنکھوں کی چمک کو دیکھتا رہ جاتا ہے)

---------------------------------------

(عازل کو ازنیٰ سے سائٹ کو لے کے ایک ضروری ڈسکشن کرنی ہوتی ہے۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی

اُسکے آفس جاتا ہے۔ راستے میں وہ ایک خوبصورت سے پھولوں کا گلدستہ بنواتا ہے۔ اور اُس پہ سوری کا کارڈ بھی لگواتا ہے۔ وہ حقیقتاً بارش کے دن اُسے ایسے ہی راستے میں چھوڑ آنے کے واقعے سے بہت شرمندہ ہوتا ہے۔ عازل اِزنیٰ کے آفس جاتا ہے اور ازنیٰ کو بُکے پیش کرتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: آئی ایم سوری میں اُس دن آپ کو ایسے ہی چھوڑ کے آ گیا تھا۔

ازنیٰ: (دھیمے سے مسکراتے ہوئے) ''محبت کتنی عجیب چیز ہوتی ہے ناں۔ محبوب ظلم پہ ظلم کر رہا ہوتا ہے اور پھر بھی اس سے اچھا کوئی نہیں لگ رہا ہوتا۔''

(عازل ازنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے خاموش ہو جاتا ہے۔ تھوڑے وقفے کے بعد اُس سے کہتا ہے)

عازل: مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔ مجھے آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

ازنیٰ: کوئی بات نہیں۔

عازل: وہ میں آپ سے پراجیکٹ کے بارے میں کچھ ڈسکس کرنے آیا ہوں۔

ازنیٰ: (عازل کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے) میں چاہتی ہوں کہ آپ صرف مجھے ڈسکس کریں۔ میرے بارے میں بات کریں۔ جو بات میں نے کی ہے اس کے بارے میں سوچیں۔

عازل: پلیز ازنیٰ میں اس ٹاپک پہ بات کرنے نہیں آیا۔ مجھے کوئی اور بات کرنی ہے۔

ازنیٰ: لیکن مجھے یہی بات کرنی ہے۔ (ازنیٰ بضد ہوتی ہے)

عازل: لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میری زندگی میں نیہا ہے۔

ازنیٰ: نیہا۔ نیہا۔ نیہا میں تنگ آ گئی ہوں یہ نام سن سن کے۔ محبت میں کسی تیسرے کا

کیا کام۔

عازل: شاید آپ بھول رہی ہیں کہ نیہا آپ سے پہلے میری زندگی میں ہے۔

ازنیٰ: تو تم بھی بھول جاؤ۔ یہ بات تم بھی بھول جاؤ۔

عازل: (سر جھٹکتے ہوئے) آپ جو چاہتی ہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔

ازنیٰ: عازل میں تمہیں اپنی محبت میں پاگل کردوں گی۔ تمہیں اتنا پاگل کردوں گی کہ تم دنیا سے بے گانے ہوجاؤ گے۔

یہ سن کر عازل اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے۔

عازل: شاید مجھ سے غلطی ہوگئی۔ مجھے آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔

(ازنیٰ اپنی کرسی سے اُٹھ کر فوراً اُسکے پاس آتی ہے اور کہتی ہے)

ازنیٰ: عازل تم مجھے اپنی روح میں بسا لو۔ تم میرے علاوہ کسی اور کو محسوس ہی نہ کر سکو۔ عازل تم میری بے چینی کو کیوں نہیں سمجھ رہے۔ تمہیں کیوں نہیں رحم آتا تم نیہا کو چھوڑ دو۔ اُسکو پیچھے مڑ کے نہ دیکھو۔ تم آگے دیکھو۔ میری طرف دیکھو۔ تم دیکھو نہ خدا تم پہ کتنا مہربان ہے۔

(ازنیٰ پھر خود کو روک نہیں پارہی ہوتی اور عازل اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ ازنیٰ عازل کا منہ اپنی طرف کرتے ہوئے کہتی ہے۔

ازنیٰ: ''دیکھو نہ عازل ازنیٰ تمہارے لیے ایک پھول جیسی ہے۔ تم چاہے کسی بھی پنے میں اُسے چھوڑ کے چلے جاؤ اور جب بھی کتاب کھولو گو تو وہ تمہارے لیے ویسی کی ویسی ہی مہکتی رہے گی۔'' عازل تم میری محبت کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔ عازل میں چاہتی ہوں کہ کوئی مجھ سے سب کچھ لے لے بس تمہیں دے دے۔ عازل میں تم سے عشق کرتی ہوں۔ عازل پلیز مجھے مت چھوڑو۔

عازل: عازل پلیز چھوڑ دیں مجھے۔

(وہ یہ کہتے ہوئے عازل کے سامنے آجاتی ہے)

عازل: پلیز چھوڑ دیں مجھے۔

(وہ اُسے راستے سے ہٹاتا ہوا آفس سے نکل جاتا ہے)۔

(ازنیٰ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہ جاتی ہے)

---

(عازل اپنے آفس میں بیٹھا ہوتا ہے کہ اسے ریسیپشن سے کال آتی ہے Receptionist اسے بتاتی ہے کہ کوئی کریم بابا اُس سے ملنے آئے ہیں۔ عازل انھیں آفس میں بھیجنے کو کہتا ہے۔ کریم بابا عازل کے آفس روم میں داخل ہوتے ہیں۔ عازل کریم بابا کو بہت عزت سے اپنے آفس میں بٹھاتا ہے۔ اُن کے لیے چائے کا آرڈر دینے کے بعد وہ اُن سے پوچھتا ہے کہ اُن کے آنے کی وجہ کیا ہے۔ کریم بابا کچھ دیر سوچنے کے بعد عازل سے کہتے ہیں)

کریم بابا: بیٹا میں ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔

(عازل سر ہلا کے اُن سے بات جاری رکھنے کو کہتا ہے)

کریم بابا: بیٹا شاید آپ نہیں جانتے ازنیٰ بی بی نے اپنی زندگی میں بہت مشکلات دیکھی ہیں۔ وہ ساری زندگی محبت کے لیے ترسی ہیں۔

عازل: کریم بابا پلیز میں اس ٹاپک پہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

کریم بابا: لیکن بیٹا میں بس آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کس طرح اُنھوں نے اپنا بچپن گزارا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اُنھوں نے اپنی ابھی تک کی زندگی پیار کے لیے ترستے ہوئے گزار دی۔ اب آپ کی صورت میں اُنھیں زندگی کی خوشیاں مل جائیں گی۔ وہ اپنی زندگی کی ساری تلخیاں بھول جائیں گی۔

عازل: لیکن شاید آپ جانتے ہیں کہ میری شادی طے ہو چکی ہے۔ میری زندگی میں کوئی اور ہے۔ اور اگر میری زندگی میں کوئی اور نا بھی ہوتا تو میں ازنیٰ جیسی لڑکی سے کبھی شادی نہ کرتا۔ وہ ایک ضدی اور خودسر لڑکی ہے۔ جسکے ساتھ مجھے بہت محتاط ہو کے رہنا پڑتا ہے۔ ایک دم سے اُسے کچھ بھی برا لگ سکتا ہے۔ کب اُن کے موڈ کو کوئی چیز ناگوار گزر جائے اس لیے مجھے اُن کے ساتھ بناوٹی ہو کے رہنا پڑتا ہے۔ میں اُن کے ساتھ ساری زندگی نہیں گزار سکتا۔

کریم بابا: بے شک وہ ایک مغرور اور خودسر لڑکی ہے۔ لیکن وہ دوسروں کے لیے ایسی ہے وہ آپ کے لیے موم سے بنی ہوئی ہے۔

عازل: میں شاید آپ کو نہیں سمجھا سکتا۔ میں اُن کے بارے میں ایسا کچھ نہیں سوچ سکتا۔ آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔

کریم بابا: آپ کو پتہ ہے شہباز صاحب کے جانے کے بعد عالیہ بی بی نے تو دوائیوں کا سہارا لے لیا لیکن ازنیٰ بی بی نے تو ایک ایک پل جیسے اذیت میں کاٹا۔ چھوٹی سی عمر میں توجہ اور محبت کے لیے تڑپی ہیں وہ۔ باپ کے ہوتے ہوئے جہاں چاند ستارے اُن کے گرد گھومتے تھے اُن کے جاتے ہی اندھیروں میں گھر گئیں۔ اب آپ کی صورت میں اُنھیں پھر سے زندگی کی کرن مل گئی ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس بارے میں سوچیں۔''

(کریم بابا اپنے بوڑھے ہاتھ عازل کے سامنے جوڑ دیتے ہیں۔ اُن کی نم آنکھیں دیکھ کے عازل کا دل جیسے ڈوب سا جاتا ہے۔ لیکن وہ اُن کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ یا پھر اُسکے پاس ان سب باتوں کا جواب نہیں ہوتا)
(کریم بابا چائے پیئے بغیر عازل کے آفس سے اُٹھ کے چلے جاتے ہیں)

---

(فلائی اوور کا پراجیکٹ تقریباً اپنے آخری مراحل میں ہوتا ہے۔ عازل اور ازنیٰ دونوں سائٹ پہ ہی موجود ہوتے ہیں۔ عازل کو ازنیٰ سے اب خوف محسوس ہونے لگتا ہے۔ وہ اُسکی جھیل سی آنکھوں میں جب بھی دیکھتا ہے خود کو بے بس محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ ازنیٰ سے نارمل انداز میں باتیں کرنے لگتا ہے جیسے ان دونوں کے بیچ میں ایسا ویسا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اپنی روٹین کی باتیں کرتے ہوئے وہ اسے بتاتا ہے کہ اسکی کمپنی کے اب کتنے پراجیکٹس رہ گئے ہیں۔ کتنوں پہ کام چل رہا ہے۔۔۔ وہ بتاتے بتاتے رک جاتا ہے کہ اسکی اور نیہا کی شادی ہونے والی ہے۔

ازنیٰ خاموشی سے اسکی باتیں سن رہی ہوتی ہے۔ عازلا زنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: آپ نے اتنا اچھا پراجیکٹ مجھے دیا میرے پہ ٹرسٹ کیا۔ یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔

(ازنیٰ عازل کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہتی ہے)

ازنیٰ: تم بھی مجھ پہ ایک احسان کر دو۔ تمھارا احسان میں تا عمر یاد رکھوں گی اور تمہارا احسان کا بدل چکاتے چکاتے میری زندگی ختم ہو جائے گی۔

عازل: پلیز ازنیٰ Not again

عازل تمہیں میری بات کیوں نہیں سمجھ آتی میں تمہیں بتا بتا کے تھک گئی ہوں میں تمہیں کیسے سمجھاؤں میں تمہارے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اور اگر تم میرے نہ ہوئے تو میں تمہیں کسی کا نہیں ہونے دوں گی۔ تمہیں نیہا کا بھی نہیں ہونے دوں گی۔

عازل: (ازنیٰ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھتا ہے) آپ مجھے دھمکا رہی ہیں؟ آپ کو جو کرنا ہے آپ کر لیں۔

(اتنا کہہ کے عازل غصے سے وہاں سے چلا جاتا ہے)

---

(میراب عیشاء کے گھر آیا ہوتا ہے۔ روتی ہوئی عیشاء اس کے سامنے بیٹھی ہوتی ہے۔ اُسے سمجھ نہیں آرہا ہوتا اسے کیسے تسلی دے۔ وہ روتے ہوئے کہہ رہی ہوتی ہے)

عیشاء: میری ماں بس میرا آخری سہارا تھی۔ وہ میرا سب کچھ تھی۔ اب اُن کے بعد میں کیا کروں گی۔ کہاں جاؤں گی۔ میرا تو ایسا کوئی رشتہ دار بھی نہیں جسکے پاس جاسکوں۔

میراب: آپ روئیں نہیں عشاء۔ میں خود آپ کو یہاں اکیلے نہیں چھوڑ سکتا۔ ہم کل ہی شادی کرتے ہیں۔

(عیشاء اسکی بات سن کے حیران رہ جاتی ہے)

میراب: ہاں عیشاء میں چاہتا ہوں کہ ہم کل ہی شادی کرلیں۔ کیونکہ اگر بابا کا انتظار کرتا رہا تو مجھے نہیں لگتا کہ وہ اس رشتہ کے لیے مانیں گے۔ آپ بس اپنا خیال رکھیں اور مجھے آج کا دن دیں۔ میں اب چلتا ہوں کچھ انتظامات بھی کرنے ہیں۔ یہ کہہ کے وہ کھڑا ہو جاتا ہے۔

---

(محبت بھی کتنی عجیب چیز ہے نا۔ چاہیے تو آپ کو محبوب کے سر آنکھوں پہ بٹھا دے اور چاہے تو آپ سے محبوب کے قدموں کی دھول چٹوا دے۔ کیسا جذبہ ہے یہ جو آپ سے کچھ بھی کروا سکتا ہے۔ انسان محبت کے آگے اتنا بے بس کیوں ہوتا ہے؟ یہاں بھی محبتا زنیٰ، عادل اور نیہا کے صحن میں ناچتی پھر رہی تھی۔ اُنھیں اپنے شکنجے میں گاڑے ہوئے تھی۔ سب اتنے بے بس تھے کہ چاہتے ہوئے بھی کچھ کر نہ پا رہے تھے۔ محبت اگر ازنیٰ کو تھی تو عازل کو بھی تو تھی۔ لیکن فرق صرف اتنا تھا

کہ عازل ازنیٰ سے محبت نہیں کرتا تھا۔ بھلا یہ جذبات بھی کسی کے لیے زبردستی پیدا کیے جا سکتے تھے۔ وہ تو اپنی زندگی میں خوش تھا اُسکی محبت کی مکمل صورت نیہا تھی۔ اسے اور کیا چاہیے تھا۔ اور ازنیٰ بغیر پانی کے مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ وہ بھی کیا جانتی تھی کہ جس سے وہ محبت کرے گی وہ اُسے اتنی آزمائش میں ڈال دے گا۔

اپنے کمرے میں بیٹھیا زنیٰ بس عازل کو منانے کی ترکیبیں سوچ رہی تھی۔ اُسے محبت کی چال دیکھنی تھی کہ اب محبت کیا چال چلے گی۔ چال؟ چال تو ازنیٰ نے بھی چلی تھی۔ نیہا اور عازل کو دور کرنے کی۔ لیکن اسکی چال نے تو اسے ہی چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ وہ نیہا کو عازل سے دور کرتے کرتے خود عازل کے اتنے قریب آ گئی تھی کہ اب اُسکے بغیر سانس لینا بھی دشوار ہو رہا تھا وہاں عازل بھی بے چین اور بے کل تھا۔ کریم بابا کی باتیں رہ رہ کے اسے یاد آ رہی تھیں۔ وہ عجیب سی کشمکش میں تھا۔ اتنے میں نیہا کا فون آنے لگتا ہے۔ وہ ساری باتوں کو دماغ سے جھٹک کے نیہا سے باتیں کرنے لگتا ہے)

---

(شاہ میر ازنیٰ سے ملنے اُسکے گھر جاتا ہے۔ شہناز اسے ڈرائینگ روم میں بٹھا کر ازنیٰ کو اطلاع دیتی ہے کہ شاہ میر اس سے ملنا چاہ رہا تھا۔ ازنیٰ شاہ میر سے ملنے نیچے ڈرائنگ روم میں جاتی ہے۔ ازنیٰ کو دیکھ کے شاہ میر بے چینی سے فوراً کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اُس سے پوچھتا ہے)

شاہ میر: یہ تم نے اپنی کیا حالت بنالی ہے ازنیٰ؟

(ازنیٰ اُس پہ ایک نظر ڈال کے خاموش بیٹھی رہتی ہے۔ شاہ میر بھی بیٹھے ہوئے اُس سے پوچھتا ہے)

شاہ میر: تمھیں پتہ ہے بزنس کمیونٹی میں تمہاری کمپنی کے بارے میں کیا کیا باتیں ہو رہی ہیں۔

(ازنیٰ اُسکی اس بات کا بھی کوئی جواب نہیں دیتی۔ تھوڑے وقفے کے بعد شاہ میر اُسے تھوڑا اسنجیدگی سے پوچھتا ہے)

شاہ میر: یہ وہی کمپنی ہے ازنیٰ جسکے لیے تم نے دن رات محنت کی تھی اور اسے کہاں سے کہاں لے کے آئی تھی۔ اور اب تم اسے بالکل بھول چکی ہو۔ تم کیوں ایک شخص کے پیچھے اپنا سب کچھ داؤ پہ لگا رہی ہو؟ ایک شخص پہ زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ تم آگے دیکھو ازنیٰ پلیز۔

ازنیٰ: تم بھی تو یہی کر رہے ہو نا؟ تم کیوں نہیں آگے بڑھ رہے؟ تم بھی تو میرے لیے رکے ہوئے ہو نا؟ جیسے تم میرے علاوہ وہ کچھ نہیں سوچ سکتے ویسے میں بھی عازل کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتی۔ میں سمندر کے اُس کنارے پہ کھڑی ہوں جہاں میرا ڈوبنا واجب ہے۔ تم میری فکر نہ کرو مجھے جو کرنا ہو گا کر لوں گی۔ ازنیٰ بالکل سپاٹ لہجے میں شاہ میر کو جواب دیتی ہے۔

شاہ میر: (ازنیٰ کو سمجھانے کے انداز میں) ازنیٰ میں تمہارا دوست تمہارا ہمدرد بن کے تمہیں سمجھانے آیا ہوں۔ میں اپنی اور تمہاری بات نہیں کر رہا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم move on کرو۔ دنیا میں آگے بھی بہت کچھ ہے۔ اس کو جانے دو۔

ازنیٰ: شاہ میر۔ شاہ میر شاید تم میری شدت اور جنون سے واقف نہیں ہو۔ میں تو ہر چیز میں شدت چاہتی ہوں۔ اگر وہ میرا نہیں تو پھر کسی کا بھی نہیں۔

شاہ میر: ازنیٰ تم زندگی کو زندگی سمجھو۔ ایک بار ملتی ہے یار۔ اسے انجوائے کرو۔ میرا ہاتھ تھام لو۔ میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا۔ اتنا خوش رکھوں کہ تم زندگی کا ہر دکھ بھول جاؤ گی۔ میری طرف دیکھو تو سہی۔

ازنیٰ: (شاہ میر کی طرف دیکھتے ہوئے) نہیں شاہ میر میں عازل کے علاوہ کسی کے

بارے میں نہیں سوچ سکتی۔ بہتر یہی ہوگا کہ تم کسی اور کے بارے میں سوچ لو۔

(اتنا کہہ کے ازنیٰ وہاں سے چلی جاتی ہے۔ شاہ میر خاموشی سے وہیں کھڑا رہ جاتا ہے)

---

(ازنیٰ جیسے ہی آفس پہنچتی ہے اُسکے کچھ دیر بعد Receptionist اُسکے آفس میں داخل ہوتی ہے اور ازنیٰ کو ایک envelope پکڑاتے ہوئے کہتی ہے)

Receptionist: (میڈیم یہ M.K Construction کی طرف سے آیا ہے)

(ازنیٰ اس کے ہاتھ سے envelope لے لیتی ہے۔ Receptionist وہاں سے چلی جاتی ہے۔ ازنیٰ لفافے کو کھولتی ہے تو اس میں ایک شادی کارڈ ہوتا ہے۔ وہ سانس روکے کارڈ کھول کے اُس پہ نام دیکھتی ہے۔ عازل مشتاق کا نام سب سے اوپر سنہری رنگ سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کے ازنیٰ کے پاؤں کے نیچے سے تو جیسے زمین ہی نکل جاتی ہے۔ کچھ دیر کانپتے ہاتھوں سے کارڈ تھامے رکھنے کے بعد ازنیٰ وحشی انداز میں کارڈ کے چھوٹے ٹکڑے کر کے اُسے ڈسٹ بن میں پھینک دیتی ہے۔ اور غصے سے اپنا بیگ اٹھا کے آفس سے نکل جاتی ہے۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد کریم بابا کو ایک ایڈریس سمجھاتی ہے اور وہاں جانے کو کہتی ہے۔ کریم بابا کچھ دیر بعد شہر کے ایک مڈل کلاس علاقے میں داخل ہوتے ہیں۔ گھر کے آگے پہنچ کے کریم بابا ازنیٰ سے کہتے ہیں)

کریم بابا: بی بی جی یہی وہ گھر ہے جس کا ایڈریس آپ نے بتایا تھا۔

(ازنیٰ گاڑی سے اتر کر گھر کی بیل بجاتی ہے۔ کچھ ہی دیر میں ماہین دروازہ

کھول دیتی ہے۔ازنیٰ اُس سے پوچھتی ہے)

ازنیٰ: یہ نیہا کا گھر ہے؟

(ماہین حیرت سے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھتی ہے اور ذرا سا جھانک کے جہاز جیسی بڑی گاڑی کو۔وہ سوچتی ہے یہ نیہا کی دوست تو ہو نہیں سکتی)

(وہ اُس سے پوچھتی ہے)

ماہین: آپ کون؟

ازنیٰ: مجھے نیہا سے ملنا ہے۔

ماہین: جی آپ اندر تشریف لے آئیں۔میں اسے بلاتی ہوں۔

(ازنیٰ کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کے نیہا کو بلانے چلی جاتی ہے۔ازنیٰ صوفے پہ بیٹھی نظروں ہی نظروں سے پورے گھر کا جائزہ لے رہی ہوتی ہے کہ اتنے میں ایک لانگ شرٹ اور پاجامہ پہنے سادی سی لڑکی کمرے میں داخل ہوتی ہے۔اُسکی چوڑیوں کی کھنک سے ازنیٰ کا دھیان فوراً اسکی طرف جاتا ہے۔وہ ایک ہی نظر میں پہچان جاتی ہے کہ صوفے پہ ٹھاٹھ سے بیٹھی ہوئی لڑکی کون ہوسکتی ہے۔پھر بھی وہ تسلی کے لیے اُسے پوچھتی ہے)

نیہا: آپ ازنیٰ ہیں؟

(ازنیٰ تھوڑے سے غرور سے مسکراتے ہوئے اسے جواب دیتی ہے)

ازنیٰ: مجھے کون نہیں جانتا۔میں ازنیٰ شہباز۔

نیہا: مجھے آپ کو دیکھنے سے ہی انداز ہو گیا تھا کہ آپ ازنیٰ ہیں۔

(ازنیٰ کھڑی ہو جاتی ہے اور اسے سر سے پاؤں تک دیکھتی ہے۔نیہا صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہے)

نیہا: آپ بیٹھیے پلیز۔ کیا کام تھا آپ کو؟

ازنیٰ: میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی۔ میں صرف تم سے ایک سودا کرنے آئی ہوں۔

نیہا: کیا مطلب ہے آپ کا؟ میں سمجھی نہیں۔

ازنیٰ: ویسے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تم جیسی لڑکی میرا مقابلہ کرے گی۔

نیہا: (حیرت سے) مطلب؟

(ازنیٰ جواب دینے کی بجائے اپنے بیگ سے چیک بک نکال کر سامنے ٹیبل پہ پھینکتے ہوئے کہتی ہے)

ازنیٰ: اس میں جو چاہے قیمت بھر لو۔ عازل کی زندگی سے جانے کے لیے۔

(نیہا غصے سے وہ چیک واپس اُسی کے انداز میں اُسکی طرف پھینکتے ہوئے کہتی ہے)

نیہا: آپ کسی بازار میں نہیں آئیں کہ جو چاہیں گی خرید لیں گی۔ میں اور عازل ایک دوسرے سے شدید محبت کرتے ہیں۔

(ازنیٰ آگے بڑھ کے نیہا کو بازو سے پکڑتے ہوئے کہتی ہے)

ازنیٰ: تمہاری اتنی اوقات کہ تم میرا مقابلہ کرو گی۔

(نیہا اپنا بازو چھڑاتے ہوئے اُس سے کہتی ہے)

نیہا: اوقات تو تمہاری نہیں ہے۔ جو تم میری اترن مانگنے آئی ہو۔

(ازنیٰ اُسکی بات سن کر ضبط کا گھونٹ بھر کے رہ جاتی ہے اور کہتی ہے)

ازنیٰ: دل کرتا ہے کہ تمہاری آنکھیں نوچ لوں لیکن کیا کروں مجھے ان میں عازل دکھائی دے رہا ہے۔

(اتنا سننا ہوتا ہے کہ نیہا اپنی آواز نیچی رکھتے ہوئے غصے سے کہتی ہے)

نیہا: دفع ہو جائیں آپ میرے گھر سے۔

(ازنیٰ نیہا کے قریب ہوتے ہوئے اسے کہتی ہے)

ازنیٰ: اب کی بار جب تم عازل سے ملو ناں تو دیکھنا تمہیں کہیں نہ کہیں اُسکی آنکھوں میں میری محبت دکھائی دے گی۔

تنا کہہ کے ازنیٰ وہاں سے چلی جاتی ہے۔ اور نیہا وہاں کھڑی حیرت سے اُسکی باتوں کو سوچتی رہ جاتی ہے۔

---

(طارق صاحب اپنے لاؤنج میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ملازمہ اُنکے آگے سوپ رکھ کے جاتی ہے۔ تبسم بیگم اُنھیں کہتی ہیں)

تبسم بیگم: طارق صاحب یہ سوپ پی لیں پھر آپ نے میڈیسن بھی لینی ہے۔

(اتنے میں میراب عشاء کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوتا ہے۔ طارق صاحب اور تبسم بیگم سوالیہ نظروں سے میراب کو دیکھنے لگتے ہیں)

میراب: ماما اور بابا۔ یہ عشاء ہیں۔ آج سے میری بیوی۔ میں ان سے شادی کر چکا ہوں۔

(طارق اور تبسم بیگم کے سر پہ جیسے چھت آ گرتی ہے۔ طارق صاحب تو کچھ بول ہی نہیں پاتے۔ اور تبسم بیگم جب بولتی ہیں تو اُن کی آواز غصے اور دکھ سے کانپ رہی ہوتی ہے)

تبسم بیگم: یہ کیا کہہ رہے ہو تم میراب؟ تم نے ہمارے بغیر ہی شادی کر لی ہے؟

میراب: اگر آپ تک رہتا تو کروا لینی تھی آپ نے میری شادی۔ میں نے جو کرنا تھا وہ

میں نے کرلیا۔

یہ کہہ کے میراب عشاء کا ہاتھ تھامے اپنے کمرے کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ تبسم بیگم بے جان سی ہو کے وہیں صوفے پہ گر جاتی ہیں۔ (اور طارق صاحب سے کہتی ہیں)

تبسم بیگم: طارق۔ آپ نے دیکھا ہے۔ اس نے کیا کیا ہے۔ یہ کیا کر کے آ گیا ہے۔ آپ نے اُسے کچھ کہا کیوں نہیں۔

طارق صاحب: میں کیا کہتا اسے۔ کون کہتا ہے کہ وقت پلٹ کے نہیں آتا۔ وقت ضرور واپس آتا ہے۔ آج اس نے بھی وہی کام کیا جو شہباز نے کیا تھا۔ شہباز کو تو میں نے اسی وقت گھر سے نکال دیا تھا کیونکہ اس وقت میرے میں ہمت تھی میں اُسکے رحم وکرم پہ نہیں تھا۔ لیکن اسکے ساتھ تو میں ایسا کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہم اسی کے رحم وکرم پہ ہیں۔

تبسم بیگم: لیکن ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟ اپنی سوسائٹی میں کیسے introduce کروائیں گے کہ یہ کون ہے کہاں سے آئی ہے۔

(طارق صاحب خاموش بیٹھے نیچے زمین کو تکتے رہتے ہیں)

تبسم بیگم: یا خدایا میرے گھر کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ کیا ہو گیا ہے میرے ساتھ

وہ سر پکڑ کر وہیں بیٹھی رہ جاتی ہیں۔

---

(نیہا عازل کو فون کر کے بتاتی ہے۔ کہ آجازنی اُسکے گھر آئی تھی۔ عازل بے یقینی سے اُس سے دوبارہ پوچھتا ہے)

عازل: کون آیا تھا؟

نیہا: ازنیٰ آئی تھی عازل۔

عازل: لیکن تمہارے گھر کیوں؟

نیہا: قیمت لگانے آئی تھی۔ ایک blank چیک رکھ کے مجھے یہ کہہ رہی تھی کہ جو قیمت بھرنی ہے بھر دو۔ لیکن عازل کی زندگی سے چلی جاؤ۔

عازل: کیا بکواس ہے یہ؟

نیہا: یہ بکواس نہیں ہے وہ آئی تھی عازل اور میری اتنی انسلٹ کر کے گئی ہے اور مجھے یہ بھی جتا کے گئی ہے کہ تم دونوں کے بیچ میں کوئی نہ کوئی بات ہے۔

عازل: پاگل ہوگئی ہو؟ ہمارے بیچ میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

نیہا: تو کیا تمہیں نہیں پتہ تھا کہ ہازنی تم میں interested ہے؟

عازل: میں اُسکو ایک اچھا دوست سمجھتا تھا۔ وہ تو بس کچھ ٹائم ہوا کہ ہازنی کا جنون بڑھتا ہی چلا گیا۔ لیکن تم سے چھپانے کی وجہ یہ تھی کہ تم پریشان ہو جاؤ گی۔ ابھی تم اتنی پریشانیوں اور تکلیفوں سے باہر نکلی ہو۔ میں چاہتا تھا کہ تم شادی کی تیاریوں کو انجوائے کرو۔ اس لیے تم سے ڈسکس نہیں کیا۔

نیہا: عازل اُسے کنٹرول کرنے کی کوشش کرو۔ اُسے کہنا کہ آج کے بعد میرے گھر نہ آئے اور نہ ہی اس قسم کی کوئی بات کرے۔

(نیہا غصے سے فون بند کر دیتی ہے۔ عازل بھی غصے سے آگ بگولہ ہو رہا ہوتا ہے۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی ہوتی کہ وہ کیا کرے)

---

(سکندر صاحب شاہ میر کے کمرے کا دروازہ knock کر کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ شاہ میر اوندھے منہ اپنے بیڈ پہ لیٹا ہوتا ہے۔ وہ اُسکے پاس آ کے پوچھتے ہیں)

سکندر صاحب: شاہ میر بیٹا کیا ہو گیا ہے۔ تم پرسوں سے کمرے میں بند ہو ایسی کیا پریشانی آ گئی ہے کم سے کم مجھے تو بتاؤ۔

شاہ میران کی آواز پہ اُٹھ کے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے۔

شاہ میر: کچھ نہیں بابا بس میرا کمرے سے نکلنے کو دل نہیں چاہ رہا۔ دل کر رہا ہے کہ کمرے میں ہی رہوں۔

سکندر صاحب: بیٹا زندگی ایسے ختم نہیں ہوتی۔ اگر ازنیٰ نہیں مان رہی تو تم move on کیوں نہیں کر لیتے۔

شاہ میر: بابا قصور اس میں ازنیٰ کا بھی نہیں ہے۔ میں اور ازنیٰ ایک ہی بس میں سوار ہیں۔ لیکن ہماری منزل الگ الگ ہے۔

سکندر صاحب: بیٹا اب تم اپنے بارے میں سوچو اپنی منزل کے بارے میں سوچو۔

شاہ میر: فی الحال بابا مجھے اپنی منزل کیا کسی کے بارے میں نہیں سوچنا پلیز۔

سکندر صاحب: ٹھیک ہے بیٹا تم تھوڑا ٹائم لے لو پھر جو کہو گے میں ویسا ہی کروں گا۔

(سکندر صاحب شاہ میر کی یہ حالت دیکھ کر کافی پریشان ہو جاتے ہیں)

---

(ازنیٰ صبح اُٹھ کے ایک خوبصورت سی لانگ قمیض اور پاجامہ پہنتی ہے۔ ہلکی سے لپ سٹک کے ساتھ وہ آنکھوں میں بھر بھر کے کاجل لگاتی ہے۔ دونوں ہاتھوں میں میچنگ چوڑیاں پہنتی ہے اور کانوں میں جھمکے، سوٹ کے ساتھ کا بڑا سا دوپٹہ ایک کندھے پہ ڈالتے ہوئے خود کو آئینے میں دیکھ کے مسکراتی ہے۔ آج اس نے نیہا کے گیٹ اپ کو کاپی کیا تھا۔ بلاشبہ وہ اس میں بھی حسین لگ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی شاید اب عازل کا دل اُسکے لیے موم ہو جائے۔ وہ اسی طرح تیار عازل کے آفس میں پہنچ جاتی ہے۔ عازل اسے دیکھ کے غصے سے لال پیلا ہو جاتا ہے۔ وہ اُسے پھول دیتے ہوئے رومینٹک انداز میں کہتی ہے)

ازنیٰ: ہر بار مجھے تم نئے لگتے ہو۔ ہر بار تمہیں دیکھ کے لگتا ہے محبت ابھی ہوئی ہے۔

عازل: (غصے سے اُٹھ کر اُسکے قریب جا کے کہتا ہے) آپکی ہمت کیسے ہوئی نیہا کے گھر جانے کی۔

ازنیٰ: تو کیوں نہ جاتی۔ ہر انسان کی کوئی قیمت ہوتی ہے تو نیہا کی بھی ہوگی۔ تو میں نے سوچا پوچھ لوں۔ (وہ بے نیازی سے جواب دیتی ہے)۔

عازل: ہر چیز پیسوں سے نہیں خریدی جاتی ازنیٰ۔ آپ کو اپنے پیسوں پہ اتنا غرور کیوں ہے اور محبت؟ محبت تو کبھی بھی نہیں خریدی جا سکتی۔ جو آپ کے ذہن میں یہ سوچ ہے نہ تو نکال دیں اسے کہ آپ محبت کو پیسے سے خرید سکتی ہیں۔ آپ کی ہمت کیسے ہوئی وہاں جانے کی۔

(عازل اس پہ چلا رہا ہوتا ہے ایک پل کے لیے تو ازنیٰ بھی اُسکے تیور دیکھ کے گھبرا جاتی ہے)

عازل: آپ کو پتہ ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔

ازنیٰ: جو جی میں آئے کر لو۔ مجھے ہمیشہ کے لیے اپنی ملکیت سمجھ لو عازل۔

عازل: اوشٹ اپ۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے نیہا سے کیوں کہا کہ ہمارے بیچ میں کچھ چل رہا ہے بولیں۔ بتائیں آپ مجھے اور نیہا کو دور کرنے کی کیوں کوشش کر رہی ہیں۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں نیہا سے دور ہو کے آپ کو اپنا لوں گا؟

(عازل شدید غصے میں ازنیٰ کے بازو کو اتنی مضبوطی سے تھام لیتا ہے کہ ازنیٰ کو اُسکی انگلیاں اپنے گوشت میں دھنستی ہوئی معلوم ہو رہی ہوتی ہیں۔ وہ اسی غصے میں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے)

عازل: بتائیں نا۔ کیا لگتا ہے آپ کو؟ آپ کو تو میں سوچنا بھی نہ پسند کروں۔ ایک خود

غرض، خودسر اور مغرور لڑکی ہیں آپ۔ جس کو کسی کی مجبوری سے کوئی لینا دینا نہیں۔ جو اپنے آپ میں ہی رہتی ہے۔ اور جو خود کو اپنی دنیا کا خدا سمجھ بیٹھی ہے کہ جو چاہے کر لے گی۔ ارے ہاں۔ آپ نے تو مجھ پہ احسان کیا ہے۔ ہے نا؟

تو بولیں کیا قیمت لیں گی اس احسان کی۔ کیا قیمت لیں گی۔ وہ اُسے ایک جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے بولتا ہے۔

ازنیٰ بے بسی سے اُسکی طرف دیکھے جارہی ہوتی ہے۔

عازل: آپ کو لگتا ہے نہ کہ ہر چیز، ہر جذبے، ہر انسان کی قیمت ہے تو آج میں سودے بازی آپ سے کر لیتا ہوں۔

ازنیٰ: عازل تم نے میری محبت کو ایسا سمجھ لیا ہے۔

عازل: تو آپ بھی میری اور نیہا کی محبت کا سودا کرنے گئی تھیں نا۔

ازنیٰ: (آنکھوں میں آنسو لیے) عازل یقین کرو میں تم سے محبت کرتی ہوں۔

(وہ عازل کو تھامنے کے لیے آگے بڑھ رہی ہوتی ہے کہ عازل اُسے خود سے دور رکھنے کے لیے ایک زوردار جھٹکا دیتا ہے۔ ازنیٰ بُری طرح سے فرش پہ آ گرتی ہے۔ کانچ کی چوڑیاں اسکے دل کی طرح کرچی ہو کے اُسکی کلائی کو بری طرح سے زخمی کر جاتی ہیں۔ اوندھے منہ زمین پہ پڑیا زنیٰ کو جیسے اُس پل ہوش آتا ہے کہ ''کیا میں اتنا گر گئی ہوں عازل کے لیے؟'' تھوڑی دیر سنبھلنے کے بعد وہ خاموشی سے اٹھ جاتی ہے۔ اُسکا دوپٹہ وہیں فرش پہ کانچ کی ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ وہ آس پاس سے بیگانہ زندہ لاش کی طرح آفس سے نکل جاتی ہے۔ سارا اسٹاف اسکی حالت دیکھ کر مشکوک ہو رہا

ہوتا ہے کہ ایسا کیا ہو گیا ہے کہ ازنیٰ اس حالت میں آفس سے نکل رہی ہے۔ عازل نے ایسا کیا کیا ہے؟ غرض یہ کہ ہر بندہ اپنی سوچ کے مطابق ازنیٰ کی حالت کو دیکھ کر اندازے لگا رہا ہوتا ہے)

(ازنیٰ اُسکے آفس سے نکل کر روڈ کے کنارے چلی جا رہی ہوتی ہے۔ اسے اپنا بھی کوئی ہوش نہیں ہوتا۔ کریم بابا اسے اسطرح دیکھتے ہیں تو گاڑی اسکے پیچھے پیچھے لیے جاتے ہیں۔ وہ گاڑی روک کے اسے آواز دیتے ہیں)

کریم بابا: ازنیٰ بی بی گاڑی میں بیٹھیں۔

(ازنیٰ کو جیسے کسی بھی چیز کا ہوش نہیں ہوتا۔ وہ بس سیدھی سمت میں ایک طرف نظریں ٹکائے چلی جا رہی ہوتی ہے۔ کریم بابا پھر سے اُسے آواز دیتے ہیں)

کریم بابا: بی بی جی گاڑی میں بیٹھیں۔

(اب کی بار بھی ازنیٰ کوئی جواب نہیں دیتی۔ کریم بابا گاڑی سے اتر کر اُسے بازو سے پکڑ کر گاڑی میں بٹھاتے ہیں۔ اِزنیٰ کسی بت کی طرح گاڑی میں بیٹھ جاتی ہے)

(عازل کافی دیر خود کو کمپوز کرنے کے بعد آفس کی کھڑکی سے ہٹ کر پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے تو اِزنیٰ کا دوپٹہ نیچے فرش پر پڑا ہوتا ہے۔ وہ جیسے ہی دوپٹہ اُٹھانے جھکتا ہے اُس کی نظر فرش پہ ٹوٹی ہوئی چوڑیوں پہ پڑتی ہے جس کے ساتھ فرش پہ ننھے ننھے خون کے قطرے بھی ہوتے ہیں۔ عازل یہ سب دیکھ کے گھبرا جاتا ہے۔ وہ اُس کا دوپٹہ تھامے فوراً سے آفس سے باہر نکلتا ہے۔ اور اُس کے پیچھے بھاگتا ہے۔ لیکن دور دور تک ازنیٰ کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ عازل اُس کا دوپٹہ تھامے واپس آفس میں آ جاتا ہے)

---

(نیہا اپنے کمرے میں کافی پریشانی کے عالم میں بیٹھی ہوتی ہے۔ اور سوچتی ہے کہ جانے کیا بات ہے جب بھی اُس کی اور عازل کی شادی قریب ہوتی ہے کوئی نہ کوئی بات ہو جاتی ہے۔ جو اُن دونوں کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہے۔ وہ دِل سے دعا مانگتی ہے کہ "اے اللہ اُس کی اور عازل کی شادی خیر و عافیت سے ہو جائے"۔ اُس کا دماغ جہاں عازل پہ بے پناہ اعتبار کر رہا ہوتا ہے وہاں دِل کو بھی سو خدشات لاحق ہو رہے ہوتے ہیں۔ وہ سوچتی ہے اِزنیٰ اور عازل؟؟؟ نہیں نہیں وہ اپنے دِل کے اندیشوں کو ڈانٹ کر سلانے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو عازل کے لیے اس واقعے کے بعد نیہا کو چھوڑنا بہت آسان تھا۔ وہ کبھی بھی اُس سے شادی کے لیے رضامند نہ ہوتا۔ وہ یہی سوچے جا رہی ہوتی ہے کہ اِتنے میں ممتاز بیگم کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ اور اُس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھتی ہیں)

ممتاز بیگم: بیٹا کچھ ہوا تو نہیں ہے؟ سب خیریت ہے نا؟

(وہ ممتاز بیگم کو دیکھ کے خاموش ہو جاتی ہے اُسے سمجھ نہیں آتی کہ اُنہیں کیا کہے۔ وہ پھر سے بولتی ہے)

ممتاز بیگم: کوئی بات ہے بیٹا؟ اِزنیٰ آئی تھی۔ کوئی خاص بات تھی؟ وہ کس لیے آئی تھی؟ اُن کے لہجے میں ڈھیروں سوال تھے۔

نیہا: (اُن کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے) اِزنیٰ مجھے خریدنے آئی تھی۔

ممتاز: کیا مطلب؟ وہ حیرت سے پوچھتی ہے۔

نیہا: وہ سودا کرنے آئی تھی امی۔ وہ یہ چاہ رہی تھی کہ میں عازل کی زندگی سے نکل جاؤں اِس بات کے لیے وہ مجھے منہ مانگے رقم دینے کو تیار تھی۔

ممتاز بیگم: بیٹا وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ میں تمہیں کہتی رہ گئی تھی کہ کوئی بھی کسی پہ ایسے ہی اتنا مہربان نہیں ہوتا۔ اُس کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔

(نیہا خوفزدہ سی ماں کو دیکھنے لگتی ہے۔)

ممتاز بیگم: عازل کیا کہتا ہے اس بارے میں؟

نیہا: وہ تو کہتا ہے اس جیسی مغرور اور ضدی لڑکی کے بارے میں تو سوچ بھی نہیں سکتا۔

ممتاز بیگم: (سوچتے ہوئے) ہم مم۔ اب تو شادی میں کچھ ہی دِن رہ گئے ہیں۔ تم پریشان نہیں ہو۔ اللہ پاک سب بہتر فرمائے گا۔ (وہ اُسے تسلی دیتے دیتے خود ہزار اندیشوں میں گھرِ چکی ہوتی ہے)

---

اِزنیٰ بالکل خاموشی سے اپنے کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ اُس کا وجود، اُس کا دل، اُس کے جذبات سب عازل کے آج کے رویے کی وجہ سے کرچی کرچی ہو چکے ہوتے ہیں۔ ایک بار پھر سے زندہ ہوتی ہوئی اِزنیٰ اندر سے مر جاتی ہے۔ وہ کوئی بھی احتجاج یا اپنے غصے کا اظہار کیے بغیر اپنے بیڈ پہ بیٹھ جاتی ہے۔ آج جس قدر ذلت کا سامنا اُس نے کیا تھا اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں ہو گا۔ اُسے اپنی حالت پہ رونا بھی نہیں آ رہا تھا۔ عازل نے اُس کی محبت کا جواب اُس کی کلائیوں پہ لکھ دیا تھا۔

زخمی کلائیوں پہ جگہ جگہ کھروچ تھی ایسی ہی کھروچیں اُس کی روح پہ بھی تھیں۔ اُس کی روح بھی ایسی ہی زخمی تھی بس فرق صرف یہ تھا کہ کلائی کے زخم اُن پہ سے رستہ خون سب کو دکھائی دے رہا تھا لیکن اُس کی زخمی روح کی حالت سے کوئی واقف نہیں تھا۔ آج تو اُس کی آنکھوں میں آنسو بھی نہیں آئے تھے۔ شاید وہ حقیقتاً عازل کی محبت میں مر چکی تھی۔

---

عازل اپنے کمرے میں اِزنیٰ کا دوپٹہ ہاتھوں میں لیے بالکل ساکن بیٹھا ہوتا ہے۔ اُس نے آج

کیا کر دیا۔ اُسے جیسے خود پہ یقین نہیں آرہا ہوتا۔ کیسے اُس نے اِزنیٰ کو دھتکار دیا۔ کیا مانگ رہی تھی وہ اُس سے صرف محبت۔ اور یہ بات میں اُسی محبت سے بھی تو سمجھا سکتا تھا نا۔ میں نے اُسے اتنی زور سے دھکا دیا کہ وہ زمین پہ آ گری۔ اُف بے چینی سے وہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اُس کی نظروں کے سامنے اِزنیٰ کے ساتھ گزرا ایک ایک پل جیسے ٹھہر جاتا ہے۔ کیسے وہ عازل کے ساتھ وقت گزارنے کے بہانے ڈھونڈتی تھی۔ عازل کے ساتھ سائٹ وزٹ، لنچ، ڈنر، سی ویو۔ ہر جگہ تو اُن دونوں کی بے شمار یادیں تھی۔ وہ بھی تو اِزنیٰ کی کمپنی کو انجوائے کرتا تھا تو کیا یہ صرف دوستی تھی؟ وہ اُس کے لیے اِتنی اہم کیوں ہوگئی تھی کہ وہ بغیر کسی انکار کے اُس کی ہر بات مانتا چلا گیا تھا۔ اُسے بارش میں بھیگتی ہوئی اِزنیٰ کا اُس کے سامنے گڑگڑاتا یاد آ جاتا ہے۔ اور وہ کیسے اُسے اِتنی تیز بارش میں تنہا چھوڑ کے آ گیا تھا۔ وہ کیا کم تھا جو اُس نے آج تو حد نہیں کر دی۔ بے چینی میں وہ ٹہلتا ہوا کھڑکی کے پاس آ کھڑا ہوتا ہے۔ اُس کی نظر گھر کے لان اور کار و پورچ پہ پڑتی ہے جس میں اُس کی اتنی بڑی برانڈ نیو گاڑی کھڑی ہوتی ہے۔ وہ سوچنے لگتا ہے کہ میں عازل مشتاق کا نام مشہور نہ تھا۔ اُس نے تو اُسے ذرّے سے آفتاب بنا دیا۔ اُس کے احسانوں کا اگر سوچا جائے تو وہ اگر چہ خود کو بیچ بھی دیتا تو شاید اُن کا بدلہ چکا سکتا۔ اُس کا guilt بڑھتا جا رہا ہوتا ہے۔ وہ سوچتا ہے اِزنیٰ کو اپنی طرف راغب کرنے میں اُس کا ہاتھ بھی تو تھا اگر وہ شروع سے ہی اُس کے ساتھ ایسے نہ کرتا تو شاید آج وہ بھی اُس کی محبت میں اتنا آگے نہ بڑھتی۔ سوچ سوچ کے عازل کا دماغ پھٹنے والا ہو جاتا ہے۔ وہ پھر سے اِزنیٰ کا دوپٹہ پکڑے بیڈ پہ آ بیٹھتا ہے۔

---

(شہناز عالیہ بیگم کو دوا دے رہی ہوتی ہے۔ دوا کھانے کے بعد عالیہ بیگم اُس سے پوچھتی ہے)

عالیہ بیگم: شہناز اِزنیٰ نے کچھ کھایا؟

شہناز: نہیں بی بی جی اُنہوں نے کھانا واپس بھجوا دیا تھا۔

عالیہ بیگم: (پریشان ہوتے ہوئے) اِتنے دنوں سے میری بیٹی کمرے میں بند ہے۔

جانے ایسا کیا ہوگیا ہے۔ کچھ بتا بھی نہیں رہی۔ اُس نے تو جیسے چپ کا روزہ ہی رکھ لیا ہے۔

شہناز: جی بی بی جی ایک ہفتہ ہوگیا ہے اُنہیں۔ وہ اپنے کمرے سے باہر بھی نہیں نکل رہی۔ نہ کھانا ٹھیک سے کھا رہی ہیں۔ اُن کی تو طبیعت بھی کافی خراب لگ رہی ہے۔ عالیہ بیگم اِزنیٰ کے لیے بہت زیادہ پریشان ہو رہی ہوتی ہیں۔ وہ دِل سے دعا مانگتی ہیں کہ ''اے اللہ بس میری بیٹی کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔''

---

(ایک ہفتے سے اِزنیٰ اپنے کمرے میں خود کو ذِلت کی اُن پستیوں سے نکالنے میں لگا دیتی ہے جن گہرائیوں میں عازل نے اُسے دھکیلا ہوتا ہے۔ ذِلت کا احساس نہ اُسے جینے دے رہا تھا نہ مرنے۔ وہ اپنے فون پہ ایک نمبر ڈائل کرتی ہے دوسری طرف سے آواز آتی ہے)

اجنبی: ہیلو۔

اِزنیٰ: مجھے contract killer کا نمبر چاہیئے فوراً۔

اجنبی: جی میڈم مل جائے گا۔

(وہ فون بند کر کے سر بیڈ کے ساتھ ٹِکا دیتی ہے۔ اِتنے میں اُس کے فون پہ میسج ٹون کی آواز آتی ہے۔ وہ فون اُٹھا کے چیک کرتی ہے تو اُسے contract killer کا نمبر مِل چکا ہوتا ہے۔ اُس کے لبوں پہ ایک مسکراہٹ آتی ہے۔ وہ فریش ہونے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے)

---

(نیہا اپنے کمرے سے تیار ہو کے نکلتی ہے۔ ممتاز بیگم اُسے دیکھ کے پوچھتی ہیں)

ممتاز بیگم: کہیں جا رہی ہو نیہا؟

نیہا: جی امی میں عازل سے ملنے جا رہی ہوں۔

ممتاز بیگم: لیکن کیوں؟ شادی میں بس کچھ ہی دِن رہ گئے ہیں۔تو اِس طرح ملنا مناسب نہیں لگتا۔

نیہا: نہیں امّی میرا اُس سے ملنا بہت ضروری ہے۔میں اِتنے دنوں سے اُسے فون کر رہی ہوں وہ میرا فون نہیں اُٹھا رہا۔ مجھے لگ رہا ہے کوئی بات ہے۔تبھی تو وہ ایسے کر رہا ہے۔میں بس اُسے مِل کے جلدی آ جاؤں گی۔وہ یہ کہہ کے گھر سے باہر نکل جاتی ہے۔

---

(عازل اِزنیٰ کے آفس پھر سے کال کرتا ہے اور Receptionist سے دریافت کرتا ہے)

عازل: اِزنیٰ میڈم آئی ہیں؟

Receptionist: نہیں سر وہ آج بھی نہیں آئیں۔

عازل: تو کیا اُنہوں نے کوئی سائٹ وزٹ بھی نہیں کیا؟

Receptionist: نہیں سر بالکل نہیں۔اُنہوں نے نہ ہی کوئی میٹنگ attend کی ہے اور نہ ہی کوئی سائٹ وزٹ کی ہے۔

عازل فون بند کر دیتا ہے۔اور بے بسی سے سوچتا ہے۔''اِزنیٰ تم کہاں ہو؟ ایک ہفتہ ہو گیا ہے نہ تم آفس جا رہی ہو اور نہ ہی کسی سائٹ پہ۔اور نہ ہی میرا فون اُٹھا رہی ہو۔اِزنیٰ تم کہاں ہو؟ میں کہاں جاؤں؟ کس سے پوچھوں کہ تم کہاں ہو؟'' عازل اِزنیٰ کی غیر موجودگی سے بہت پریشان ہو رہا ہوتا ہے۔اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کے رہ جاتا ہے۔

---

(اِزنیٰ اپنے سر کو سکارف سے ڈھکے اور چہرے پہ سن گلاسز لگائے ایک تنگ و تاریک گلی میں داخل

ہوتی ہے۔گلی کی چھت بجلی کی تاروں سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے جس کی وجہ سے سورج کی روشنی بھی گلی کی تاریکی کو ختم کرنے میں ناکام ہو رہی ہوتی ہے۔آس پاس پان تھوکتے لوگ اُسے درندہ صفت نظروں سے دیکھتے گزر رہے تھے۔وہ اُن سے بچتی بچاتی ایک چھوٹی سی دکان کے آگے آ کے رُکتی ہے۔دروازے کے باہر لگی ٹوٹی ہوئی تختی پہ لکھا نام پڑھ کے وہ دو سیڑھیاں چڑھ کے اوپر جاتی ہے۔لکڑی کا ادھ کھلا دروازہ اُس کے دھکیلنے سے ایک بلند آواز کے ساتھ کھل جاتا ہے۔اُس کی نظر سب سے پہلے صحن پہ پڑتی ہے کچے سیمنٹ کے بنے صحن پہ دور دور اینٹیں لگا کے گویا اُسے خوبصورت بنانے کی کوشش کی گئی ہوتی ہے۔وہ ڈرتے ڈرتے اندر قدم رکھتی ہے۔چار قدم چلتے ہی ایک چھوٹا سا کمرہ آ جاتا ہے۔کمرے کا دروازہ کھلا ہوتا ہے۔چھوٹا سا ٹوٹا پھوٹا کاؤنٹر لگائے دو لڑکے بیٹھے ہوتے ہیں۔اِزنیٰ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔اُن میں سے ایک لڑکا پان چباتے چباتے اِزنیٰ کو سر سے لے کے پاؤں تک ایک ہی نظر میں دیکھ ڈالتا ہے اور اُسے آنکھ کے اشارے سے بائیں جانب جانے کو کہتا ہے۔اِزنیٰ سر ہلاتے ہوئے بائیں طرف چلی جاتی ہے۔کمرے کے ختم ہوتے ہی کچھ سیڑھیاں نیچے کی طرف جا رہی ہوتی ہیں۔سیڑھیاں اتنی تنگ ہوتی ہیں کہ بمشکل ایک انسان ہی وہاں سے اُتر یا چڑھ سکتا ہے۔سیڑھیوں کی چھت کافی نیچی ہونے کی وجہ سے وہ اپنا سر بچاتے بچاتے سنبھل سنبل کے سیڑھیاں اُترنے لگتی ہے۔نیچے ایک میز اور تین کرسیاں لگائے ایک موٹا سا شخص بیٹھا ہوتا ہے۔کمرے میں زرد روشنی کا بلب عین کمرے کے بیچ و بیچ لگا ہوتا ہے اُس آدمی کے چہرے پہ پڑتی بلب کی زرد روشنی اُسے مزید خوفناک بنا رہی ہوتی ہے۔وہ شخص اِزنیٰ کو دیکھ کے اُسے ہاتھ کے اشارے سے ایک کرسی پہ بیٹھنے کو کہتا ہے۔اِزنیٰ اپنا خوف چھپاتے ہوئے وہاں جا کے بیٹھ جاتی ہے۔وہ شخص سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگتا ہے۔

اِزنیٰ اُسے بتاتی ہے)

اِزنیٰ: ایوب صاحب نے بھیجا ہے۔

(وہ شخص سر ہلاتا ہوا منہ میں چھالیہ ڈالتا ہے اور اُس سے پوچھتا ہے)

اجنبی: پانی پئیں گی؟

(ازنی نفی میں سر ہلا دیتی ہے)

اجنبی: ہم م م تو بتائیں پھر کیا کروانا چاہتی ہیں۔کہاں مارنا ہے بندے کو؟ ٹانگ پہ گولی مارنی ہے؟ کمر پہ یا جان سے مارنا ہے؟

(ازنی اپنی شہادت کی انگلی اپنی گردن پہ پھیر کے اشارے سے اُسے بتاتی ہے "قتل کروانا ہے")

---

(عیشاء صبح ہی کچن میں جا کے کک کو آج کے مینو کے بارے میں بتا رہی ہوتی ہے۔وہ اُسے بتاتی ہے کہ آج چائینیز کے ساتھ چکن کڑاہی بھی بنا لینا۔تا کہ اگر کوئی چائینیز نہ کھانا چاہیے تو اُس کے پاس کوئی دوسرا آپشن بھی ہو۔اور سلاد اور سویٹ ڈش تو روز ساتھ بنتی ہی ہے۔)

(تبسّم بیگم حیرت سے اُس کی ساری باتیں سنتی ہیں۔اور پوچھتی ہیں)

تبسّم بیگم: آج کوئی مہمان آ رہا ہے کیا؟

عیشاء: نہیں یہ اپنے گھر والوں کے لیے ہی بن رہا ہے۔

تبسّم بیگم: لیکن ابھی کل ہی تو چاول بنے تھے۔آج پھر سے چاول؟

عیشاء: کیا ہو گیا ہے ماما؟

تبسّم بیگم: تم تو ایسا کرو مجھے ماما مت ہی کہو (وہ اُس کے ماما کہنے پہ چڑ جاتی ہیں) میں بتا دیتی ہوں کہ کیا بنے گا۔تم نے ویسے بھی آفس جانا ہے تم چلی جاؤ۔

عیشاء: (تبسّم بیگم کو دیکھتے ہوئے کک سے کہتی ہے) میں نے جو بتایا ہے تم نے وہی بنانا ہے۔

تبسّم بیگم: ساری زندگی میں نے یہ گھر سنبھالا ہے مجھے پتہ ہے کہ آج کیا بنے گا کیا

نہیں۔

عیشاء: تو تب میں نہیں تھی اب تو میں آ گئی ہوں۔اب میری مرضی بھی تو ہو گی نا؟

(اتنے میں میراب اُسے ڈھونڈتا کچن میں ہی آ جاتا ہے)

میراب: چلیں عیشاء۔لیٹ ہو رہے ہیں۔اُس کی نظر تبسّم بیگم پہ پڑتی ہے وہ اُن سے پوچھتا ہے۔"کیا ہوا ماما موڈ کیوں آف ہے آپ کا؟"

عیشاء: میں نے تو آپ سے کچھ نہیں کہا۔(پھر وہ میراب کو دیکھتے ہوئے کہتی ہے) بس مینیو کی بات ہو رہی تھی تو میں کہا کہ یہ بنا لینا۔

تبسّم بیگم: (میراب کو دیکھتے ہوئے) میراب ساری زندگی میں نے یہ مینیو بنایا ہے نا۔ میراب تبسم بیگم کے دونوں شانوں کو تھامتے ہوئے کہتا ہے۔

میراب: بالکل ماما آپ نے ہی decide کیا ہے۔لیکن اب عیشاء آ گئی ہے نا۔تو اچھا ہے نہ کہ آپ کی بھی کچھ ذمہ داریاں کم ہوں۔اب بس بابا کا خیال رکھیں۔وہ کافی weak ہوتے جا رہے ہیں۔آپ گھر کی ذمہ داری عیشاء کو دے دیں۔

(اتنا کہہ کے میراب عیشاء کے ساتھ آفس کے لیے نکل جاتا ہے۔تبسّم بیگم حیرت سے جاتے ہوئے میراب کو دیکھتے ہوئے سوچتی ہیں۔میں نے بھی تو جوانی میں یہی کچھ کیا تھا۔کاش اِس کی جگہ اِزنیٰ ہوتی۔اور میرے ساتھ بھی اس عمر میں عالیہ کا ساتھ ہوتا۔نہ وہ اکیلی ہوتی نہ میں اکیلی ہوتی۔وہ نم آنکھوں کے ساتھ ملازمہ کو طارق صاحب کا ناشتہ کمرے میں لانے کا کہہ کے خود بھی کمرے میں چلی جاتی ہے)

(طارق صاحب بستر پر پڑے بہت ہی کمزور لگ رہے ہوتے ہیں۔اِس

بیماری نے اُنہیں بہت ہی لاغر کر دیا تھا۔تبسّم بیگم اُنہیں کہتی ہیں)

تبسّم بیگم: طارق صاحب تھوڑا سا اُٹھ کے بیٹھیں۔ملازمہ ناشتہ لا رہی ہے میں آپ کو ناشتہ کروا دیتی ہوں۔

---

اجنبی: تو آپ نے قتل کرانا ہے میڈم؟؟؟قتل کے پیسے تھوڑے زیادہ ہوں گے۔ پورے پانچ لاکھ۔(وہ ہاتھ اُٹھا کے پانچوں انگلیاں پھیلا کر اُسے کہتا ہے)

لیکن بندہ موقع پہ پھڑک جائے گا۔اِس بات کی گارنٹی ہے۔

اِزنیٰ: 25 لاکھ روپیہ دوں گی۔

اجنبی: (حیرت سے کرسی گھسیٹ کر ٹیبل کے اور قریب ہو جاتا ہے) 25 لاکھ؟ کتنے مروانے ہیں؟

اِزنیٰ: ایک

اجنبی: ٹھیک ہے۔آپ مجھے تصویر دے دو اُس کی۔اور کب کرنا ہے یہ بھی بتا دو۔ ہم کر دیں گے۔وہ 25 لاکھ کا سن کے خوشی سے ہاتھ اُٹھا کر باتیں کرنے لگتا ہے۔

(اِزنیٰ اپنا بیگ کھول کے اُس میں سے ایک envelop نکالتی ہے۔وہ لفافہ کھول کے تصویر کو دیکھتی ہے اور مسکرا کر تصویر واپس لفافے میں ڈال دیتی ہے۔اور ٹیبل پہ رکھتے ہوئے اُسے کہتی ہے)

اِزنیٰ: یہ تصویر ہے۔اور کل صبح نو بجے محمود غزنوی روڈ پہ گاڑی خراب ہونے کی صورت میں تم اِسے قتل کر دینا۔

اجنبی: ٹھیک ہو گیا میڈم۔

اِزنیٰ بیگ کھول کر اُس میں سے cash نکالتی ہے۔ وہ پانچ ، پانچ ہزار کی گڈیاں اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہتی ہے۔

اِزنیٰ: یہ پندرہ لاکھ ہے۔ (اور ساتھ میں وہ ایک چیک اُسکے سامنے رکھتی ہے )اور یہ دس لاکھ کا چیک۔ یہ کام کرنے کے بعد تم جا کے کیش کروا لینا۔ وہ شخص دونوں ہاتھوں سے نوٹوں کی گڈیوں کو اپنی طرف لاتا ہے۔ چیک کو کسی مقدس چیز کی طرح دراز میں رکھ لیتا ہے۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی ہوتی کہ کیسے وہ جلدی سے کام کر کے باقی کے دس لاکھ بھی لے لے۔

(اِزنیٰ وہاں سے اُٹھ کے باہر کی طرف آ جاتی ہے )

---

نیہا عازل کے گھر میں داخل ہوتی ہے۔ عابدہ بیگم اُسے دیکھ کے ہی خوش ہو جاتی ہیں۔ اُس کے ماتھے پہ پیار دے کے اپنے پاس بیٹھنے کو کہتی ہیں۔

نیہا: آنٹی وہ مجھے عازل سے ملنا تھا۔ (اُسے عازل سے ملنے کی بے قراری ہو رہی ہوتی ہے )

عابدہ: وہ تو اپنے کمرے میں ہے بیٹا۔

نیہا عازل کے کمرے کا دروازہ ناک کرتی ہے۔ جواب آنے کی صورت میں وہ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ عازل اُسے دیکھ کے چونک جاتا ہے۔

عازل: نیہا تم ؟

نیہا: (نیہا اُسے دیکھ کے جیسے سُکھ کا سانس لیتی ہے ) عازل تم کہاں تھے؟ میں ایک ہفتے سے تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ تم مجھ سے بات ہی نہیں کر رہے۔ کتنی بار سوچا کہ تم سے ملنے آؤں پھر کسی نہ کسی کام میں مصروف

ہو جاتی تھی۔ ابھی تو امی ابھی آنے سے روک رہی تھیں۔ کہہ رہی تھیں کہ ابھی شادی کے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ اس لیے جانا مناسب نہیں لگتا۔ تم بتاؤ تم کہاں تھے؟ اور تم ٹھیک تو ہو نا؟ نیہا nonstop بولے جا رہی ہوتی ہے۔ تشویش میں آ کے وہ اُس کے ماتھے کو چھوتی ہے۔ پھر کہتی ہے عازل تمہیں بخار بھی نہیں ہے۔ میں نے عابدہ آنٹی سے بھی پوچھا اُنہوں نے بھی یہی بتایا کہ تم بس اپنے کمرے میں ہی قید ہو۔ مجھے بتاؤ عازل کیا ہوا ہے سب ٹھیک تو ہے نا؟

(عازل اُس کی ساری باتیں سننے کے بعد خالی نظروں سے نیہا کو دیکھتا ہے اور اُس کے کسی سوال کا جواب دینے کی بجائے اُسے کہتا ہے)

عازل: نیہا تمہیں پتہ ہے ایک ہفتے سے اِزنیٰ کا فون بند ہے۔ نیہا میں نے اُس سے بہت بدتمیزی کی تھی۔ اُس دن جب وہ آفس آئی تھی تو میں نے اُسے دھکا دے دیا تھا۔ تمہیں پتہ ہے وہ منہ کے بل گری تھی۔ اُس کی چوڑیاں ٹوٹ کے اُس کی کلائی میں لگ گئی تھی اُس کی کلائیوں سے خون بہنے لگ گیا تھا۔ اور وہ پھر وہ، وہ وہاں سے چلی گئی۔ مجھے پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے؟ کیسی ہے؟ ٹھیک بھی ہے یا۔۔۔۔۔ (یہ کہہ کے عازل اپنا سر اپنے دونوں ہاتھوں پہ گرا دیتا ہے)

نیہا: (فوراً گھبرا جاتی ہے) کیا ہو گیا ہے عازل ریلیکس۔ ریلیکس۔ مجھے آرام سے بتاؤ کیا ہوا ہے؟

عازل: میں بہت پریشان ہوں نیہا بہت زیادہ۔ میں نے اِزنیٰ کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ پتہ نہیں مجھے اُس دن کیا ہو گیا تھا۔ نجانے میں نے اُسے کیا کچھ بولا تھا۔

مجھے اُسے اِس طرح دھکا نہیں دینا چاہیئے تھا۔ دیکھو نہ نیہا۔ اُس نے کتنی مہربانیاں کی ہیں مجھ پہ۔ کتنے احسان ہیں اُس کے مجھ پہ۔ اور تمہیں پتہ ہے نیہا (وہ نیہا کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہتا ہے) میں جب اِزنیٰ کے ساتھ ہوتا تھا تو یہ سچ ہے کہ میں بھی انجوائے کرتا تھا۔ مجھے بھی اُس کا ساتھ اچھا لگتا تھا۔ مجھے اُس وقت ایسے ری ایکٹ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ مجھے اُسے پیار سے سمجھانا چاہیئے تھا۔ وہ تو ہمیشہ محبت کے لیے ترسی ہے۔ اُس بے چاری کو تو کبھی محبت ہی نہیں ملی۔ اور میں نے بھی اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ مجھے بہت خوف آرہا ہے۔ اِزنیٰ نے اپنے ساتھ کچھ کر تو نہیں لیا ہوگا؟ (وہ گھبرا کے نیہا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھتا ہے) وہ ٹھیک تو ہوگی نا؟

نیہا: عازل میں بھی تم سے ہفتے بعد مل رہی ہوں۔ تم نے تو ایک بار بھی میرا نہیں پوچھا۔

عازل: اوہو نیہا تم کہاں کی بات کہاں لے کے جا رہی ہو۔ تم تو ٹھیک ہو نا۔ دیکھو میرے سامنے بیٹھی ہو۔ لیکن اِزنیٰ سے میری بات نہیں ہو رہی نیہا۔

نیہا: میں سمجھ نہیں پا رہی تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔ اور تم اِزنیٰ کے لیے اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہو؟

عازل: ''کیوں نہ ہوں؟ کیوں نہ ہوں نیہا۔ اُس نے میرے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ اور میں نے میں نے کتنی بدتمیزی کی ہے اُس کے ساتھ۔ مجھے اتنا guilt ہے کہ میں ایک ہفتہ سو نہیں سکا۔ مجھے یہ بھی نہیں پتا کہ وہ کہاں ہے۔ اُس کا نمبر بند جا رہا ہے۔ نہ وہ آفس جا رہی ہے نہ وہ کسی سائٹ پہ گئی ہے۔ نیہا اُس کی ساری باتیں خاموشی سے سنتی ہے۔ پھر اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے

کہتی ہے۔

نیہا: عازل اِزنیٰ نے ٹھیک کہا تھا۔تمہاری آنکھوں میں آج مجھے اِزنیٰ کے لیے محبت دِکھائی دے رہی ہے۔ ''مرد اُس عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا جو اُسے ٹوٹ کر چاہتی ہو۔اور بے شک ازنیٰ نے تمہیں ٹوٹ کے چاہا ہے''۔

یہ کہتے ہوئے نیہا کی آنکھوں سے آنسو رواں ہونے لگتے ہیں۔وہ خاموشی سے اپنا بیگ اُٹھاتی ہے اور جانے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔عازل دیوانوں کی طرح اِزنیٰ کے نمبر پہ فون ملائی جا رہا ہوتا ہے۔اُسے نیہا کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔دروازے تک جا کے نیہا پھر پلٹ کر دیکھتی ہے لیکن عازل شاید اب اُس کی دنیا سے دور جا چکا ہوتا ہے۔

---

اِزنیٰ کے اُس پراسرار سے گھر سے جانے کے بعد contract killer جلدی سے اپنے لاکر کی چابی نکال کر نوٹ گِن گِن کر اُس میں رکھتا ہے۔پھر دراز میں سے دس لاکھ کا چیک نکال کر اُسے چومتا ہے اور پھر اُسے بھی لاکر میں رکھ دیتا ہے۔لاکر بند کرنے کے بعد وہ تسلی سے کرسی پہ بیٹھتا ہے اور اِزنیٰ کا دیا ہوا envelope اُٹھاتا ہے۔وہ جیسے ہی اُس میں سے تصویر نکالتا ہے ایک جھٹکے سے کرسی سے اُٹھ کے کھڑا ہو جاتا ہے۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے تصویر کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ایسے جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔وہ تصویر اپنی آنکھوں کے اور قریب کرتا ہے پھر اُسے دور کر کے دیکھتا ہے۔پھر وہ سر کھجاتا ہوا کرسی پر دوبارہ بیٹھ جاتا ہے۔اور حیرت سے اوپر جاتی سیڑھیوں کی طرف جاتے ہوئے کہتا ہے''وہ'' اور پھر تصویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہتا ہے''یہ'' مطلب یہ اور وہ۔اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہوتی۔اُس کے منہ سے بے ساختہ نکلتا ہے۔''اوہ تیری خیر'' مطلب کہ پچیس لاکھ وہ پھر سے تصویر دیکھنے لگتا ہے۔اس کے ہاتھ میں اِزنیٰ کی تصویر ہوتی ہے۔ہاں وہ

اِزنیٰ کی ہی تصویر ہوتی ہے۔

---

نیہا تیز قدموں سے چلتی اپنے گھر میں داخل ہوتی ہے۔ جلدی سے اپنے کمرے میں آ کے دروازہ بند کر دیتی ہے اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتی ہے۔ اُسے یقین نہیں آ رہا ہوتا کہ جس شخص سے وہ ابھی مل کے آئی ہے وہ اُس کا ہی عازل تھا۔ وہ سوچنے لگتی ہے۔ ''عازل اِزنیٰ کا ہو گیا ہے؟ مجھے تو اُس کی محبت پہ بہت مان تھا۔ ازنیٰ نے عازل پہ کیا جادو کر دیا ہے کہ اُس کو میں پاس بیٹھی ہوئی بھی نظر نہیں آئی۔ میں جب تک اُس کے پاس رہی وہ بس اِزنیٰ، اِزنیٰ، اِزنیٰ ہی کہتا رہا''۔

وہ بیگ سے اپنا فون نکال کے چیک کرتی ہے۔ اور کہتی ہے'' عازل اب تک تو تم مجھے نجانے کتنی کالز کر چکے ہوتے تھے۔ کہ میں گھر بھی پہنچی ہوں یا نہیں۔ اور آج میں روتے ہوئے تمہارے پاس سے اُٹھ کر آئی ہوں اور تم نے ایک بار بھی کال کر کے نہیں پوچھا کہ میں کہاں ہوں؟ کیسی ہوں؟ تمہیں بس اِزنیٰ کی ہی فکر ہے عازل اِزنیٰ ٹھیک کہہ رہی تھی تم اِزنیٰ کے ہو چکے ہو۔ اب میری تمہاری زندگی میں وہ جگہ نہیں رہی۔ اِس سے پہلے کہ تم مجھے یہ بتاؤ میں خود ہی تمہارے راستے سے ہٹ جاتی ہوں۔

یہ سوچنے کے بعد وہ عازل کو فون ملاتی ہے۔ عازل اُس کا فون اُٹھا لیتا ہے۔ نیہا کچھ پل سوچتے ہوئے عازل سے کہتی ہے۔

نیہا: عازل مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔

عازل: ہاں بولو کیا بات کرنی ہے۔ وہ ابھی تک غیر حاضر دماغ ہی لگ رہا ہوتا ہے۔

نیہا: عازل تمہیں اِزنیٰ سے محبت ہو گئی ہے۔

(نیہا کی بات سن کر جیسے عازل پہ سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ وہ پھر سے پوچھتی ہے بولو نا عازل تمہیں اِزنیٰ سے محبت ہو گئی ہے نا؟ بولو۔ بول کیوں نہیں

رہے۔ خاموش کیوں ہو؟)

عازل: شاید کچھ باتوں میں خاموشی ہی بہتر ہوتی ہے۔

نیہا: نہیں عازل میں جانتی ہوں کہ تمہاری زندگی میں اِزنیٰ آ گئی ہے۔ کیونکہ جب میں تمہاری زندگی میں نہیں تھی تو تم نے مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ تم اِزنیٰ کے ساتھ تھے تو تم مجھے ہی بھول گئے تھے۔ اور آج جب تم میرے ساتھ تھے تو تمہیں میرے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اِزنیٰ ہی یاد آئی۔ بے شک عازل تم میرے پہ مرتے تھے۔ لیکن شاید تم اِزنیٰ کے لیے جیتے تھے۔ اور میں بھول گئی تھی کہ مرا ہوا انسان کسی کام کا نہیں ہوتا۔ (وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے پھر سے کہنے لگتی ہے) تم بے فکر رہو میں تمہارا نام نہیں آنے دوں گی۔ میں خود شادی سے انکار کر دوں گی اور بھائی کے پاس U.S چلی جاؤں گی۔ میں کبھی تمہاری زندگی میں واپس نہیں آؤں گی۔ میں تمہیں کبھی تنگ نہیں کروں گی عازل۔ لیکن تم ہمیشہ میرے دل میں رہو گے۔

عازل: نیہا تم میری بات سنو۔ ہم کہیں بیٹھ کے۔۔۔

نیہا: پلیز عازل خود کو دو کشتیوں میں سوار نہیں کرو۔ تم ازنیٰ کے ہو چکے ہو۔ اب پوری طرح سے اُسی کے ہو جاؤ۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ ایک بٹا ہوا شخص میرا ہم سفر بنے جو ہو تو میرے ساتھ اور سوچے کسی اور کے بارے میں۔ محبت میں شرکت کسی صورت میں قبول نہیں ہوتی۔ اور مجھے تم پورے کے پورے چاہیے تھے عازل۔ اب مجھے لگتا ہے کہ تم کسی اور کے ہو گئے ہو۔ تم نے شریک بنا لیا ہے میری محبت میں۔ اس لیے میں اب جا رہی ہوں۔ تم جاؤ اسکے پاس۔ تمہیں ازنیٰ اور تمہارا فیوچر مبارک ہو۔

(نیہا عازل کا کوئی بھی جواب سنے بغیر فون بند کر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے)

---

(شاہ میر ازنیٰ کو land line پہ کال کرتا ہے۔ ازنیٰ فون اُٹھا لیتی ہے اور شاہ میر کی آواز سن کے بھی فون نہیں رکھتی)

شاہ میر: ہیلو ازنیٰ۔ ازنیٰ کہاں ہو تم؟ تمہارا فون بھی بند جا رہا ہے۔ گھر کے نمبر پہ تم بات نہیں کر رہی تھی۔ آفس ، بھی تم نہیں جا رہی۔ مجھے لگ رہا ہے کہ تمہارا زندگی میں کچھ ٹھیک نہیں چل رہا۔ سب ٹھیک تو ہے نا۔

ازنیٰ: (دھیمے سے لہجے میں اُسے کہتی ہے) شاہ میر سب ٹھیک ہے۔

شاہ میر: دیکھو ازنیٰ میں تم سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم مل کے اس بارے میں بات کریں۔ اور اُسکے بعد جو بھی تمہارا desicion ہو گا میں اُسے قبول کر لوں گا۔ لیکن اگر تم مجھ سے ملنے کے بعد بھی راضی نہ ہوئی تو for sure میں تمہیں دوبارہ تنگ نہیں کروں گا۔ بس ایک بار ایک بار مجھ سے مل لو۔

ازنیٰ: (مسکراتے ہوئے) ٹھیک ہے میں جیسے ہی فری ہوں گی تمہیں بتا دوں گی۔

---

(عالیہ بیگم بہت خاموش سی بیٹھی ہوتی ہیں۔ شہناز اُن کے پاس آ کے پوچھتی ہے)

شہناز: بی بی جی کیا ہوا ہے؟ آج بہت پریشان لگ رہی ہیں۔ ٹھیک سے ناشتہ بھی نہیں کیا۔

عالیہ بیگم: پتہ نہیں شہناز آج میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ اتنا کہ مجھے اسکے گھبرانے سے

خوف آرہا ہے۔

شہناز: بی بی جی آپ ایسے ہی پریشان ہو رہی ہیں۔آج تو ازنیٰ بی بی بھی گھر سے باہر نکلی ہیں۔(انھیں تسلی دیتے ہوئے کہتی ہے)۔

عالیہ بیگم: سچ میں؟ کیا آفس گئی ہے وہ؟

شہناز: یہ تو نہیں پتہ کہاں گئی ہیں۔لیکن شکر ہے کہ وہ آج کمرے سے تو نکلی ہیں۔لیکن وہ کریم بابا کے ساتھ نہیں گئی۔

عالیہ بیگم: کیا پتہ کسی کام سے گئی ہو۔شکر ہے میرے اللہ۔بس میری بیٹی کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔وہ دل سے دعا مانگتی ہیں۔

---

رات کی تاریکی چارسو چھا چکی ہوتی ہے۔ہر احساس سے عاری ازنیٰ بیڈ پہ بیٹھے جانے کن سوچوں میں گم ہوتی ہے۔کچھ دیر بعد وہ سائیڈ ٹیبل سے شہباز صاحب کی تصویر اُٹھاتی ہے۔وہ چند لمحے اُن کے چہرے پہ ہاتھ پھیر کے جیسے اُن کو محسوس کرنا چاہ رہی ہوتی ہے۔نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے وہ اُن کی تصویر سے باتیں کرنا شروع کر دیتی ہے۔

''بابا آپ کو پتہ ہے آپ کے جانے کے بعد ازنیٰ کو کسی نے قبول نہیں کیا۔نہ میری ماں نے، نہ آپ کے خاندان نے اور نہ ہی اس معاشرے نے۔آپ کی ازنیٰ ہمیشہ اکیلی رہی ہے۔آپ نے بھی تو غلط کیا تھا ناں۔آپ ازنیٰ کو اپنے ساتھ لے کر چلے جاتے تو ایسا کبھی بھی نہ ہوتا۔میں ہمیشہ کسی نہ کسی کے بیچ میں آجاتی ہوں۔مجھے لگتا ہے میں عازل اور نیہا کے راستے میں بھی آرہی ہوں۔مجھے اُن کے راستے سے ہٹ جانا چاہیے۔کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ میں جیتے جی عازل کو بھول پاؤں گی کیونکہ مجھے عازل سے بہت محبت ہے۔۔نہ میں آپ کو بھول سکی نہ میں عازل کو بھول سکوں گی۔بابا میں تو ہمیشہ پیار کرنے والوں کے بیچ میں آجاتی ہوں۔میں ایسی کیوں ہوں بابا۔اسکی آنکھوں سے

نکلتے ہوئے آنسو شہباز کی تصویر کو بھگو رہے ہوتے ہیں۔ ایسے جیسے آج وہ باپ اور بیٹی مل کے رو رہے ہوتے ہیں۔ ازنیٰ روتے روتے شہباز کی تصویر کو گلے سے لگا لیتی ہے۔ پھر وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہتی ہے بابا میں لوگوں کے سامنے خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی۔ میں نہیں چاہتی کہ لوگ کہیں کے ازنیٰ اتنی کمزور نکلی کہ خودکشی کر لی۔ میں تو آپ کی strong بیٹی ہوں نا میں خودکشی کیسے کر سکتی ہوں؟ وہ شہباز کی تصویر کو خود سے الگ کر کے سامنے رکھتے ہوئے کہتی ہے اسی لیے بابا میں نے بیچ کا راستہ نکال لیا ہے۔'' انھیں دیکھ کر۔ بہتی آنکھوں سے مسکرانے لگتی ہے۔

---

(ازنیٰ صبح اُٹھ کے اپنا بہت خوبصورت اور سمپل سا لائٹ پنک سا ڈریس نکالتی ہے۔ سادہ سی تیار ہو کے وہ نیچے جاتی ہے۔ شہناز اسے نیچے آتا دیکھ کے فوراً سے اسکے پاس آتی ہے۔ ازنیٰ اُس سے پوچھتی ہے)

ازنیٰ: ماما سو رہی ہیں؟

شہناز: جی بی بی جی کی رات کافی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ انھیں بہت گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے آ کے اُنھیں انجکشن لگایا تو اُسکے بعد سے وہ آرام سے سو رہی ہیں۔

ازنیٰ: اچھا میں جا کے دیکھتی ہوں۔

(شہناز حیرت سے ازنیٰ کو دیکھتی ہے جو عالیہ بیگم سے ملنے اُن کے کمرے میں جا رہی ہوتی ہے۔ ازنیٰ خاموشی سے دروازہ کھول کے اندر داخل ہوتی ہے۔ عالیہ بیگم انجکشن کے زیرِ اثر گہری نیند سو رہی ہوتی ہیں)

(ازنیٰ کچھ دیر کھڑی اُن کے پُرسکون چہرے کو دیکھتی رہتی ہے۔ پھر اُن کے سر پہ ہاتھ پھیر کے اُن کے ماتھے کو چومتی ہے۔ ازنیٰ کی آنکھ سے آنسو ٹپک کر

عالیہ بیگم کے چہرے پہ گرتے ہیں۔ عالیہ بیگم نیند سے تھوڑا سا ہوش میں آ کے اپنا چہرہ اپنے ہاتھ سے صاف کرتی ہیں اور پھر سے نیند کی آغوش میں چلی جاتی ہیں۔ ازنیٰ اُنھیں دیکھ کے سوچتی ہے۔

''ماما آپ کو میری موجودگی کا کبھی احساس نہیں ہوا۔ ہمیشہ سے میں آپ کے بہت قریب تھی لیکن آپ نے مجھے کبھی محسوس ہی نہیں کیا۔ جیسے آج نہیں کیا۔''

(وہ ہلکا سا مسکرا کے کمرے سے نکل جاتی ہے۔ کوریڈور سے گزرتے ہوئے وہ شہباز کی بڑی سی تصویر کے آگے رک جاتی ہے۔ وہ پیار سے اُن کی تصویر کو چھوتے ہوئے جیسے اُن سے باتیں کرنے لگتی ہے)

---

(اِزنیٰ گاڑی میں بیٹھتے ہی کریم بابا سے کہتی ہے)

اِزنیٰ: کریم بابا آج محمود غزنوی روڈ سے جائیے گا۔

محمود غزنوی روڈ اِزنیٰ کے آفس کو جاتا تھوڑا سنسان اور کم رش والا علاقہ ہوتا ہے۔ اُس روڈ سے آفس جانے کے لیے وقت بھی زیادہ درکار ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ راستہ کافی لمبا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ ازنیٰ اُس راستے سے اِس لیے بھی جانا چاہ رہی ہوتی ہے کہ عازل اکثر آفس آنے جانے کے لیے اُسی راستے کا انتخاب کرتا ہے۔ کیونکہ وہ عازل کو اپنے گھر سے کافی قریب پڑتا ہے۔ کریم بابا جب یہ سنتے ہیں تو ایک دم سے اِزنیٰ کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ کیونکہ روڈ کے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے کی وجہ سے اِزنیٰ کو وہ راستہ کبھی بھی پسند نہیں رہا ہوتا۔ لیکن وہ اُس کی ذہنی حالت سے بھی خوب واقف ہوتے ہیں کہ شاید وہ عازل کی وجہ سے ہی اُس راستے

سے جا رہی ہے۔ وہ خاموشی سے سر ہلاتے ہوئے گاڑی اُسی راستہ پہ ڈال دیتے ہیں۔

کچھ دیر شیشے کے باہر دیکھتی اِزنیٰ نجانے کیا سوچ کے بیگ میں سے اپنا فون نکالتی ہے اور اُسے آن کر دیتی ہے۔ ابھی فون آن کرتے ہوئے چند لمحے ہی گزرے ہوتے ہیں کہ عازل کا فون آنے لگتا ہے۔ وہ حیرت سے فون کی طرف دیکھتی ہے اور فوراً سے فون اُٹھا لیتی ہے۔ عازل بہت بے تابی سے اُس سے پوچھتا ہے۔

عازل: ہیلو۔ ہیلو ازنیٰ کہاں ہیں آپ؟ کیسی ہیں آپ۔۔۔ آپ کا نمبر کیوں آف جا رہا تھا۔ آپ کو پتہ ہے میں کتنا پریشان ہو گیا آپ کے لیے۔

(ازنیٰ کان سے فون ہٹا کے دوبارہ تصدیق کرتی ہے کہ واقعی اُسے فون کرنے والا عازل ہی ہے؟)

(وہ حیرت سے ڈوبی ہوئی آواز میں اُس سے پوچھتی ہے) عازل؟؟؟

عازل: ہاں ازنیٰ میں عازل۔ آپ نے میرے ساتھ یہ کیوں کیا۔ کتنا پریشان کیا مجھے۔

ازنیٰ: کیا مطلب؟ میں نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ وہ ابھی تک اُسکی بات نہیں سمجھی ہوتی۔

عازل: اچھا ازنیٰ ہم کہیں مل سکتے ہیں؟ مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔

ازنیٰ: ہاں ٹھیک ہے آپ آفس آ جائیں میں بھی آفس میں ہی جا رہی ہوں۔

(عازل فوراً اسے فون بند کر کے تیار ہونے بھاگتا ہے۔ اُسے بس جلدی سے ازنیٰ کے آفس پہنچنا ہوتا ہے۔ اس نے ازنیٰ کو بتانا ہوتا ہے کہ ازنیٰ کی

محبت کی تپش نے اُسکے دل کو بھی گرما دیا ہے۔ وہ بھیازنیٰ کی غیر موجودگی میں اُسکے لیے بہت تڑپا ہے۔ پانچ منٹ میں عازل تیار ہو کے گاڑی میں بیٹھ جاتا ہے۔ اُسے ازنیٰ سے ملنے کی بے تابی ہورہی ہوتی ہے۔

یہاں ازنیٰ عازل کی آواز کی بے چینی محسوس کر کے جانے کتنی ہی خوش فہمیوں میں گھر جاتی ہے۔ عازل اُسکے لیے پریشان تھا؟ اُف کتنا اچھا احساس ہے نا یہ؟ اُسکا عازل آج اُسکے لیے فکرمند ہے۔ اُسکا بس نہیں چل رہا ہوتا ہے کہ وہ جلدی سے آفس پہنچ جائے۔ لیکن راستہ چونکہ کافی لمبا ہوتا ہے تو اسے پہنچے میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ وہ کریم بابا سے تھوڑی دیر بعد کہے جا رہی ہوتی ہے )

ازنیٰ: کریم بابا جلدی کریں نا۔ اور کتنا ٹائم ہے؟

( بے چینی سے وہ اپنی انگلیاں مسلنے لگتی ہے۔ محمود غزنوی روڈ کے بیچ و بیچ کریم بابا گاڑی کو بریک لگا دیتے ہیں )

ازنیٰ: کریم بابا کیا ہوا؟ آپ نے گاڑی کیوں روک لی؟

کریم بابا: بی بی جی گاڑی تھوڑا مسئلہ کر رہی ہے۔ بس میں جلدی سے دیکھتا ہوں کہ اسکا پانی تو پورا ہے نا؟

( کریم بابا یہ بات بالکل نہیں جانتے کہ ازنیٰ کل واپسی پہ ہی مکینک سے گاڑی میں تھوڑی خرابی پیدا کروا کے آئی تھی۔ تاکہ گاڑی چلتے چلتے بند ہو جائے اور عازل کی آواز سن کے تو جیسے ازنیٰ ساری دنیا ہی بھول چکی تھی۔ کریم بابا کو گاڑی سے اترتے ہوئے پانچ منٹ گزر چکے تھے۔ ازنیٰ گاڑی کا شیشہ اتارتے ہوئے انھیں بلند آواز میں کہتی ہے )

ازنیٰ: کریم بابا اور کتنا ٹائم لگے گا جلدی کریں۔ مجھے آفس پہنچنا ہے۔

(کریم بابا گاڑی میں پانی چیک کرنے کے بعد پریشانی سے اُسے چیک کر رہے ہوتے ہیں کہ آخر خرابی کہاں ہے۔ اور انھیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہوتی۔ کچھ دیر اور انتظار کرنے کے بعد ازنیٰ گاڑی کا دروازہ کھول کے نیچے اتر جاتی ہے اور کریم بابا کے پاس جا کے پوچھتی ہے)

ازنیٰ: کریم بابا کیا ہوا؟ اگر سمجھ نہیں آ رہی تو کسی مکینک کو بلا لیں۔

(اتنے میں روڈ کے اُس پار گزرتے عازل کی نظر کریم بابا اور ازنیٰ پہ پڑتی ہے۔ وہ فوراً سے گاڑی کو بریک لگاتا ہے۔ گاڑی سائیڈ پہ لگا کے وہ روڈ کراس کر کے ازنیٰ کی طرف جانا چاہ رہا ہوتا ہے۔ بے چین اور بے قرار عازل ازنیٰ کو پریشان دیکھ کے اُسے وہیں سے آواز دیتا ہے)

عازل: ازنیٰ۔۔۔

(عازل کی آواز پہ ازنیٰ فوراً پلٹ کر دیکھتی ہے۔ عازل اُسکی طرف آ رہا ہوتا ہے وہ بھی عازل کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔ دونوں کے چہرے ایک دوسرے کو دیکھ کر کھل سے جاتے ہیں۔ اتنے میں گولی چلنے کی آواز آتی ہے۔

''ٹھاہ۔'' درختوں پہ بیٹھے پرندے ایک شور سے آسمان کی طرف اڑنے لگتے ہیں۔ عازل کی طرف جاتی ہوئی ازنیٰ کے قدم ایک دم سے لڑکھڑا جاتے ہیں۔ دور کھڑے کریم بابا گولی کی آواز سن کے بے ساختہ ازنیٰ کی طرف دیکھتے ہیں۔ اسکی کمر سے بہتا خون اُنھیں وہیں ساکت کر دیتا ہے۔ پانی کی بوتل کریم بابا کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔ عازل بے اختیار بھاگتا ہوا ازنیٰ کی طرف آتا ہے۔ اتنے میں ایک اور گولی چلتی ہے۔ ''ٹھاہ۔'' اور جیسے آس پاس کا

سارا منظر خاموش ہو جاتا ہے۔ ڈرے سہمے پرندے جیسے بولنا بھول جاتے ہیں۔ کائنات کی ہر شے سائیں سائیں کرنے لگتے ہے۔ازنیٰ فوراً لڑکھڑا کر گرنے لگتی ہے اتنے میں عازل اُسے دونوں بازوؤں سے تھام لیتا ہے)

ازنیٰ ایک زور سے سانس کھینچتے ہوئے عازل کا نام لینے کی کوشش کرتی ہے۔

''عا۔عا۔عازل۔۔۔''

عازل اپنے ہاتھ سے ازنیٰ کی گال تھپتھپاتا ہے۔اُسکا ہاتھ خون سے بھر چکا ہوتا ہے۔وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا ہوتا ہے۔

ازنیٰ۔ میں عازل۔ازنیٰ میں تمہارا عازل۔ازنیٰ آنکھیں کھولو۔آنکھیں کھولو نہ۔ازنیٰ تمہارا عازل تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ازنیٰ کی بند ہوئی آنکھوں میں حیرت سی آجاتی ہے۔ وہ بہت تکلیف میں بھی مسکرانے کی کوشش کرتی ہے۔

عازل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ وہ مسلسل بول رہا ہوتا ہے۔ازنیٰ میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ازنیٰ پلیز آنکھیں کھولو۔

ازنیٰ کی اُکھڑتی سانسیں اور کمر سے بہتا خون اُسے بے جان کر رہا ہوتا ہے۔

کتنی پاگل تھی نا ازنیٰ ۔ جب اپنے رب سے پہلی بار دعا مانگنے بھی گئی تو کیا مانگا۔بس ایک بار عازل اسے کہہ دے کہ وہ اُس سے محبت کرتا ہے۔ عازل کے اقرار نے اسے کتنا بے بس کر دیا تھا کہ وہ صرف ایک بار اُسکے منہ سے اپنا نام محبت سے سننا چاہتی تھی۔ یہی تو وہ عازل تھا جسے دیکھ کر اُس میں زندگی کی نئی روح آ گئی تھی اور یہ میں وہ عازل تھا جسے دیکھتے دیکھتے ازنیٰ کی روح اُسکے جسم سے الگ ہونا چاہ رہی تھی۔کیا عشق تھا نہ یہ بھی۔وہ کیسے اپنے عازل کو کسی

اور کے ساتھ خوش دیکھتی یا پھر وہ کیسے عازل کو اپنے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کسی اور کی یاد میں گم دیکھتی۔ اس عشق نے ازنیٰ کو کتنی مشکل میں ڈال دیا تھا۔ وہ عازل سے محبت کی بھیک مانگتے مانگتے آج عازل کو اپنی یاد اپنی محبت بھیک میں دے گئی۔ ایسا عشق تو نہ کبھی کسی نے دیکھا نہ سنا۔

جب وہ عازل کو دیکھ کے پہلی بار لڑکھڑائی تھی تب بھی عازل نے اُسے تھام لیا تھا اور آج جب وہ آخری بار لڑکھڑائی تب بھی وہ عازل کی بانہوں میں تھی۔

عازل کو پہلی بار دیکھ کے جیسے اُسے تب محسوس ہوا تھا آج بھی وہ وہی احساس حقیقت بن کر اُسکے سامنے تھا۔ ''میری نظر ٹھہر گئی ہے لگتا ہے مجھ پہ نزع کا وقت آ گیا ہے۔''

ازنیٰ ایک آخری سانس لے کے عازل کے بازوؤں میں دم توڑ دیتی ہے۔ اُسکی نظریں عازل کے چہرے پہ ہی ہوتی ہے۔ ازنیٰ کو بے جان دیکھ کے عازل کی فلک شگاف چیخیں سن کے تو شاید پتھروں کے کلیجے بھی پھٹنے کو تیار ہوتے ہیں۔ وہ دیوانوں کی طرح ازنیٰ کو جھنجھوڑتا رہ جاتا ہے اور ازنیٰ اُسکی تصویر آنکھوں میں بسائے دوسری دنیا کی طرف رخصت ہو جاتی ہے۔

---

عازل پھولوں کا ایک ہار لیے قبرستان میں داخل ہوتا ہے۔ وہ مرے ہوئے قدموں سے چلتے ہوئے ازنیٰ کی قبر پہ آ بیٹھتا ہے۔ ازنیٰ کو اس دنیا سے گئے ہوئے تو عرصہ بیت گیا لیکن عازل کے لیے یہ غم جیسے ابھی کچھ دیر پہلے کا ہو۔ آج بھی قبرستان آتے ہوئے اسکی ٹانگیں ویسے ہی کانپ رہی ہوتی ہیں۔ جیسے وہ اپنی ازنیٰ کو آج ہی اس ویرانے میں اکیلا چھوڑ کے جا رہا ہو۔ ازنیٰ کی قبر پہ پھولوں کی چادر ڈال کے وہ وہیں اس کی قبر کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ وہ ازنیٰ سے سارے دن کی روٹین شیئر کرتا ہے اور بات کرتے کرتے کبھی ہنسنے لگتا ہے کبھی رونے۔ دور کھڑے گورکن اُسے

دیکھ کر دکھ سے سرہلانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں۔

''نہ جانے کون دیوانہ ہے جو بلاناغہ اس قبر پہ آتا ہے اور کافی دیر یہیں بیٹھا رہتا ہے۔ اللہ جانے اس قبر میں اسکا کتنا پیارا دفن ہے۔''

ازنیٰ جاتے ہوئے عازل کے دل کی زمین کو ایسے بنجر کر گئی تھی کہ کوئی بھی اُس میں دوبارہ محبت کا بیج نہ بو سکا۔ اُس نے شاید سچ ہی کہا تھا۔

''عازل تم اگر میرے نہ ہوئے تو میں تمہیں کسی کا بھی نہیں ہونے دوں گی۔''

------------------------------

بے شک کسی بھی چیز کا حد سے بڑھ جانا جنون کہلاتا ہے۔ لیکن جنون کے بنا محبت ادھوری ہے۔ اس محبت کو پورا کرتے کرتے آپ آدھے ہو جاتے ہو۔ جیسے ازنیٰ کی محبت، عازل، نیہا اور شاہ میر کی محبت۔ محبت وہ مکمل ہوتی ہے جس میں جنون نہ ہو صرف سکون ہو۔ اور پھر وہ محبت نہیں عادت کہلاتی ہے۔ ہر محبت کرنے والا آدھا سانس لیتا ہے۔ پورا سانس لینے کے لیے محبوب پورا کا پورا آپ کو چاہیے ہوتا ہے۔ محبوب میں کسی کی شرکت برداشت نہیں ہوتی۔ آدھا سانس لینے والے مرتے نہ جیتے ہیں۔ میں آخر میں یہی کہوں گی کہ عشق خدا سے کیجیے۔ انسان سے کرنے والا ہمیشہ آدھا سانس ہی جیا ہے۔ محبت آپ کے گلے میں اٹک جانے والی کسی چیز کی مانند ہوتی ہے۔ جس سے آپ کو سانس لینے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ جنون ایک مرض ہے یہ اکثر انسان کو کھا جاتا ہے۔ جسکی محبت میں آپ کو لگا ہو-----

------------------------------

آمنہ شبیب باہمی گفتگو کو مکالمے کی طرز پر لکھتی ہیں۔ جیسے ہم ڈرامہ نگار لکھتے ہیں۔ کردار کا نام اور پھر اس کے سامنے مکالمہ، یہ شاید اس بات کی نوید ہے کہ آج کی یہ ناول نگار کل کی ایک مایہ ناز ڈرامہ نگار بنے گی۔

**خلیل الرحمٰن قمر**

سچ کہوں تو ناول پڑھتے ہوئے مجھے یہ احساس بار بار ہوا کہ آدھا سانس لینے والوں کا حال وہی ہوتا ہے جو جل بِن مچھلی کا ہوتا ہے، وہی تڑپ، وہی بے قراری، وہی حالتِ نزع۔ محترمہ آمنہ شبیب کا آدھا سانس اس حبس زدہ ادبی ماحول میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔

**اتباک برک**

آمنہ شبیب کا یہ سفر اگر اسی شدو مدّ سے جاری رہا اور احساس ذمہ داری کے ساتھ ناول، افسانہ اور ڈرامہ نگاری کے فن کی آبیاری کرتی رہیں تو مجھے قوی امید ہے کہ آمنہ شبیب خواتین مصنفین کے درمیان مایہ ناز مقام بنا پائیں گی اور ادب میں خوبصورت اضافہ کا باعث بنیں گی۔

**انجم سجاد گوہر**

THANK YOU FOR READING

# *Aadha Saans*

If this story stayed with you, Amna would love to hear about it. Poetry, prose and new chapters are shared regularly — and more novels are on the way.

READ & PURCHASE MORE NOVELS

**amnashabib.com**

@amna.shabib